ملاقاتِ امام

نادر بک ڈپو چنتو روڈ کرشن نگر لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاللّٰهُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ؕ

ملاقاتِ امام علیہ السلام

از افاداتِ بابرکات

زبدۃ العلماء الکرام عمدۃ الفقہاء العظام سید الملۃ

جناب مولانا السید محمد صاحب قبلہ مجتہد امروہوی

تجدید نظر

سید اعجاز محمد (فاضل)

ناشران

افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلام پورہ

لاہور

قیمت = ۱۸ روپے

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الملک الحق القدوس المنان" الذی خلق الانسان علمہ البیان والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ خاتم النبیین و المرسلین سید الانس والجان" المنزل علیہ القرآن " والہ الطیبین الطاہرین کنوز العلم والعرفان" الھادین الی الایمان خصوصاً الامام المنتظر صاحب العصر والزمان البقائم الحجۃ خلیفۃ الرحمٰن" المحسن المنعم کاشف الکروب والاحزان" الثائر المنتقم ماحی آثار البدع والطغیان صلی اللہ علیہ وعلی آباءہ المعصومین الی آخر الدھور والازمان -

عرضِ حال

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ یہ کتاب شہنشاہ وقت ناخدائے کشتی اسلام فرزند خیر الانام حلال مشکلات فریاد رس عالم لنگر زمین و آسمان مولا و آقا حضرت حجت امام زمان علیہ السلام کے حالات بابرکات سے متعلق ہے اور بنظر افادہ مومنین پیش کی جاتی ہے یہ بہت آسان مختصر مجموعہ ہے ہر مضمون میں سہولت و اختصار کا لحاظ رکھا گیا ہے اول ایک تمہید کے ساتھ حضرت کی معرفت کے سلسلہ میں حضرات چہاردہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے ہم عدد چودہ بیانات ہیں تاکہ ناظرین کے جذبات عقیدت تازہ ہوں ایمانی منازل بلند ہوں دل منور ہوں آنکھیں روشن ہوں قوم کی نگاہوں سے غفلت کے پردے اٹھیں غافلوں کی مایوسی پریشان حالوں کی پریشانی رفع ہو اور مطمئن ہو جائیں کہ عنقریب ساری دنیا میں ایمان کا جھنڈا لہرانے والا ہے دین و ملت کا علم بلند ہو گا اور کفر و ضلالت کے پرچم سرنگوں ہو جائیں گے ان مضامین کے بعد بزمانہ غیبت کبریٰ حضرت سے علماء عظام و مومنین کرام کی ملاقات کا تذکرہ ہے اور سورہ

ہائے قرآن کی جو فہرست ہے اس کی تعداد کی نسبت سے ایک سو چودہ واقعات ملاقات و معجزات بیان کیے گئے ہیں تاکہ ان مبارک اذکار سے ظلمت کدۂ دہر میں چراغ ایمان کی روشنی بڑھے اور موجودہ تاریکی کے زمانہ میں حضرتؑ کے انوار ہدایات سے ہمارے ہر گھر میں چراغاں ہو مصیبت و بلا کے اس دور میں ہماری حیرانی دور ہو رحمتوں کی بارش ہو برکتیں شامل حال ہوں۔ ان روایات کے پڑھنے سُننے سے ہمارے مردوں عورتوں میں مذہبی دلچسپی پیدا ہو دامن امید پھیلا رہے اور ایسی ہمت افزائی ہو کہ گلستانِ ایمان میں بہار آجائے بلکہ صحیح فضا میں پرورش پانے والے لڑکے لڑکیاں ان کو پڑھ کر شن کربلاؤں سے محفوظ رہیں کیونکہ ایمان کی کلیاں کبھی نہیں مرجھاتیں اور باغ ایمان پھولتا پھلتا رہتا ہے۔

حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے متعلق ہم اپنے ان فرائض کی طرف متوجہ نہیں ہیں جو منجانب خدا اور رسولؐ ہم پر عائد ہیں مادیّت دنیا پر چھاتی چلی جاتی ہے دین اور دینیات سے دلچسپیاں باقی نہیں رہیں ظاہری اقتدار کی فکر میں باطنی وقار مفقود ہو رہا ہے ہمیں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ وہ گھڑی قریب آرہی ہے جس میں روحانیت کا آفتاب جلوہ گر ہونے والا ہے رعایا حاجات اور مہمات میں اپنے سردار کی طرف رجوع کیا کرتی ہے قافلہ امیر کارواں کا تابع فرمان ہوتا ہے مگر ہم پر ایسی غفلت طاری ہے کہ اپنے دین و دنیا کے بادشاہ فرمانروائے عالم کے حضور پرنور میں گوہر عقیدت پیش کرنے کی سعادت سے محروم ہیں ہم میں بہت سے لوگوں کا دائرہ معرفت آجکل پہلے زمانہ کے بچّوں کی طرح زبانی طور پر ان الفاظ میں محدود ہو کر رہ گیا ہے کہ حضرتؑ غائب ہیں جب حکم خدا ہوگا ظہور فرمائیں گے ہمارے ان حالات کا مطالبہ ہے کہ اس سرکار عالی سے قوم کی خصوصی وابستگی کے لئے حضرتؑ کے وجود اقدس سے متعلقہ مسائل کی تجدید ہر عصر میں ہوتی رہے اور وقتاً فوقتاً ضروری مباحث کتابی صورت میں منظر عام پر آتے رہیں نیا لباس ہو نیا رنگ ہو جس سے اپنے ہر طبقہ کو استفادہ کا موقع مل سکے اور وہ

چیزیں فلسفیانہ نازک خیالات والوں کے لیے بھی تسکین خاطر کا مکمل ذریعہ ہوں۔
امامت اصولِ دین میں ہے امام زمانہ کی معرفت کے بغیر مرجانا کفر کی موت ہے جتنے معارف بڑھیں گے اتنے ہی ایمانی مدارج بلند ہوتے چلے جائیں گے ہمارا فرض ہے کہ اپنا یہ دستور العمل بنائیں کہ کوئی دِن حضرتؑ کی یاد سے خالی نہ جائے صبح کو اٹھیں تو ذکرِ الٰہی کے ساتھ حضرت کو یاد کرتے ہوئے اٹھیں سونے کے لئے لیٹیں تو حضرت کو یاد کرتے ہوئے سوئیں تاکہ ہر وقت ہمارے سینے نورِ ایمان سے جگمگاتے رہیں۔

دُعا سب عبادتوں سے افضل عبادت ہے مگر جب کہ خداوند عالم کی قدرت و قوت، اپنی عاجزی و ذلّت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے ہو خلوص و توجہ کے ساتھ دل مضبوط رہے پرہیز گاری کی منزل ہو ریت پر عمارت نہ بنائی جائے جس وقت ہم نماز کے بعد دُعا کریں تو سب سے پہلے حضرت کی حفاظت و فتح و نصرت و تعجیل ظہور کے لیئے دُعا ہو تا کہ اس وسیلہ سے دوسری دُعائیں بھی قبول ہوں۔

ہمارا فریضہ ہے کہ ہر بلا و مصیبت کی شدّت پر حضرت کے آباء طاہرین کی بارگاہ میں حضرت سے سفارش کے لیئے درخواست کریں اور حضرت سے طالب امداد ہوں ایسے موقعوں پہ جہاں کوئی چارہ کار باقی نہ رہا ہو اپنے ولّی نعمت سے رو رو کر استغاثہ و فریاد کریں جن کا تصرف سارے عالم میں ہے امام زمانہ ہیں جو فریادیوں کی فریاد سُننے والے مصیبت زدوں کے مددگار اور گرفتارانِ بلا کے پشت پناہ ہیں ہم اس دربار میں سچائی کے ساتھ ہاتھ پھیلائیں پھر دیکھیں کہ بفضلِ خدا کیسی آسانی سے مشکلیں حل ہوتی ہیں اور بگڑی ہوئی تقدیریں کس طرح سنورتی ہیں۔

ہمارا فریضہ ہے کہ حضرت کے وجود ذیجود پر ماہ شعبان میں خوشیاں منانے کے علاوہ سال کے اندر جب بھی موقع ملے حضرت کی محافل میلاد منعقد کرتے

رہیں اپنی حاجتوں کے سلسلہ میں منّتیں مانیں نذریں کریں حضرت کی طرف سے صدقے دیں تاکہ دُنیا سمجھے کہ اعمال حسنہ کی تعلیمات اسی گھرانے کی ہیں۔ اور ایمان کی کھیتی بارہ مہینے ہری بھری رہتی ہے۔

ہمارا فریضہ ہے کہ خاص اوقات میں اچھی طرح یہ سوچیں کہ حضرت کی قدم بوسی سے ہماری محرومی منزل تمنّا و آرزو سے ہماری جدائی اپنے مولاد سردار سے مفارقت پردۂ غیبت کا حائل ہونا بڑے رونے کی مصیبت ہے جس قدر محزون و غمگین ہوں کم ہے مگر مادیّت کے اندھیرے میں روحانی منزلیں طے نہیں ہو سکتیں نفسانی خواہشوں کی آندھیوں میں سرسری عقیدت مندی کی شمع زیر داماں کام نہیں دے سکتی اس لئے یہ کوشش ضروری ہے کہ ہمارے احساسات قوی ہوں درجات معرفت بلند ہوں اور ہمارے غم والم کی کیفیت دُعا بن کر بارگاہ الٰہی میں پہنچ جائے تاکہ حضرت کی زیارت نصیب ہو۔

خدا کرے کہ حقیر سراپا تقصیر کی یہ تحریر مولا کے دربارِ دُربار میں مقبول ہو اور بحق محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم جو سفینۂ نجات و وسیلۂ حصولِ حاجات ہیں مجیب الدعوات اس کو منجملہ باقیات صالحات قرار دے اور اپنے کرم کامل اور فضل شامل سے مشکور و نظر قبول سے منظور فرمائے۔ یہ بندہ گنہگار بواسطہ اہلبیت اطہارؑ اپنے پروردگار سے عفو و مغفرت کا امیدوار اور جملہ ناظرین مومنین و مومنات سے دُعاء خیر کا خواستگار ہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ پارہ ۱۲ رکوع ۸۔

تمہید

کتاب خدا و اہلبیت رسُولؐ

مذہب کے لغوی معنی راستہ اور چلنے کی جگہ کے ہیں اصطلاح میں خدا

کی طرف سے آنے والے ہادی ورہنما کا بتایا ہوا راستہ اور اس کے احکام پر چلنے کا نام مذہب ہے اور مذہبی احکام کا نام شریعت ہے اور انہیں احکام والی کتاب کو اس مذہب کی کتاب کہا جاتا ہے چونکہ مذہب کا اصلی منشا نفس انسانی کی تہذیب واصلاح اور اس کے کردار کی درستی ہے اس لئے خداوند عالم کی جانب سے بندوں کی ہدایت کے لئے برابر سمجھانے والے آتے رہے یہاں تک کہ پیغمبر اسلام خاتم المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری رسول بنا کر بھیجے گئے اور اسلامی کتاب نازل ہوئی جس کا نام قرآن ہے۔

قرآن ایسا جامع دستور العمل ایسا مضبوط قانون زندگی ہے کہ دنیا کے حالات میں خواہ کتنا ہی تغیّر و تبدل ہوتا رہے زمانہ کتنے ہی پلٹے کھائے طبیعتیں بدلتی رہیں لیکن قرآن کے احکام عبادات اور معاملات و طریق معاشرت کی ہدایات میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور اس کے جملہ قواعد وضوابط قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے عین مصلحت وموافق فطرت ہیں پیغمبر اسلام کے بعد نہ کوئی نبی و رسول آیا اور نہ آئے گا نہ قرآن کے آنے کے بعد کوئی آسمانی کتاب اتری نہ اترے گی۔

پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد اسلامی شریعت کی نگہداشت دین و ملّت کی حفاظت اور دنیا کی ہدایت کے لئے وجودِ امام سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا ایک دوسرے کے بعد بارہ امام ہوئے اور بارہویں امام علیہ السّلام اس وقت موجود ہیں یہ حضرات اہلبیت رسالت ہیں ہو بہو رسول اللہ کی تصویریں ہیں نور امامت کے حامل ہیں خلافت الٰہیّہ کی منزل ہیں جس طرح پیغمبرِ اسلام تمام عالموں کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے جملہ مخلوقات ارضی و سماوی پہ حکومت رہی اس طرح سارے عالم خواہ عالم ملائکہ ہو عالم ارواح ہو عالمِ جنات ہو عالم حیوانات ہو تمام چرند پرند برّ و بحر سب ان اماموں کے

ماتحت رہے ہیں جیسی عظیم الشان رسالت ہے ویسی ہی اسس امامت کی عظمت وجلالت ہے ۔

قرآن واہلبیت کا ساتھ ہے قرآن اہلبیت کا گواہ ہے اور اہلبیت قرآن کے گواہ ہیں قرآن اہلبیت کے تذکروں سے بھرا ہوا ہے اہلبیت کے سینے قرآن سے بھرے ہوئے ہیں قرآن معجزہ ہے اہلبیت صاحبان اعجاز ہیں اور معجزہ کی حقیقت وہی جان سکتا ہے جو معجزہ نما ہو قرآن میں غیبی خزانہ کے انمول موتی ہیں ہر چیز کا بیان ہے سب کچھ موجود ہے مگر ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ اسی گھر کے لئے ہے جس میں وہ نازل ہوا جہاں علوم کے دریا موجیں مارتے ہوئے نظر آتے ہیں اور ہر سوال کا جواب قرآن سے ملتا ہے انہیں کے پاس علم الکتاب ہے بغیر ان کے توسل کے دوسرے لوگ کتنے ہی عربی زبان کے ماہر ہوں ادبیات ومعقولات الفلکیات پر حاوی ہو جائیں لیکن علم القرآن کا دعوے نہیں کر سکتے جب وہ آج تک اپنی حقیقت کو نہ سمجھ سکے تو قرآن کے حقائق ودقائق پر کس طرح عبور حاصل کر سکتے ہیں قرآن میں پردے کی باتیں بھی ہیں مبہم ومجمل چیزیں بھی ہیں گول مول آیات بھی ہیں منسوخ احکام بھی ہیں ایسی صورت میں قرآن کے مضامین کی اصل وحقیقت کا انکشاف انہیں حضرات سے ہو سکتا ہے جو بہ تعلیم الٰہی ان تمام امور کے عالم ہیں۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ پ۳ ع ۹۔

ضرورت امام

امام کا ترجمہ پیشوا ہوتا ہے لیکن درحقیقت امام اس مقتدائے خلق وپیشوائے انام کا نام ہے جو خدا کی طرف سے جملہ دینی ودنیوی امور میں تمام مخلوق کا سردار عام ہوتا ہے امامت کا عہدہ منصب نبوت ورسالت کے علاوہ ہے نبی و

رسول و امام کے خطابات علیحدہ علیحدہ ہیں مگر سب ہم رشتہ ہیں سب کے واسطے منجانب اللہ سرداریاں ہیں اور ان سرداروں میں ایک دوسرے سے افضلیت کی جہات جداگانہ ہوتی ہیں۔ امامت کا منصب کہیں رسالت کے ساتھ رہا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی امامت ہے اور کبھی رسالت کی نیابت کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح کہ پیغمبر اسلام کے بعد بارہ امامتیں ہوئیں جن کو خلافت بھی کہا جاتا ہے اور جب سے نبوت و رسالت ختم ہوئی ہے لفظ امام کا استعمال اسی خاص صورت میں ہو رہا ہے یہ ائمہ اثنا عشر رؤساء الٰہی اور خلفاء رسول و اوصیاء رسول ہیں امام کا تقرر و انتخاب وہ کارِ الٰہی ہے جس کی حکمت الٰہیہ ذمہ دار ہے جس طرح رسول بھیجنا کتاب نازل کرنا معجزات کا اظہار تمام کام قدرت سے متعلق ہیں اسی طرح خلیفہ رسول امام کا مقرر کرنا بھی اسی کا کام ہے اور زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی انسان کی عقل اس کے لئے انبیاء و مرسلین سے بھی اوّل ہادی ہے یہ خدا کی باطنی حجت اور منجانب اللہ پوشیدہ پیغمبر ہے جس سے کام لینے کے لئے خداوند عالم نے جا بجا قرآن میں متوجہ فرمایا ہے اس رہنما کا یہ کہنا ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ایسے انسان کامل کے موجود ہونے کی ضرورت ہے جو دنیا والوں کے نقائص کو کمالات سے بدل سکے ہر گلّے کا اک نگہبان ہوتا ہے صحرائی جانوروں میں بھی پیشرو ہوتا ہے چیونٹیوں تک میں بھی ایک رہبر ہوتا ہے شہد کی مکھیوں میں ایک سردار اور امیر النحل کا ہونا ضروری ہے تو نوع انسان جو اشرف المخلوقات ہے بدرجہ اولیٰ اس کی حقدار ہے کہ کسی وقت بھی بغیر خدائی سردار کے نہ رہے جب انسان کی پیدائش ہی میں قدرت نے یہ اہتمام فرمایا ہے کہ اس کے اعضاء و جوارح کو ایک بادشاہ کی ماتحتی میں دے دیا ہے جس کا نام قلب ہے اور یہ سلطان الاعضا اپنی اس رعایا کو بے راہی سے بچاتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود انسان پر کوئی حاکم معیّن نہ ہو اور

خداوند عالم اس خلقِ کثیر اور جمِ غفیر کو بغیر اپنے بنائے ہوئے حکمران کے چھوڑ دے وہ اپنے بندوں کو کسی زمانہ میں بھی خواہ گزشتہ ہو یا آئندہ کسی وقت سیدھے راستے کی تلاش میں حیران و پریشان نہیں چھوڑ سکتا چہ جائیکہ ایسے دور میں جبکہ نبوّت کا دروازہ بالکل بند ہو چکا ہو شیطان بہکانے کے لئے موجود ہو یہ ناممکن ہے کہ منجانب اللہ کوئی خدائی رہنما نہ ہو یقیناً خدا کی طرف سے بنائے ہوئے دین و دنیا کے سردار کا وجود ضروری ہے اگر رسول نہیں ہوتا تو جانشین رسول ہوتا ہے جس کے لئے خدا حکم دیتا ہے اسی کو رسول اپنا قائم مقام بناتا ہے اور اس کی اُمّت سے اس کام کا کوئی تعلق نہیں ہوتا امام کا انتخاب باختیار الٰہی ہے اس نے تو اپنے بندوں کو آگاہ فرما دیا ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ پ۲۰ ع ۱۰۔

اِنتخاب خلیفہ و امام

رسول کا خلیفہ مقرر کرنا حق خدا و رسول ہے دنیا والوں کا حق نہیں ہے نہ عقل تسلیم کرتی ہے نہ تاریخ عالم میں اس کا پتہ ملتا ہے کہ کسی رسول کا خلیفہ برحق اس کی امت نے بنایا ہو قرآن میں کوئی چھوٹی سی آیت بھی ایسی نہیں جو اس کا ثبوت ہو کہ رسول کا قائم مقام بنانے کی اجازت خداوند عالم نے بندوں کو دے دی ہے بلکہ قرآن اس کے خلاف ہے اگر کہیں دین و دُنیا کے رئیس عام کا انتخاب لوگوں کے ہاتھ میں ہوتا تو وہی صورت نظر آتی جو آجکل دُنیا کی ہر مملکت میں ملکی نمائندوں کے انتخاب پر پیش آتی ہے کہ مختلف خیالات کی جماعتیں بن جاتی ہیں کوئی جماعت ایک شخص کو چاہتی ہے کوئی دُوسرے کی طرف ہوتی ہے اور اکثریت اقلیت پر غالب آجاتی ہے کمزور گروہ کو خاموش

ہونا پڑتا ہے اس کی مصلحتیں خاک میں مل جاتی ہیں۔ بفرض محال اگر مدبر لوگوں کی تدبیر سے کوئی ایسی صورت نکل آئے کہ متحدانہ انتخاب ہو جائے تو بھی غلط ہوگا کیونکہ ہر رائے دہندہ خطاکار ہے اس سے غلطی کا امکان ہے اور خطاکاروں کا مجموعہ بھی خطاکار ہی ہوتا ہے جس کا انتخاب ہرگز قابل اطمینان نہیں ہو سکتا یہ شرف تو خدا ہی کے انتخاب کو حاصل ہے کہ وہ ہر مفسدے سے پاک اور بندوں کے لئے عین مصلحت ہوگا وہ ہر بھلائی کی ضمانت اور اسلامی مساوات کی دلیل ہے حضرت موسیٰ علیہ السّلام جب کوہ طور پر توریت لینے گئے ہیں تو بنی اسرائیل میں سے جن کی تعداد سات لاکھ تھی ستر صاحبان منتخب کئے اور ان بزرگان قوم کو مومن مخلص سمجھ کر اس گواہی کے واسطے کہ خدا نے باتیں کی ہیں اپنے ساتھ لے گئے تھے مگر سب کے سب بے ایمان نکلے اور کہنے لگے کہ ہم نے آواز تو سنی لیکن جب تک خدا کو دیکھ نہ لیں کیسے یقین کریں کہ اسی نے کلام کیا ہے بالآخر بجلی گری اور سب ختم ہو گئے بھلا کلیم اللہ کے انتخاب میں یہ صورت پیش آئے تو دوسرے گنہگار بندوں کے انتخاب کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے پھر یہ کہ اگر خلیفۂ رسول کا بنانا بندوں کے اختیار میں ہو تو اپنے بنائے ہوئے سردار کو وہ معزول بھی کر سکتے ہیں لہٰذا اس سے خلیفہ و خلافت کا وقار باقی نہیں رہتا لیکن خدا کا بنایا ہوا خلافت کا حقدار ہر حالت میں حق دار ہی رہتا ہے اور رعیت کی بغاوت کسی طرح اس حق کو ختم نہیں کر سکتی غصب حق سے سلب حق نہیں ہوتا خدا کا دیا ہوا حق پائیدار حق ہوتا ہے اور حق لوگوں کی رائے کا کبھی پابند نہیں ہو سکتا خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط پ ۱۸ ع ۴

یعنی حق اگر ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتا تو آسمان و زمین اور وہ لوگ جو ان میں ہیں سب برباد ہو جاتے۔

خداوند عالم نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السّلام کو خلیفہ بنایا۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ط پ ۱ ع ۴

یعنی اے رسول اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے یہ کہا تھا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں اس آیت میں حضرت آدمؑ کی نبوت کا ذکر نہیں بلکہ خلافت کا ذکر ہے جو خلافت الٰہیہ ہے خدا کیطرف سے روئے زمین پر سرداری ہے یہ نبی و رسول کو بھی ملتی ہے اور ان کے جانشین کو بھی ملتی ہے اس کا یہ ارشاد کہ میں خلیفہ بنانے والا ہوں اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہی ہمیشہ بناتا رہے گا اور آئندہ بھی خلافت اسی کے اختیار میں ہے خواہ نبوّت و رسالت کے ساتھ ہو یا ان کی نیابت کے ساتھ ہو۔ اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت ہے یَا دَاؤدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِی الْاَرْضِ پ۲۳ ع ۱۱ اور خداوند عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امام بنایا۔ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ پ۱ ع ۵ یعنی خداوند عالم نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں اس آیت میں حضرت ابراہیم کی امامت کا ذکر ہے اس برگزیدہ ہستی میں نبوت و رسالت و خلّت و امامت سب جمع ہو گئی تھیں وہ نبی بھی تھے خلیل بھی تھے امام بھی تھے ہر نبی و رسول کا امام ہونا ضروری نہیں ہے نہ ہر امام کا نبی یا رسول ہونا ضروری ہے انکے علاوہ خداوند عالم نے حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وزیر بنایا وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِیْ هٰرُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِیْ وَاَشْرِكْهُ فِیْ اَمْرِیْ۔ پ۱۶ ع ۱۱ یعنی موسیٰؑ نے عرض کیا اے میرے پروردگار میرے کنبے میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اس کے ذریعہ سے میری پشت قوی کر دے اور اس کو میرا شریک فرما۔ دُعا قبول ہوئی حضرت ہارون وزیر بنا دیئے گئے ایسے ہی قائم مقام کو خلیفہ کہا جاتا ہے اس وزارت سے مطلب ان کی نبوت نہیں ہے بلکہ خلافت ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ کا قول قرآن میں موجود ہے وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ پ۹ ع ۷ یعنی موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے خلیفہ رہو اس واقعہ سے دو باتیں بہت صاف ہو گئیں ایک یہ کہ جب حضرت موسےٰ جیسے رسول کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ اپنا خلیفہ خود مقرر کر لیں تو عوام النّاس کو کیسے یہ حق ہو

سکتا ہے کہ کسی رسول کا خلیفہ جس کو چاہیں خود ہی بنالیں دوسری یہ بات کہ کلیم اللہ کا اپنے بھائی کو خلیفہ بنانا کوہ طور پر جاتے وقت ہوا تھا انہوں نے چالیس دن کے سفر میں بھی اپنی امت کو بغیر سردار چھوڑنا گوارا نہ کیا تو کوئی رسول بحکم الٰہی اپنا قائم مقام بنائے بغیر کیسے سفر آخرت کر سکتا ہے ناممکن ہے کہ وہ نامعلوم مدّت کے لئے اپنی امت کو بے خلیفہ و پیشوا کے چھوڑ جائے غرضکہ قرآن کی بہت سی آیات و سیرت انبیاء سابقین سے یہی قاعدہ ثابت ہو رہا ہے کہ خلیفہ و امام بنانا خدا ہی کا کام ہے اور اوّل روز سے یہی دستور الٰہی رہا ہے اور خدا کی عادت میں کسی وقت تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۵ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۵ پ ۲۲ ع ۱۷ -

شرطِ عصمت

ہر زمانہ کے امام خلیفہ رسول کا تقرر منجانب اللہ ہوتا ہے اسی صاف انتخاب و اختیار کا نام نص ہے جس کو خدا معیّن فرمائے گا اسی کو رسول اپنا جانشین بنائے گا اور اس طرح خدا اور رسول دونوں کی طرف سے وہ منصوص ہوگا۔ یہ پیشوا تمام علوم دینیّہ و دنیویّہ احکام شرعیہ سیاسیات مدنیّہ کا عالم، جملہ صفات کمال میں ساری رعایا سے افضل ہر عیب سے بری، صاحب اعجاز ہوتا ہے یہ سردار عالم ابتدائے عمر سے لے کر آخر عمر تک تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہر خطا و معصیت سے محفوظ ہوگا ایسی ہی ذات کو معصوم کہتے ہیں اور اسی صفت کا نام عصمت ہے جس کے بغیر کسی کو خلافت و امامت نہیں مل سکتی -

چونکہ عصمت ایک پوشیدہ وصف ہے جس کو ہر شخص نہیں پہچان سکتا اس لئے بھی یہ سردار خدا کی طرف سے معیّن ہوتا ہے وہ پیدا کرنے والا ہی اس کا خوب عالم ہے اور اسی کی تعلیم سے معصوم کو معصوم ہی جان سکتا ہے پھر جب خدا و رسول کی طرف سے خلیفہ منصوص ہوگا تو سب لوگ آسانی سے سمجھ لیں گے کہ یہی معصوم

ہے اور خلافت کا حقدار ہے، معصوم عصمت کی وجہ سے گناہ نہ کرنے پر مجبور نہیں ہے بلکہ خداوند عالم کی طرف سے ایسی مہربانیاں اس کے شامل حال ہوتی ہیں کہ باوجود گناہ پر قادر ہونے کے گناہ نہیں کرتا قرآن میں کسی بات پر جو بعض انبیاء کے استغفار و توبہ کا ذکر ہے تو وہ عصمت کے خلاف نہیں ہے بلکہ ترک اولیٰ ہے جو گناہ نہیں ہوتا معصوم کے لئے تو سنتی کاموں کا ترک بھی قابل گرفت ہے معصوم کے واسطے تو بغیر کسی گناہ کے توبہ و استغفار کا حکم ہے تاکہ خدا کے سامنے ان کا انکسار قائم رہے اور دوسروں کو بھی نصیحت ہو کہ باوجود بے گناہی کے معبود کے لئے اس طرح سر جھکایا جاتا ہے معصوم تو کھانے پینے وغیرہ میں بھی اپنی تھوڑی دیر کی مشغولیت کو خطا سمجھتا ہے اور ایسے ہی سلسلوں میں مغفرت اور توبہ کی دعائیں ہوتی ہیں اس لئے تو کہا گیا ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ معمولی نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین بارگاہ الٰہی کے لئے برائیاں ہو جاتی ہیں۔

خلیفہ رسول کا بڑا کام ناموس شریعت کی حفاظت ہے اور محافظ وہی ہو سکتا ہے جو خود ہر خطاؤ غلطی سے پاک ہو ورنہ اس کے قول و عمل پر وثوق نہیں ہو سکتا جب پیشوا جھوٹ بول سکتا ہے تو اس کی ہدایت کو کیسے سچا سمجھا جائیگا جس کی خود فضیحت ہو وہ دوسروں کو کیا نصیحت کر سکتا ہے جس کو خود اپنی خبر نہ ہو اس سے دوسروں کی خبر گیری نہیں ہو سکتی ایسا شخص دین و دنیا کا حاکم نہیں ہو سکتا جو خدا کا نافرمان رہ چکا ہو یا شیطان کے بہکانے سے نافرمانی کر سکے اس حکومت کے لئے تو ایسا انسان کامل ہونا چاہئے جو اپنے پیدائشی تقرب الٰہی کی وجہ سے کبھی کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو سکے اس کی ہر رفتار و گفتار سچائی پر مبنی ہو رعایا کو اس کی طرف سے صحیح رہنمائی کا اطمینان ہو اور یہ سمجھ کر سب مطمئن رہیں کہ اس ہادی اور رہنما پر شیطان کا قابو نہیں چل سکتا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام امام بنائے گئے تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ میری اولاد میں سے بھی امام بنائے گا ارشاد ہوا بناؤں گا تو مگر یہ عہدہ ظالموں میں سے کسی کو نہیں پہنچ سکتا یہ فرمان اس کا ثبوت ہے

کہ امامت میں عصمت کی شرط ہے کیونکہ ہر گنہگار ظالم ہے۔ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ط
قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ٥ پ ع ۱۵

پہلا بیان ذکر امامت و خلافت

اوّل امام امیر المومنین علیہ السّلام

تمہید مذکور سے یہ امر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ عموماً ہر رسول کا خلیفہ خداوند عالم کی طرف سے مقرر ہوتا ہے اور کوئی دلیل عقلی و نقلی یہ نہیں بتاتی کہ اس کا حق خدا اور رسول کو نہ ہو اور نہ کہیں اس کا ثبوت ملتا ہے کہ پچھلی امتوں سے کسی امت نے خود اپنے رسول کا خلیفہ و جانشین بنایا ہو، یہ بھی بیان ہو چکا کہ اس عہدہ کے کیا کیا شرائط ہیں اور منجانب خدا و رسول امامت و خلافت کے لئے منتخب ہونے والا کن اوصاف سے متصف ہوتا ہے اسی دستور کی بنا پر خداوند عالم کے حکم سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی زندگی میں امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السّلام کو اپنا خلیفہ و جانشین بنایا جو رسول خدا کے نور مبارک میں شریک برادر چچازاد بھائی اور حضرت کی اکلوتی بیٹی سیدۂ عالم فاطمہُ زہرا صلوات اللہ علیہا کے شوہر نامدار اور جوانان جنت کے سردار امام حسن اور امام حسین علیہ السلام کے پدر بزرگوار ہیں یہی رسول اللہ کی وفات کے بعد منصوص خلیفہ بلا فصل حضرت کے قائم مقام اور پہلے امام ہیں جن کی فضیلت و خلافت و امامت کے سلسلہ میں بکثرت آیاتِ قرآن اور وقتاً فوقتاً پیغمبر اسلام کے سینکڑوں فرمان اور آخر زمانہ حیات میں ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں صاف صاف اعلان یہ تمام چیزیں خلافت امیر المومنین کی ایسی مستحکم و مضبوط شہادتیں اور ناقابل انکار دلیلیں ہیں جو آسمانِ اسلام پر ستاروں کی طرح روشن ہیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی خدا کے گھر میں پیدا ہوئے اور رسول خدا کی آغوش میں پرورش پائی پھر ایسے ساتھ رہے کہ ہر موقع پر حضرت کو کفار کے حملوں سے بچایا اسلام کی حفاظت کی بت گرائے کافروں کے سر کاٹے ہر کٹھن وقت میں اسلام کا عَلَم اٹھایا اور ایسا اٹھایا کہ کبھی سرنگوں نہ ہونے دیا پیغمبر اسلام بھی بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے جانشین کے مدارج و مراتب دنیا کے سامنے پیش کرتے رہے اور ان کے تذکروں سے برابر محفل رسالت کو سجائے رکھا، کبھی ارشاد ہوتا ہے اَنَا وَ عَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ یعنی میں اور علیؑ ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ یعنی میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں عَلِیٌّ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ رَاسِیْ مِنْ جَسَدِیْ یعنی علیؑ کی مجھ سے وہی منزلت ہے جو میرے سر کی میرے جسم سے ہے عَلِیٌّ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی یعنی علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسےٰ سے تھی عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ حَیْثُمَا دَارَ یعنی علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ ہے پروردگارا حق کو اسی طرف پھیرنا جس طرف علیؑ پھریں، کبھی امیرالمومنین کے میدانِ کارزار میں جانیوقت زبان رسالت یوں گہرافشاں نظر آتی ہے بَرَزَ الْاِیْمَانُ کُلُّہٗ اِلَی الْکُفْرِ کُلِّہٖ ہ یعنی کل ایمان پورے کفر کے مقابلہ کو جا رہا ہے کبھی لڑائی سے فراغت کے بعد اس طرح اظہار عظمت کیا جاتا ہے ضَرْبَۃُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ یعنی جنگ خندق میں علیؑ کی ضربت تمام جن وانس کی عبادت سے بڑھ کر ہے کبھی ذات امیرالمومنین میں انبیاء کی تصویریں اس طرح دکھائی جاتی ہیں۔ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اٰدَمَ فِیْ عِلْمِہٖ وَاِلٰی نُوْحٍ فِیْ فَہْمِہٖ وَاِلٰی اِبْرَاهِیْمَ فِیْ خُلَّتِہٖ وَاِلٰی مُوْسٰیؑ فِیْ مُنَاجَاتِہٖ وَاِلٰی دَاوٗدَ فِیْ قُوَّتِہٖ وَاِلٰی سُلَیْمَانَ فِیْ بَهْجَتِہٖ وَاِلٰی یُوْسُفَ فِیْ جَمَالِہٖ وَاِلٰی اَیُّوْبَ فِیْ صَبْرِہٖ وَاِلٰی یَحْیٰی فِیْ زُهْدِہٖ وَاِلٰی عِیْسٰیؑ فِیْ سُنَّتِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب فَاِنَّ فِیْہِ تِسْعِیْنَ خَصْلَۃً مِنْ خِصَالِ الْاَنْبِیَاءِ جَمَعَھَا اللّٰہُ فِیْہِ وَلَمْ یَجْمَعْھَا فِیْ غَیْرِہٖ۔ یعنی جو شخص چاہے کہ آدمؑ

کا علم دیکھے اور نوحؑ کا فہم دیکھے ابراہیمؑ کی خلت دیکھے اور موسےٰ کی مناجات دیکھے اور داؤدؑ کی قوت دیکھے اور سلیمانؑ کی شادمانی دیکھے اور یوسفؑ کا جمال دیکھے اور ایوبؑ کا صبر دیکھے اور یحییٰؑ کا زہد دیکھے اور عیسیٰؑ کا طریقہ دیکھے اس کو چاہیئے کہ علیؑ ابن ابیطالب کو دیکھ لے کیونکہ ان میں انبیاء کی خصلتوں میں سے نوّے خصلتیں ہیں جنکو خداوند عالم نے انکی ذات میں جمع فرما دیا ہے اور انکے غیر میں انکو جمع نہیں کیا یہی وہ امام مبین ہیں جن میں ہر چیز گھری ہوئی ہے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۵ پ۲۲ ع ۱۸۔

آیۂ اَنْذِرْ

رسالت کے شروع زمانہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں جو انیسویں پارہ کے پندرہویں رکوع میں ہیں وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۵ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۵ یعنی اے رسول تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ اور جو ایمان والے تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان کے سامنے اپنا بازو جھکاؤ، اس حکم کے آنے کے بعد رسول اللہ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا کہ کچھ روٹی بکرے کی ایک ران اور تھوڑے سے دودھ کا سامان کرو جب شام ہوئی تو حضرت نے قریش کے چالیس آدمیوں کو دعوت دی جب وہ آئے اور کھانا ان کے سامنے رکھا گیا تو اوّل حضرت نے اس کو اپنا ہاتھ لگایا پھر ان سے کھانے کے لئے فرمایا سب نے خوب پیٹ بھر کر کھایا حالانکہ وہ ایک آدمی سے زیادہ کا کھانا نہ تھا اس کے بعد حضرت نے کچھ کہنا چاہا تو ابولہب بات کاٹ کر بولا کہ بڑا سخت جادو کیا گیا ہے یہ سنتے ہی سب کھڑے ہو گئے اور چل دیئے دوسرے روز پھر کھانے کا سامان کیا گیا اور یہ لوگ بلائے گئے جب کھانے سے فراغت ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ اے عبدمناف کی اولاد میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی خوبی اور ایسی خوشخبری لے کر آیا ہوں کہ اس سے پہلے کوئی تمہارے پاس نہیں لایا اور خداوند عالم نے مجھ کو اس کی طرف تمہیں بلانے کا حکم دیا ہے تم میں کون ایسا ہے جو میرا وزیر بنے اور میرے کام میں میری مدد کرے تاکہ وہ میرا بھائی اور میرا وصی اور میرا خلیفہ ہو، یہ سن کر کسی نے کچھ جواب نہ

دیا سوائے حضرت علی علیہ السلام کے آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں تین مرتبہ حضرت نے یہ تحریک کی لیکن سب خاموش رہے اور صرف حضرت علی علیہ السلام ہی جواب دیتے رہے تب حضرت نے فرمایا اے علیؑ تم ہی میرے وزیر میرے وصی میرے بھائی میرے خلیفہ ہو، تفسیر درمنثور علامہ سیوطی و مسند احمد بن حنبل۔ وغیرہ حضرات اہلسنّت کی کتابوں میں بھی دعوت قریش کے خاص اس جلسے کا ذکر ہے، جناب رسول خدا نے رسالت کے ابتدائی نازک وقت میں ہی امیرالمومنین کو خلیفہ فرمادیا جو بڑے شاندار کلمات کے ساتھ خلافت کے حق دار کا صاف صاف اظہار ہے۔ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ پ۱۱ ع۱۳

آیۂ بَلِّغ

آخر زمانہ رسالت میں رسولؐ اللہ نے اپنی وفات سے دو مہینے دس روز قبل بتاریخ ۱۸۔ ذی الحجہ ۱۰ھ خلافت کا آخری جشن اس وقت منعقد فرمایا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی جو چھٹے پارے کے چودھویں رکوع میں ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ یعنی اے رسولؐ تم اس حکم کو پہنچادو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کا کوئی پیغام ہی نہ پہنچایا اور خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا یقیناً خدا کافروں کی قوم کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا چونکہ عرصہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ تھا کہ امیرالمومنین علیہ السّلام کی خلافت کا خاص طریقہ سے عام اعلان فرمائیں مگر کچھ لوگوں کی مخالفت وفتنہ وفساد رونما ہونے کے خوف سے تامل فرما رہے تھے اس لئے آخری حج سے فراغت کے بعد راستہ ہی میں یہ تاکیدی آیت آئی کہ ہم نے جو حکم دیا ہے وہ لوگوں تک پہنچادو ورنہ تمہاری رسالت بے کار ہو جائے گی اور کسی کی شرارت سے مت ڈرو

خدا نگہبان ہے جس پر حضرت نے غدیر خم کے مقام پر ایک لاکھ آدمیوں کے مجمع میں حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کا اس طرح عام اعلان فرمایا کہ کجاووں کے منبر پر تشریف فرما ہوئے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے پاس کھڑا کیا اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سارے مجمع سے دریافت کیا۔ اَیُّھَا النَّاسُ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ یعنی کیا میں تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے اولےٰ نہیں ہوں سب نے جواب دیا کہ بے شک آپ اولےٰ ہیں اس کے بعد حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل نمایا ہوگئی اور فرمایا مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ یعنی میں جس کا مولا ہوں علیؑ اس کے مولا ہیں پروردگار اس کو دوست رکھنا جو علیؑ کو دوست رکھے، اسے دشمن رکھنا جو علیؑ سے دشمنی رکھے اس کی مدد کرنا جو علیؑ کی مدد کرے اس کو ذلیل کرنا جو علیؑ کو ذلیل کرے جب حضرت یہ کار رسالت انجام دے چکے تو یہ آیت نازل ہوئی جو اسی پارے کے پانچویں رکوع میں ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًاط یعنی آج تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے واسطے دین اسلام کو پسند کیا، اس روز کی یہ نعمت سب سے بڑی خدا کی نعمت ہے جس پر اس کا شکر ادا کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے ایسا نہ ہو کہ کفران نعمت ہو جائے۔ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَۃِ اللّٰہِ ھُمْ یَکْفُرُوْنَ ۵ پ ۱۴ ع ۱۶ -

حدیث غدیر

غدیر کا یہ عظیم الشان واقعہ تمام مسلمانوں کو تسلیم ہے باوجودیکہ جملہ احکام الٰہی کی تبلیغ ہو چکی تھی لیکن پھر بھی اس شدّ و مد اور تاکید شدید کے ساتھ خداوند عالم کا یہ حکم کہ اس کام کو نہ کیا تو کچھ بھی نہ کیا جس پر رسول اللہ کا غدیر خم میں

قیام اور مجمع عام کے لئے ایسا اہتمام و انتظام کہ رسالت کے شروع سے لیکر آخر تک کسی حکم خدا کی تعمیل و تعلیم میں نہ ہوا تھا گرم ہوا چل رہی تھی ایسی دھوپ تھی کہ پاؤں زمین پر نہ رکھے جاتے تھے لوگ سروں پر چادریں عبائیں ڈالے ہوئے تھے ایسے وقت ایک لق و دق میدان میں ٹھہرنا اس مقام کو کانٹوں سے صاف کرانا، ان مسلمانوں کو جو آگے بڑھ گئے تھے۔ حَیَّ عَلیٰ خَیْرِ الْعَمَلْ کی آوازوں سے پکار پکار کر بلوانا، جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کرنا، ہزاروں آدمیوں کا اجتماع، اونٹوں کے پالان سے منبر کی تیاری، حضرت کا اپنے ہاتھ سے امیرالمومنینؑ کے سر پر عمامہ باندھنا ان کو اپنی برابر کھڑا کرنا منبر پر خطبہ کے بعد اپنی حکومت و اولویّت کا سب سے اقرار لینا، امیرالمومنینؑ کا بازو پکڑ کر بلند کرنا دیکھنے والوں کو ان کی صورت دکھانا سُننے والوں کو اچھی طرح سمجھانا، قولی و عملی دونوں حیثیتوں سے حکم خدا کا بجالانا، ان کی مولائیت کا اعلان فرمانا، جس کے بعد خدا کی طرف سے تکمیل دین کی سند کا نزول اصحاب کا ان کو امیرالمومنین کہہ کر سلام ان لوگوں کی مبارک بادیں، شاعروں کی نظمیں یہ تمام امور کھلی ہوئی شہادت دے رہے ہیں کہ غدیر خم کا یہ بےمثال جلسہ خلافت امیرالمومنین علیہ السّلام کی بےنظیر محفل تھی اور ان کی تاجپوشی کا جشن تھا۔

غدیر خم کے اس جلسہ میں افصح العرب پیغمبر اسلام کا یہ وہ کلام ہے جس میں امیرالمومنینؑ کے لئے لفظ مولا استعمال فرمایا ہے اور وہ بھی اس تمہید کے بعد کہ کیا میں تمہارے واسطے تمہاری جانوں سے اولےٰ نہیں ہوں، اس اسلوب سے بالکل واضح ہو رہا ہے کہ جو بات پہلے سوال میں تھی وہی دوسرے بیان میں ہے جو اولےٰ کے معنی وہی مولا کے معنی ہیں جو اولویّت و حکومت کی صورت لفظ اولےٰ میں ہے وہی لفظ مولا میں ہے چونکہ رسول اللہ کی حیات طیبہ کا زمانہ آخر ہو چلا تھا کہ ایسے وقت میں لوگ اپنے بعد کا انتظام کیا کرتے ہیں اس لئے حضرت نے بحکم الٰہی آئندہ کے لئے اپنے قائم مقام کے متعلق کھلا ہوا فیصلہ

عام طور سے سُنا دیا اور یہ کہہ کر ان کو اپنا جانشین دکھا دیا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ مولا ہے جو مولائیت میرے لئے ہے وہی مولائیت علیؑ کے لئے ہے اس موقع پر لفظ مولا سے بڑھ کر کوئی لفظ نہ تھا اس میں ایسی جامعیت تھی کہ ہر ہر پہلو پر روشنی پڑ رہی تھی۔ مولا کے تو یہ معانی ہیں کہ جس طرح میں تمہارا سردار ہوں اسی طرح علیؑ تمہارے سردار ہیں جس طرح میں تم پر حاکم ہوں اسی طرح علیؑ تم پر حاکم ہیں وہ مثل میری اولےٰ بتصرف ہیں تمہاری جان کے مالک ہیں تمہارے مربی ہیں تمہارے محسن ہیں تمہارے آقا ہیں تمہارے ناصر و مددگار ہیں ان کی اطاعت کرو ان سے محبّت رکھو اور ہر حال میں ان کی مدد کرو، یہ اس معجزہ نما کلام کا اعجاز ہے کہ رسولؐ اللہ نے ایک لفظ مولا ارشاد فرمایا جو ان تمام باتوں پر حاوی ہے گویا کہ حضرت نے تاکید پر تاکید تکرار پر تکرار کے ساتھ امیرالمومنینؑ کی اس ریاست عامہ کو مفصل بیان فرما دیا جس کا نام امامت و خلافت ہے۔

غدیر خم کی یہ وہ مجلس تھی جس کے انعقاد کے لئے سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ بھی آچکا تھا جو تیسویں پارہ کا انیسواں رکوع ہے جس میں بسم اللہ کے بعد اوّل کچھ احسانات کا اس طرح تذکرہ ہے کہ اے رسول کیا ہم نے تمہارا سینہ علم سے کشادہ نہیں کیا، ہم نے تو تمہارے تبلیغی احکام کے اس بوجھ کو جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی وزارت کے ذریعہ ہلکا کر دیا، اور تمہارا ذکر بھی بلند کیا، بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے، یقیناً دشواری کے ساتھ سہولت بھی ہے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۝ یعنی جب تم آخری حج سے فارغ ہو جاؤ تو خلیفہ مقرر کردو پھر اپنے پروردگار کی طرف رغبت کرو موت کے لئے تیار ہو جاؤ۔

غدیر خم یہ وہ اجلاس تھا جس کی کارروائی سے انکار کرنے والے پر دُنیا ہی میں عذاب نازل ہو چکا ہے انتیسویں پارہ کے ساتویں رکوع سورۂ معارج کے شروع میں یہ آیتیں ہیں سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ ۝ مِّنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَارِجِ ۝

یعنی ایک مانگنے والے نے کافروں پر ہونے والے عذاب کو مانگا جس کا کوئی ٹالنے والا نہیں جو بڑے درجوں والے خدا کی طرف سے تھے، ان آیتوں کی شان نزول یہ ہے کہ جب غدیر خم پر امیر المومنینؑ کی خلافت کا اعلان ہو گیا اور تمام اطراف میں خبر پہنچی تو حارث بن نعمان فہری مدینہ میں آیا اور اپنے اونٹ سے اتر کر اس کو باندھکر رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچا اس وقت اصحاب کا بھی مجمع تھا اس نے آتے ہی یہ کہا کہ اے محمدؐ تم نے توحید کے لئے کہا ہم نے اس کو مان لیا اقرار رسالت کے لئے کہا ہم نے اقرار کر لیا نماز کے واسطے کہا ہم نے اس کو پڑھا روزہ کو کہا ہم نے رکھا حج کو کہا یہ بھی کیا مگر اس پر بھی تمہیں چین نہ آیا اور اپنے چچا زاد بھائی کو ہم پر حاکم بنا دیا اب بتاؤ کہ یہ تم نے اپنی طرف سے کہا ہے یا خدا کی طرف سے ہے حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم خدا کی طرف سے ہے یہ سنتے ہی حارث الٹے پاؤں لوٹا اور یہ کہتا ہوا چلا کہ خداوندا اگر محمدؐ سچ کہتے ہیں تو آسمان سے پتھر یا کوئی عذاب نازل کر، ابھی وہ سواری تک نہ پہنچا تھا کہ اس کے سر پر ایک پتھر گرا جو اس کے پاخانہ کے مقام سے نکل گیا اور وہ ہلاک ہو گیا اسی وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

غدیر خم کی یہ محفل سب سے بڑی تبلیغی محفل تھی اور خلافت جناب امیرؑ کا اعلان ایسا مہتم بالشان کام تھا جس کے بعد دین مکمّل ہوا خدا کی نعمتیں پوری ہو گئیں اور اس کی طرف سے اسلام کے پسندیدہ ہونیکی سند آئی اگرچہ یہ آیۂ اَکْمَلْتُ لَکُمْ قرآن میں اوّل لکھی ہوئی ہے اور آیہ بَلِّغْ بعد میں ہے جس کا سبب یہ ہے کہ قرآن کی ترتیب موافق تنزیل نہیں ہے سورتیں اور آیتیں اس طرح مرتب نہیں ہوئیں جس طرح وہ نازل ہوئی تھیں بلکہ بہت سی پہلے آنے والی بعد میں ہیں اور بعد میں آنے والی پہلے ہیں اسی صورت سے آیہ بَلِّغْ جو پہلے آئی تھی بعد میں درج ہے اور آیۂ اَکْمَلْتُ جو اس کے بعد نازل ہوئی تھی پہلے ہے، اس میں اَلْیَوْمَ یعنی آج کی قید کھل کر بتا رہی ہے کہ اس آیت کی ساری باتیں عید غدیر والی تبلیغ سے

متعلق ہیں اور یہی طریق علیؑ مرتضےٰ ہے جو محمد مصطفٰےؐ نے بنایا اور جس سے علی اعلیٰ راضی ہوا۔

غدیر خم کی یہ حدیث متواتر حدیث ہے اور سو سے زیادہ اصحاب رسولؐ اور ازواج رسولؐ اس کے راوی ہیں ایک سو تر سٹھ علماء محدثین نے اس کو نقل کیا ہے، حدیث غدیر سے کوئی اسلامی فرقہ انکار نہیں کرتا تفسیر و حدیث و تاریخ کی صدہا کتابوں میں منقول ہے، حدیث غدیر کی تفصیلات و تشریحات اور اس کے راویوں کے حالات میں سینکڑوں کتابیں ہزاروں صفحات کی شائع ہو چکی ہیں تفسیر در منثور سیوطی تفسیر ثعلبی، تفسیر کبیر رازی، مسند احمد بن حنبل، شرح بخاری عینی، شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری، خصائص نسائی، سنن ابن ماجہ، مودۃ القربیٰ ریاض النضرہ، کنز العمال، مطالب السئول، صواعق محرقہ، تاریخ ابن کثیر، تاریخ ابن جریر وغیرہ کتب علماء اہلسنت میں یہ حدیث موجود ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ پ ۱ ع ۱ ۔

دُوسرا بیان ذکرِ امامت آئمہ اثنا عشر علیہم السّلام

تشیع کا لفظ متابعت سے تعلق رکھتا ہے جس کے معنی متابعت کے ہیں اور امیر المومنینؑ کے تابعین کو شیعہ کہا جاتا ہے، اثنا عشر کے معنی بارہ کے ہیں اس لئے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ وہ فرقہ کہلاتا ہے جو امیر المومنینؑ سے لے کر بارھویں امام علیہ السّلام تک سب کو ترتیب وار امام و خلیفۂ برحق و پیشوائے مطلق جانتا ہے اور ان جملہ حضرات کو معصوم ہر خطا و معصیت سے پاک ساری دُنیا سے افضل سمجھتا ہے اور تمام ضروریات دین و ملّت کا مقر ہے۔

یہ بارہ امام وہ حضرات ہیں جن کے تذکرے عالم انوار میں ہوتے رہے ہیں جن کا ذکر حضرت آدمؑ کے زمانہ سے چلا آرہا ہے یہی وہ گروہ ہے جس کے آستانہ

پر معیار خلافت سر بسجود ہے علوم الٰہیہ کا خزانہ ہے خداوند عالم نے بڑی بڑی نعمتیں اس گھر میں دی ہیں اور اس گھر نے دوسروں کو پہنچائی ہیں اسی گھر میں ملائکہ آتے رہے اسی گھر میں جنت سے میوے آئے اسی گھر میں حلے آئے اسی گھر میں رسول آئے اسی گھر میں امام آئے اسی گھر میں قرآن آیا اسی گھر سے خدا ملا ہے اسی گھرانہ کی مدح اور دشمنوں کی قدح سے قرآن بھرا ہوا ہے یہ گھرانہ عترت رسول مختار و اہلبیت اطہار کا وہ ولیّ نعمت خاندان ہے جس کا شکریہ ادا نہ کرنا کفران نعمت ہے اسی وجہ سے ان سب حضرات کے فضائل و مصائب کا ذکر عبادت قرار دیا گیا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ ان کے اوصاف و مناقب کے سُننے سُنانے سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے ان کے حالات و سیرت کے تذکروں سے بندگی معبود کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ جس کے بندے ایسے کامل ہوں تو خود وہ خدا کیسا با کمال ہوگا اسی بنا پر ان حضرات سے محبت رکھنا اور ان کی اطاعت واجب و لازم ہے پیغمبر علیہ السلام نے امیر المومنین کے لئے یہ دُعا فرمائی تھی جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ پروردگار اسی طرف حق کو پھیرنا جس طرف علیؑ پھریں حضرت نے یہ نہیں کہا کہ علیؑ کو اس طرف پھیرنا جدھر حق پھرے کیونکہ امیر المومنین ایسے مقتدا ہیں کہ حق بھی جن کا تابع و مقتدی ہے یہ امام حق بھی ہیں اور امام برحق بھی ہیں جس طرف یہ جائیں گے اسی طرف حق جائے گا جہاں یہ ہوں گے وہیں حق ہو گا پس اثنا عشری سلسلہ کا یہ وہ مُبارک راستہ ہے جو رسول خدا نے دکھایا اور خدا نے اس پر چلنے کا حکم دیا کہ یہی میرا مقرر کیا ہوا سیدھا راستہ ہے اس صراط مستقیم پر چلتے رہنا اور دُوسرے راستوں پر نہ جانا ورنہ خدا کے راستہ سے بھٹک کر متفرق ہو جاؤ گے۔ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ط پ ع ۶

حدیث اثنا عشر

یہی وہ بارہ امام ہیں جن کے بارے میں پیغمبر اسلام کی بہت کچھ پیشین گوئیاں کتابوں میں موجود ہیں یہی وہ بارہ آئمہ و خلفاء ہیں جن کے متعلق آئمہ اثنا عشر والی روایات ہیں جو امیرالمومنین علیہ السّلام و سیّدہ نساء عالمین فاطمۂ زہرا صلوات اللہ علیہا و امام حسن علیہ السّلام و امام حسین علیہ السّلام سے اور بڑے بڑے اصحاب و صحابیات ام سلمہ و عبداللہ بن عباس و ابوذر غفاری و سلمان فارسی و عمار یاسر و جابر بن عبداللہ انصاری و ابو قتادہ و انس بن مالک و زید بن ارقم و زید بن ثابت وغیرہ سے مروی ہیں اسی طرح حضرات اہلسنّت کی کتب معتبرہ میں صحاح میں بہت سی روائیتیں ہیں کہیں یہ الفاظ ہیں لَا یَزَالُ الدِّیْنَ قَائِمًا حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃَ وَیَکُوْنَ عَلَیْھِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْش۔ یعنی پیغمبر علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ دین ہمیشہ قائم رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور بارہ خلیفہ ہو جائیں جو سب کے سب قریش سے ہوں گے کہیں یہ کہ میرے بعد بارہ امام ہوں گے کبھی یہ کہ نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق بارہ خلیفہ ہوں گے کبھی یہ کہ یہ دین بارہ خلفا تک باعزّت باقی رہے گا جو سب قریش سے ہوں گے، ان کے علاوہ دوسرے الفاظ کی بھی روایتیں ہیں لیکن ان سب کا مضمون ایک ہے اور انہیں آئمہ طیبین و طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شان میں ہیں جو اہلبیت رسول و عترت رسول و جانشین رسول ہیں جن میں سے اس زمانہ کے امام و خلیفۂ وقت موجود ہیں ان حضرات کے علاوہ کوئی دوسری جماعت ان حدیثوں کا صحیح مصداق نہیں ہو سکتی حضرات آئمہ اثنا عشر علیہم السلام قبیلۂ قریش سے ہاشمی ہیں جو اس کے خاندانوں میں سب سے اعلےٰ و افضل خاندان ہے جن میں اوّل امام پیغمبر اسلام کے بھائی اور گیارہ فرزند ہیں ان امامتوں کے ثبوت میں

صرف پہلے امام کی خلافت کافی ہے جن کو بحکم خدا رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنا خلیفہ بنایا اور انہوں نے امام حسن علیہ السلام کو اپنا جانشین فرمایا انہوں نے اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو قائم مقام کیا اور اسی طرح بارھویں امام علیہ السلام تک یکے بعد دیگرے امامت کا سلسلہ جاری رہا کہ ہر امام معصوم نے اپنے بعد کے امام کو اپنا جانشین بنایا ہے اور آئمہ معصومین میں ہر ایک کا قول و فعل رسول اللہ کا قول و فعل ہے اور رسول اللہ کا قول و فعل خدا کا قول و فعل ہے اس لئے یہ سب حضرات خدا ورسول و امام سابق کی طرف سے منصوص ہیں اور اسی طرح یہ جملہ اسلامی خلافتیں ثابت و محقق ہیں جس طرح خداوند عالم نے بنی اسرائیل کے بارہ سردار مقرر فرمائے تھے۔ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ط پ ۶ ع ۷

(حدیث ثقلین)

یہی وہ حضرات ہیں جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرما گئے ہیں۔ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ وَاِنَّهُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ۔ یعنی میں دو بڑی بھاری نفیس چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا دوسرے اپنی عترت اپنے اہلبیت اگر تم ان دونوں کو پکڑے رہے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں، یہ بڑی معتبر و مسلم حدیث ہے جو حدیث ثقلین کے نام سے مشہور ہے بہت سے اصحاب رسول اس کے راوی ہیں اور بکثرت طریقوں سے مروی ہے، یہ بھی نقل ہے کہ حضرت نے مکّہ کے آخری حج کے موقع پر روز عرفہ اپنے خطبہ میں جبکہ ناقہ پر سوار تھے یہ کلام فرمایا اور غدیر خم کے موقع پر بھی یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے اور مدینہ میں بھی یہ ہدایت کی بلکہ وقت وفات آخری کلام حضرت کا یہی مضمون تھا کہ میرے بعد میرے اہلبیت کے ساتھ رہنا۔

پیغمبر اسلام کے یہ دونوں مترد کے علوم الدنیۃ اور اسرار حکمیہ واحکام شرعیۃ کے خزانے ہیں جن کی اقتدا و پیروی کا حضرت نے عام حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی ایسی کتاب پر عمل جس کے مضامین میں غلطیوں کا اندیشہ ہو یا کسی خطا کار گنہگار آدمی کی فرمانبرداری علی العموم ہر جگہ ہر بات میں صحیح نہیں ہے لیکن قرآن خدا کی کتاب ہے جو ہر غلطی سے محفوظ ہے اہلبیت رسولؐ معصوم ہیں جن کا دامن ہر وقت ہر موقع پر پکڑے رہنے کا عام حکم ملا ہے اور یہ صفتِ عصمت علاوہ بارہ اماموں کے کسی میں نہیں پائی جاتی نہ کوئی اس کا دعویدار ہے اس لئے سوائے آنحضرت کے کوئی دوسرا اس اتباع عام کے لائق نہیں ہو سکتا جس کا خلافت و امامت سے تعلق ہے اور نہ کسی غیر مرد و عورت کا داخلہ اہلبیتؑ میں ہو سکتا ہے جیسا کہ آگے چل کر آیۂ مباہلہ اور آیۂ تطہیر کے ذکر میں واضح ہو جائے گا، ایسی صورت میں آئمہ اثناء عشر سے انحراف کھلی ہوئی خدا و رسول کی مخالفت ہے اس حدیث صحیح کا متواتر مضمون امیر المومنین علیہ السّلام کی خلافت بلافصل اور اس کی حقیقت کے ثبوت میں ہدایت عالم کے لئے کافی ہے اس لئے کہ رسول خدا امّت سے یہ فرما گئے تھے کہ راہ حق و نجات کا راستہ میرے بعد قرآن و اہلبیت سے تمسّک ہے اور ان کے تابعین و پیرو ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے، یہ بھی ظاہر ہے کہ امیر المومنینؑ بالاتفاق منجملہ اہلبیت ہیں بلکہ سب سے افضل ہیں لہٰذا اس فرمانِ رسولؐ کی بنا پر وہی خلیفہ و امام واجب الاطاعۃ ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہر زمانہ میں ایک نہ ایک رہنمائے حق و مقتدائے مطلق اہلبیت میں سے رہے گا اور قیامت تک کوئی وقت ایسے ہادی و امام سے خالی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ قرآن و اہلبیت ہرگز جدا نہ ہوں گے بلکہ یہ دونوں ساتھ رہیں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں اس پر بھی اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ

حدیث ثقلین میں عترت و اہلبیت رسول سے مراد بارہ امام نہیں ہیں تو ذرا وہ یہ سوچ سمجھے کہ پھر اس زمانہ میں اولاد رسول سے وہ کون صاحب موجود ہیں جن پر صدقہ حرام ہو اور وہ رموز قرآن کے عالم ہوں اور اس کے ایسے ساتھی ہوں جن کا اتباع تمام امّت پر واجب و لازم ہو مگر ایسی کوئی ذات دنیا بھر میں کسی کو نہ ملے گی سوائے حضرت حجّت صاحب العصر والزّمان علیہ السّلام کے جو بارھویں امام ہیں جن کے وجود ذیجود اور فیوض و برکات سے مومنین مستفیض ہو رہے ہیں ان کا ایمان ہے کہ اگر قرآن چھوٹا تو اہلبیتؑ کا دامن چھوٹا اگر اہلبیتؑ چھوٹے تو قرآن سے تمسّک چھوٹا کیونکہ اسی نے تو پیروی کا حکم دیا ہے اور قرآن ہی ان کی امامت و خلافت کی دلیل ہے ان دونوں کی معیت کا مفصّل ذکر تمہید میں ہو چکا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہے ہم ہی وہ حبل اللہ ہیں جس کے پکڑنے کا خداوند عالم نے اس طرح حکم دیا ہے کہ تم سب خدا کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا۔ پ۴ ع ۲۔

حدیثِ سفینہ

انہیں حضرات کے لئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے مَثَلُ اَهْلِبَيْتِيْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجٰى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوٰى یعنی میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی مثال ہے جو اس پر سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جس نے روگردانی کی وہ ڈوب گیا، یہ حدیث بھی بڑی معتبر اور مشہور حدیث ہے جو اہل اسلام کی بہت سی کتابوں میں متعدد طریقوں سے منقول ہے، حدیث کا مطلب صاف ہے کہ اے مسلمانوں تم میرے اہلبیت کی رہنمائی و پناہ میں رہنا ان سے متوسل ہونا کیونکہ ان سے توسل نجات کا ذریعہ ہے اور ان کی پیروی نہ کرنا ان سے منہ پھیر لینا موجب ضلالت و ہلاکت ہے جس

طرح کہ نوحؑ کی کشتی میں جو سوار ہو گئے تھے وہ تو عذاب الٰہی سے بچ گئے تھے اور جہنوں نے روگردانی کی تھی وہ سب ڈبو دیئے گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا بیس پچیس جگہ قرآن میں تذکرہ ہے بڑی بڑی مصیبتیں اپنی قوم کی فہمائش میں جھیلی تھیں جب لوگوں کو سمجھاتے تو وہ اتنا مارتے کہ حضرت بے ہوش ہو جاتے کبھی اتنے پتھر برساتے کہ ان میں دب جاتے تھے ساڑھے نوسو برس ہدایت کی کچھ نہ ہوا بالآخر عاجز آکر بددعا کی عورتیں بانجھ ہو گئیں چوپائے ہلاک ہو گئے باغات جل گئے چالیس سال تک پانی نہ برسا حضرت نوحؑ کہتے بھی رہے کہ ایمان لے آؤ سب بلائیں دور ہو جائیں گی مگر ایمان نہ لائے تب حکم الٰہی ہو گیا کہ ایک کشتی بناؤ چنانچہ جہاں اب مسجد کوفہ ہے، وہاں کشتی بنائی گئی جو بارہ سو گز لمبی اور آٹھ سو گز چوڑی اسّی گز اونچی تھی اس کے تین درجے تھے اُوپر کا درجہ آدمیوں کے لئے اور ضروریات کی سب چیزیں درمیان میں پرندے چوپائے نیچے۔ جب کشتی تیار ہوئی تو حضرت نوحؑ نے تمام جانوروں کو آواز دی اور ہر قسم کا ایک ایک جوڑا اپنے ساتھ لیا اور صرف اسّی آدمیوں کی قلیل جماعت اس میں سوار ہوئی یہی تھوڑے سے آدمی ایمان والے تھے، بہتّر آدمی اُمت کے ایک خود ایک بیوی تین صاحبزادے حامؔ سامؔ یافثؔ اور ان کی تین بیویاں، چوتھا بیٹا کنعان تھا وہ اور اس کی ماں دونوں سوار نہ ہوئے پھر تو تنور جوش مارنے لگا اس سے پانی نکلنا شروع ہوا آسمان سے موسلا دھار پانی کی چادریں گرنے لگیں زمین کے سارے چشمے اُبل پڑے اور ایسا طوفانی عذاب آیا کہ تمام دنیا غرق ہو گئی سوائے پانی اور آسمان کے کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی صرف کشتی اور کشتی والے بچے تھے۔

جب حضرت نوحؑ کشتی سے اترے تو کوہ جودی کے دامن میں بستی بسائی اور وہیں رہے، کچھ دنوں کے بعد وہاں ایک ایسی بیماری

پھیلی کہ سب مومنین فوت ہو گئے، حضرت نوحؑ کے تین لڑکے مع اپنی بیویوں کے رہ گئے تھے انہیں سے ساری دنیا پھیلی ہے اور اسی وجہ سے حضرت نوحؑ علیہ السّلام کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السّلام کی اس کشتی سے مثال دے کر پیغمبر اسلام نے اپنے اہلبیت کی عظمت کو کیسے آسان طریقہ سے سمجھا دیا ہے کہ جس طرح یہ کشتی اپنی سواریوں کی حفاظت کا ذریعہ ہوئی تھی اسی طرح میرے اہلبیت کا اتباع ان کے ساتھ رہنا ہی راہ نجات ہے، جس طرح اس میں سوار نہ ہونے والے معذب ہوئے یہاں تک کہ بیٹے نے کہنا نہ مانا وہ بھی خاندان سے باہر ہو کر واصل جہنم ہو گیا اسی طرح میرے اہلبیت سے اعراض موجب گمراہی اور عذاب عظیم کا باعث ہے یہ حدیث بھی حضرات آئمہ علیہم السّلام کی عصمت و امامت کی بڑی روشن دلیل ہے کیونکہ اس میں ان کے عام اتباع کا حکم ہے ایسا اتباع معصوم ہی کا ہو سکتا ہے اور بعد رسول جملہ افعال و اقوال و حرکات و سکنات میں جن کی پیروی لازم و واجب ہو گی وہی ان کے جانشین ہوں گے، پس اس طرح کی ریاست عامہ جن کا نام امامت و خلافت ہے حسب فرمان رسول اہلبیتؑ رسول ہی سے مخصوص ہے اور صرف اسی گھر میں نیابت رسول کی شرطیں پائی جاتی ہیں حضرت کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہے جو امت کے سب فرقوں کو تسلیم ہے کہ رسول اللہ فرما گئے ہیں۔ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃٌ۔ یعنی عنقریب میری امت کے تہتر ٹکڑے ہو جائیں گے جن میں سوائے ایک فرقہ کے سب کے سب دوزخی ہوں گے صرف ایک ہی فرقہ ناجی و جنتی ہو گا وہی ایمان والا ہو گا اور خداوند عالم تو پہلے ہی ایمان والوں کی نجات کا وعدہ فرما چکا ہے کَذٰلِکَ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ پ۱۱ ع ۱۵۔

آیۂ اُولی الامر

یہ اہلبیت طاہرین وہ حضرات آئمہ معصومین ہیں جن کے متعلق خداوند عالم کا یہ ارشاد پانچویں رکوع میں ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ یعنی اے ایمان والو خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں سے صاحبان امر ہیں، اس آیت میں خداوند عالم نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسولِ خدا آئمہ ہدیٰ کی اطاعت مومنین پر فرض فرمائی ہے اور اطاعت بھی ایسی عام اطاعت جو تمام دینی و دنیوی امور کو شامل ہے ایسی اطاعت کے وہی حقدار ہیں جو نائب رسولؐ و معصوم ہیں یہ اولی الامر صاحبان حکومت الٰہیہ ہیں اس حکومت کا واجب الاطاعت صاحب الامر ہر زمانہ میں موجود رہتا ہے اور یہ حکومت کسی غیر معصوم سے متعلق نہیں ہو سکتی جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی کہ یا حضرت ہم لوگوں نے اللہ کو پہچانا رسولؐ کو بھی پہچانا مگر اولی الامر کو نہیں سمجھے یہ کون ہیں حضرت نے فرمایا کہ اے جابر وہ لوگ میرے بعد میرے خلیفہ اور تمام مسلمانوں کے امام ہیں اوّل ان میں علی بن ابی طالبؑ ہیں ان کے بعد حسنؑ ان کے بعد حسینؑ ان کے بعد علیؑ بن الحسینؑ ان کے بعد محمد بن علیؑ جن کا نام توریت میں باقرؑ ہے اے جابر تم ان کا زمانہ دیکھو گے جب ملاقات ہو تو میرا سلام کہہ دینا ان کے بعد جعفر بن محمدؑ ان کے بعد موسٰے بن جعفرؑ ان کے بعد علیؑ بن موسٰےؑ ان کے بعد محمدؑ بن علیؑ ان کے بعد علی بن محمدؑ ان کے بعد حسن بن علیؑ ان کے بعد میرے ہمنام خدا کی حجّت روئے زمین پر ہوں گے جو باقی رہیں گے خدا ان کے ہاتھوں پر مشرق و مغرب فتح کرے گا وہ اپنے دوستوں کی نظروں سے غائب رہیں گے ان کی امامت کا وہی قائل ہوگا جس کے دِل کا

امتحان خداوندعالم نے ایمان کے ساتھ لیا ہوگا۔

قرآن میں ان حضرات کے اوصاف کا تو جابجا ذکر ہے لیکن نام بیان نہیں کئے گئے اس لئے کہ ناموں کے بیان کرنے کے بعد اوصاف کے ذکر کی ضرورت ہے مگر ایسی صفات مخصوصہ ذکر کرنے کے بعد جو ان حضرات کے علاوہ کسی دوسرے میں نہیں پائی جاتیں ناموں کے تذکرے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اور ان اوصاف والوں کے نام ایسی صفتوں کے بیان سے خود ہی معلوم ہو جاتے ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آیۂ اولی الامر میں ناموں کی تصریح کیوں نہیں حضرت نے فرمایا ان سے یہ کہو کہ قرآن میں نماز کا حکم ہے مگر دو تین چار رکعتوں کی تصریح نہیں ہے رسول اللہ نے تصریح فرمائی ہے زکوٰۃ کا حکم آیا ہے لیکن اس میں یہ نہیں فرمایا کہ چالیس درہم میں ایک درہم ہے اس کو رسول اللہ نے بیان کیا یہی حج کی صورت ہے پس اسی طرح آیۂ اولی الامر ہے کہ رسولؐ اللہ نے سب کے نام بیان فرما دیئے ہیں۔

اس آیت کے متعلق پیغمبر اسلام کی تفسیر اور بارہ اماموں کی نام بنام توضیح کے بعد ان حضرات کے اولی الامر کا مصداق ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا، یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں جو دین کے حاکم ہیں کیونکہ قرآن کے الفاظ ان دونوں باتوں کے خلاف ہیں آیت میں رسولؐ اور اولی الامر دونوں کے لئے ایک ہی لفظ اَطِیْعُوا آیا ہے جس کا صاف منشاء یہ ہے کہ دونوں کی اطاعت یکساں ہے اور ایسی عام ہے کہ دین و دُنیا کے معاملات کو شامل ہے جس طرح ان سب امور میں رسولؐ کی اطاعت کا حکم ہے اسی طرح اولی الامر کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ جو معصوم ہی ہو سکتے ہیں نہ علماء و بادشاہ جو غیر معصوم ہیں۔

خداوندعالم نے تو آیۂ ولایت میں فرما دیا ہے کہ اے ایمان والو

تمہارا حاکم صرف خدا ہے اس کا رسول ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں یہ آیت بھی امیرالمومنین علیہ السّلام کی خلافت بلافصل کا ثبوت ہے اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ حضرت کی شان میں نازل ہوئی ہے جب کہ حضرت نے نماز پڑھتے میں سائل کو انگشتری عطا فرمائی تھی اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ۵ پ ۶ ع ۱۲۔

آیۂ مودّۃ

انہیں حضرات کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جو پچیسویں پارے کے چوتھے رکوع میں ہے قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی یعنی اے رسول تم کہہ دو کہ میں اس تبلیغ رسالت کا کوئی صلہ سوائے اپنے قرابت داروں کی محبت کے تم سے نہیں چاہتا، حضرات اہلسنّت کی تفسیر کشاف میں علاّمہ زمخشری کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ انصار اپنے جلسے میں کچھ فخریہ باتیں کر رہے تھے کہ ہم نے رسول اللہ کے ساتھ یہ حسن سلوک کیا وہ کیا جب اس کی خبر حضرت تلک پہنچی تو خود ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے گروہ انصار کیا تم ذلیل نہ تھے اور خدا نے ہماری بدولت تم کو عزّت دی کیا تم گمراہ نہ تھے اور خدا نے میرے ذریعہ ہماری ہدایت کی سب نے ان باتوں کا اقرار کیا حضرت نے فرمایا کہ تم جو کچھ کہہ رہے تھے میرے سامنے کیوں نہیں کہتے جس پر سب نے عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہمارا مال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے سب خدا اور رسولؐ کا ہے یہ باتیں ہو رہی تھیں جو یہ آیت آئی اور حضرت نے ان کو سمجھایا کہ تمہارا مال وغیرہ مجھے درکار نہیں ہے نہ اپنی رسالت کی کوئی مزدوری سوائے اس کے مانگتا ہوں کہ ساری امّت میرے قرابت داروں سے محبت رکھے

اور ان کی اطاعت کرے اس کے بعد حضرت نے اس محبت کی عظمت بیان فرمائی مَنْ مَاتَ عَلیٰ حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَہِیْدًا یعنی جو شخص آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرجائے تو وہ شہید مرتا ہے، آگاہ ہو جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرجائے وہ بخشا ہوا مرتا ہے، جو آل محمد کی دوستی پر مرے وہ کامل الایمان مومن مرتا ہے، جو آل محمد کی دوستی پر مرتا ہے اس کو ملک الموت پھر منکر نکیر جنت کی خوشخبری دیتے ہیں، جو آلِ محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ اس طرح جنت کی طرف جائے گا جس طرح دُلہن شوہر کے یہاں لائی جاتی ہے، جو آل محمدؐ کی محبت پر مرتا ہے اس کے لئے قبر میں دو دروازے جنت کی طرف کھول دیئے جاتے ہیں، جو آل محمد کی محبت پر مرتا ہے خداوند عالم اس کی قبر کو ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بنا دیتا ہے، جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرتا ہے وہ میری سنت پر اور میرے ساتھیوں کے طریقہ پر مرتا ہے، آگاہ ہو جو شخص آل محمد کی دشمنی پر مرتا ہے وہ قیامت کے روز اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوگا کہ یہ شخص رحمت خدا سے مایوس ہے، جو آل محمدؐ کی دُشمنی پر مرا وہ کافر مرا، جو آل محمدؐ کی دشمنی پر مرتا ہے وہ بہشت کی خوشبو کبھی نہ سونگھے گا پھر اسی وقت حضرت سے پُوچھا گیا کہ یہ کون ہیں فرمایا علیؑ فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ ہیں پس اہلبیت رسولؐ کی محبت رسالت کی اجرت ہے جس کی ادائیگی ہر اس شخص کا فریضہ ہے جس کا رسالت پر ایمان ہو اور اس کی ہدایات سے فائدہ اُٹھائے اُمت کے لئے خدا تک پہنچانے والا سیدھا راستہ یہی ہے چنانچہ اس نے خود دوسری جگہ یہ فرما دیا ہے کہ اے رسول ان لوگوں سے کہہ دو کہ اپنی اس تبلیغ کی کوئی مزدوری تم سے نہیں مانگتا مگر یہ آرزو ہے کہ تم میں سے جو چاہے اَپنے پروردگار تک پہونچنے کا راستہ پکڑے رہے اور وہ راستہ مودت اہلبیت رسولؐ ہے قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ۝ پ۱۹ ع۳

آیۂ تطہیر

یہ قرابت داران رسالت وہ اہلبیت رسالت ہیں جن کی شان میں آیۂ تطہیر آئی جو بائیسویں پارے کے پہلے رکوع میں ہے اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا یعنی اے اہلبیت بس خدا تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی برائی دور رکھے اور جو حق پاک و پاکیزہ رکھنے کا ہے ویسا ہی تم کو پاک و پاکیزہ رکھے اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ رسولؐ خدا نے کساء یمانی اوڑھی حسنینؑ دونوں برخوردار آئے چادر کے اندر پہنچے حیدرؑ کرار آئے وہ بھی داخل ہوئے سیدۂ عالمؑ کو بھی لیا جب پنجتن پاکؑ جمع ہو گئے تو رسولؐ اللہ نے دُعا کی کہ پروردگارا یہی میرے اہلبیتؑ ہیں ان کو ہر برائی سے دُور رکھنا اور ایسا پاک و پاکیزہ قرار دینا جو پاک رکھنے کا حق ہے جس پر فوراً جبرئیل طہارت کی یہ سند لے کر آ گئے اور انہیں الفاظ میں جواب لائے جن الفاظ میں سوال تھا صرف اتنا فرق تھا کہ رسولؐ کی دُعا ہے اور خدا کی طرف سے اجابت دعا ہے اس آیت میں آئمہ طاہرین کو اہلبیت کا خطاب عطا ہوا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو مدّت تک رسولؐ خدا کا یہ عمل رہا کہ نماز صبح کے واسطے باہر تشریف لاتے تو اوّل امیرالمومنینؑ کے دروازے پر آتے اور آواز دیتے السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ اہل البیتؑ تم پر سلام ہو اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوتی رہیں اے اہل بیت۔

اہلبیت کے معنی ہیں گھر والے اور یہ گھر رہنے کا گھر نہیں بلکہ رسالت کا گھر ہے یعنی نبوت و رسالت کے گھر والے جس کا قطعاً کوئی تعلق کسی دُوسرے سے نہیں ہے۔ اصحاب تھے ازواج تھیں ان میں سے کوئی اہلبیت میں داخل نہ تھا، ام المومنین ام سلمہ جو رسولؐ اللہ کی بیوی اور بڑی قابل تعریف پکّی ایمان دار بی بی تھیں جب انہوں نے چادر کا کونہ اٹھا کر داخل

ہونا چاہا تو حضرت نے ان کو بھی روک دیا کیونکہ وہ اہلبیتؑ میں شامل نہیں تھیں بلکہ بیویوں میں سے تھیں اور اتنا فرما دیا اِنَّكِ عَلٰی خَیْرٍ یعنی تم نیکی پر ضرور ہو، محمدؐ وآلِ محمدؐ وہ مقدس و مطہرّ ہستیاں ہیں کہ ان اہلبیت طاہرین کی طہارت عالم انوار سے چلی آرہی تھی اور یہاں قدرت کو ظاہر کرنا مقصود تھا تاکہ دُنیا والے بھی سمجھ لیں کہ خداوند عالم نے ان حضرات سے تمام گناہوں کو دور رکھا ہے جن کے ارتکاب سے ہر شخص کی آبرو پر ایسا بدنما دھبہ لگ جاتا ہے جیسے کسی کا بدن نجاست سے آلودہ ہو جائے ان حضرات کے دامن تک کسی معصیت کی گرد بھی نہیں آسکتی اور یہ ہر خطا کی آلودگی سے اس طرح محفوظ و منزّہ ہیں جس طرح جسم طہارت سے پاک ہو جاتا ہے اسی کو عصمت کہتے ہیں۔

قرآن کے اندر آیۂ تطہیر ان آیتوں کے درمیان ہے جو ازواج رسولؐ کے بارے میں ہیں۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ آیات اور سورتوں کی ترتیب اس طرح نہیں ہے جس طرح وہ نازل ہوئی تھیں مکہ کی آیتیں مدینہ کی آیتوں میں ہیں مدنی آیات مکّی آیات میں ہیں اور کہیں کی کہیں درج ہیں، کلام الٰہی کا اسلوب خود یہ بتا رہا ہے کہ آیۂ تطہیر یہاں کی نہیں ہے اگر اس آیت کو ہٹا دیا جائے تو اُوپر اور نیچے کی آیتوں میں خوب ربط رہتا ہے کس قدر کھلی ہوئی یہ صورت ہے کہ ان سب اگلی پچھلی آیتوں میں جو رسولؐ اللہ کی بیویوں سے متعلق ہیں اس طریقہ سے کلام ہے جس طرح قاعدہ کے اندر عربی زبان میں عورتوں سے ہونا چاہیئے لیکن آیۂ تطہیر میں خطاب کی وہ صورت نہیں رہی جو عورتوں سے بات چیت کی ہوتی ہے بلکہ اس طرح خطاب ہے جیسا مردوں سے ہوتا ہے۔ اس آیت سے قبل و بعد کی چھ سات آیتوں میں ایک طریقہ اور درمیانی آیت میں دوسرا طریقہ صاف صاف اس کا ثبوت ہے کہ آیۂ تطہیر اس مقام کی نہیں ہے قاعدہ ہے کہ اگر مردوں اور عورتوں سے ایک کلام ہوگا تو جن کی تعداد زیادہ ہوگی ان کے لحاظ سے خطاب کیا جائے گا جیسا

کہ اس آیت میں ہوا کہ باوجود سیدۂ عالمؑ کی شرکت کے مذکر کی ضمیریں ہیں لیکن اگر ازواج رسولؐ بھی شامل ہوتیں جو نو عدد تھیں تو عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ جاتی اور آیت میں مؤنث کی ضمیریں ہوتیں۔

پیغمبر اسلام نے تو یہ اہتمام فرمایا کہ ایک چادر اوڑھی بیٹی داماد بھائی کو دونوں نواسوں کو اس میں لیا عصمت کا قلعہ بنایا اور دکھا دیا کہ جو چادر کے اندر ہیں اس وقت وہی طاہر و مطہر و معصوم ہیں انہیں کو خدا نے ہر برائی سے پاک رکھا ہے اور حدیث ثقلین وغیرہ میں یہ بھی فرما دیا کہ میرے ایسے اہلبیت آئندہ بھی آتے رہیں گے جن سے قیامت تک کوئی زمانہ خالی نہ رہے گا، اس آیت کی تو یہ ہدایت ہے کہ جن کو خدا نے پاک بنایا وہی نجاست و ضلالت سے دوسروں کو پاک بنا سکتے ہیں رسولِ خدا کے اہلبیتؑ پاک و پاکیزہ خدا کی کتاب پاک و پاکیزہ جس کے حرفوں کو بغیر طہارت وضو وغیرہ چھونے کی ممانعت ہے۔ اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ فِیْ کِتَابٍ مَّکْنُوْنٍ لَّا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ ۵ پ۲۷ ع ۱۶۔

آیۂ مباہلہ

آیۂ مباہلہ نے اہلبیت رسالت و قرابت رسالت کے سلسلہ کو بالکل صاف بتا دیا ہے یہ آیت تیسرے پارے کے چودھویں رکوع میں ہے فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ۵۔ یعنی اے رسولؐ اس کے بعد کہ تمہارے پاس علم قرآن آچکا ہے اگر تم سے کوئی عیسیٰ کے بارے میں حجت کرے تو کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو، ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو پھر، ہم سب گڑ گڑائیں

اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں، چونکہ پیغمبر اسلام ملک یمن کے شہر نجران میں رہنے والے نصاریٰ کو حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کے بارے میں طرح طرح سے سمجھا چکے تھے کہ ان کو خدا کا بیٹا نہ کہو مگر وہ ہٹ دھرمی پر تلے رہے آخر کار خداوند عالم کے حکم سے قسما قسمی کی ٹھہر گئی جس کو مباہلہ کہتے ہیں اور اس کام کے لئے وقت و مقام مقرر ہو گیا حضرت جانے کے لئے عصمت سرا سے اس طرح برآمد ہوئے کہ امام حسینؑ گود میں امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے پیچھے پیچھے حضرت فاطمہ زہرؑا اور ان کے پیچھے امیر المومنینؑ علیؑ ابن ابیطالب تھے اور حضرت دعا کرتے ہوئے چلے کہ پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں ان کو ہر برائی سے دور اور ہر طرح سے پاک و پاکیزہ رکھنا، جب یہ حضرات میدان مباہلہ میں پہنچے تو نصاریٰ کا سردار پکار اٹھا اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ میں اس وقت ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ چاہیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے حرکت کر جائے لہٰذا مباہلہ سے ہاتھ اٹھاؤ ورنہ ایک نصرانی بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ تب سب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم نہ مباہلہ کر سکتے ہیں نہ جنگ کی طاقت ہے جزیہ دینا قبول کرتے ہیں، ان کی درخواست کو حضرت نے منظور کر لیا اور ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو خداوند عالم سب کو بندر اور سور بنا دیتا اور یہ تمام میدان آگ ہو جاتا اور کل اہل نجران پر ایسی آگ برستی کہ کوئی متنفس یہاں تک کہ درخت پر ایک چڑیا بھی زندہ نہ رہتی۔

یہ واقعہ اسلام میں عظیم الشان واقعہ ہے اگرچہ یہ بھی کفر و اسلام کی لڑائی تھی مگر ہتھیاروں کی جنگ نہ تھی بلکہ اس سے بہت بڑھ چڑھ کر تھی مباہلہ ہونے والا تھا جس میں فریقین ایک دوسرے کے لئے بد دُعا کیا کرتے ہیں اور جھوٹے فریق پر ایک دم قہر الٰہی کی تلوار چل جاتی ہے۔ باوجودیکہ

پیغمبر اسلام خود مستجاب الدعوات تھے اگر مباہلہ ہوتا تو نصاریٰ کے مقابلہ میں یقیناً حضرت کی دعا قبول ہوتی اور نصاریٰ پر عذاب نازل ہوتا لیکن پھر بھی حضرت تنہا میدان مباہلہ میں نہیں آتے بلکہ بحکم الٰہی اہلبیت کو ساتھ لے کر آتے ہیں جو حضرت کی اس ریاست میں شریک اور رسالت کے گواہ اس کا بولتا ہوا معجزہ تھے، اس موقع پر ان حضرات کی شرکت ایسی ہی ضروری تھی کہ خدا نے ان کے ساتھ لے جانے کا حکم دیا اور رسولِ خدا نے اس کی تعمیل کی لیکن نہ حکم خدا عبث ہو سکتا ہے نہ رسول اللہ کا عمل بے کار کہا جا سکتا ہے جس سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ جب خدا کے رسول اپنے اہلبیتؑ کو دُعا کے موقع پر ہمراہ لے رہے ہیں تو دنیائے اسلام کو اپنی دُعاؤں میں ان حضرات سے متوسل ہونا بدرجۂ اولےٰ لازم ہے کیونکہ یہی کامیابی کا ذریعہ ہیں پیغمبر اسلام مباہلہ کے مقام پر صرف اپنے اہلبیت کو ساتھ لائے نہ اصحاب میں سے کسی کو لیا نہ ازواج میں سے کوئی بیوی آئیں بلکہ فرزندوں میں دونوں نواسے حسنینؑ ہیں عورتوں میں صاحبزادی حضرت فاطمہؑ ہیں نفسوں میں حضرت علیؑ ہیں جن کو اس آیت میں نفس رسول قرار دے دیا گیا ہے۔ اس جگہ حضرت فاطمہؑ کی شرکت نے یہ مسئلہ بھی صاف کر دیا کہ علاوہ ان کے رسول کی کوئی اور بیٹی نہ تھی بلکہ صرف یہی اکلوتی بیٹی تھیں اگر کوئی اور ہوتی تو حضرت اس کو بھی لے کر آتے یہ مباہلہ تھا اور مباہلہ میں حق و باطل کا مقابلہ ہونے والا تھا سچوں اور جھوٹوں کا معرکہ در پیش تھا اس لئے کاذبین کے مقابل ایسے صادقین آئے جو صرف زبان ہی کے سچے نہ تھے بلکہ ان کا ہر فعل و حرکت و سکون صداقت پر مبنی تھا وہ ایسی حقیقت والے تھے کہ حق بھی جن کا تابع تھا اس وقت اہلِ عصمت اور اہلِ حق کا پنجتن پاک ہی میں انحصار تھا باقی آئندہ

زمانوں میں آنے والے تھے پس جملہ حضرات معصومین ہی وہ صادقین ہیں جن کے اتباع کا اور ہر عصر میں ان کے ساتھ رہنے کا خداوند عالم نے اس طرح حکم فرمایا ہے کہ اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ وَ یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ہ پ ۱۱ ع ۴۔

تیسرا بیانؑ ذکرِ وجودِ امامتِ آخر امامؑ حضرت حجّت علیہ السّلام

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی وفات کے بعد ۱۱ھ سے لے کر ۲۶۰ھ تک بحکم خدا و نص رسول گیارہ آئمہ معصومین علیہم السّلام کی اماموں کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کسی وقت حجّت خدا خلیفہ رسول سے دنیا خالی نہیں ہوئی رسولِ خدا آخر زمانہ تک کے لئے بارہ آئمہ و خلفا ہونے کی پیشین گوئیاں فرما چکے تھے جو سب مسلمانوں کو تسلیم ہیں بلکہ نام بنام سلسلہ وار خبر دے گئے تھے کہ فلاں امام بن فلاں امام۔ پھر کیسے ہو سکتا تھا کہ بارھویں امام دُنیا میں نہ آئیں ولادت ہوئی جس کی روایات ناقابل انکار ہیں پدر بزرگوار امام حسن عسکری علیہ السلام نے صاحبزادے کو اپنا قائم مقام فرمایا حضرت سے صدہا معجزات ظاہر ہوتے رہے ہیں جو امامت و مہدویّت کی روشن دلیل ہیں وہ آخری حجّت خدا بارھویں امام مہدی موعود دنیا میں تشریف فرما ہوئے جن کا انتظار مدتوں سے ہو رہا تھا جن کی آمد کی بے شمار خبریں پہلے ہی سے مل چکی تھیں کہ وہ ——— صورت و سیرت میں رسول اللہ سے مشابہ ہوں گے ان کی عمر طولانی ہوگی وہ وقت آئے گا کہ ساری دنیا میں انہیں کی سلطنت ہوگی تمام دُنیا عدل و داد سے اوسی طرح بھر جائے گی جس طرح ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی روئے زمین سے باطل کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا اور حق کا ایسا بول بالا ہوگا کہ سارے عالم میں کوئی ایسی جگہ نہ رہیگی

جہاں سے کلمہ طیبّہ کی آوازیں بلند نہ ہوں، یہ سب کچھ کب ہو گا اس کی تفصیل اور یہ کہ حضرت کہاں ہیں کسی طرح ہیں، سابقہ اور موجودہ حالات سلسلۂ ہدایات، اس وقت حضرت کی غیبت اس میں مصلحت، امامت کی ذمہ داری وغیرہ ایسے ضروری مضامین کے بیانات آگے چل کر آتے رہیں گے غرضیکہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے فرزند بارھویں امام علیہ السّلام پر خلافت الٰہیہ کا سلسلہ ختم ہے حضرت اس وقت موجود ہیں اور قدرت نے جو عظیم الشان ذمہ داریاں حضرت سے متعلق فرمائی ہیں جب تک وہ پُوری نہ ہوں بحکم الٰہی وفضل الٰہی وجود مبارک دُنیا میں قائم رہے گا۔

تمہید میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ خلیفہ وامام کا تقرر منجانب اللہ ہوا کرتا ہے اور خدائی رہنما سردار و معصوم سے دُنیا کبھی خالی نہیں رہتی پہلے بیان میں امیرالمومنین علیہ السلام کی خلافت دوسرے میں بارہ اماموں کی امامت اور خدا اور رسول کے حکم سے ہر امام کا اپنے بعد کے امام کو جانشین بنانا یہ سب چیزیں حضرت حجّت علیہ السّلام کے وجود و امامت کی واضح حجّت ہیں پھر مزید حدیث اثناء عشر سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آخری امام آخری زمانہ تک دُنیا میں رہیں گے حدیث ثقلین نے بتایا کہ قرآن و اہلبیتؑ کا ساتھ رہے گا اور یہ کبھی جدا نہ ہوں گے آیۂ اولی الامر سے ثابت ہوا کہ ہر زمانہ میں ایک صاحب الامر ہوتا ہے یہ جملہ پچھلے اذکار اس کا ثبوت ہیں کہ پیغمبر اسلام کی عترت سے ان کے خلیفہ حضرت حجّت علیہ السلام اس وقت دُنیا میں موجود ہیں یہ سابقہ پانچ دلائل ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر پیغمبر اسلام صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک کوئی زمانہ کسی نبی یا اس کے وصی سے خالی نہیں رہا اور حضرت کے بعد

بھی یہی ہوا کہ ہر زمانہ میں ان کے قائم مقام آئمہ معصومین علیہم السّلام موجود رہے اور سب امام اس نورِ رسول کے حامل رہے جو خلقت عالم کی غرض و غایت ہے یہ نورِ اقدس پیدائیش عالم کا سبب ہے اور یہی بقاء عالم کا سبب ہے اگر رسولِ خدا کے بعد یہ نہ ہوتا تو دنیا باقی نہ رہتی جیسا کہ بیان غیبت میں آئے گا پس جبکہ اس وقت دنیا کا وجود ہے تو اس نور مبارک کے حامل بارھویں امام علیہ السّلام موجود ہیں۔

دنیا میں ہر شئے کا ایک ذمہ دار نگراں ہوتا ہے جو اس کو ناکارہ ہونے سے محفوظ رکھتا ہے ہر چیز کا ایک سچا نگہبان ہوتا ہے جو اس کو خرابی سے بچاتا رہتا ہے ورنہ وہ برباد ہو جاتی ہے چونکہ دین اسلام قیامت تک رہنے والا دین ہے اس لئے بعد پیغمبر اسلام اس کی حفاظت کے لئے ہر زمانہ میں ایک حجّت خدا کی ضرورت ہے اس کے بغیر اسلام باقی نہیں رہ سکتا یہی وجہ ہے کہ جب کسی سلطان عادل حجّت خدا کا وجود نہ رہے گا اور ایسا وقت آئے گا تو اسلام بھی ختم ہو جائے گا قیامت آجائے گی کسی کا نشان باقی نہ رہے گا۔ اس نگہداشت کی ذمّہ داری نہ علماء سے پوری ہو سکتی ہے نہ حکام سے کیونکہ یہ اہلِ علم اور حکومت والے کیسے ہی پاکباز کیوں نہ ہوں لیکن غیر معصوم ہوں گے جن سے خطائیں ہو سکتی ہیں اسی لئے خلیفہ رسول کے لئے عصمت کی شرط ہے اور ہر زمانہ کا امام معصوم ہوتا ہے جو کسی امر میں غلطی نہیں کرتا ایسی ذات کا منجانب اللہ موجود ہونا عقلاً و نقلاً ضروری ہے امیرالمومنین علیہ السّلام کا ارشاد ہے لَا یَخْلُو الْاَرْضُ مِنْ قَائِمٍ لِلّٰہِ بِحُجَّتِہٖ اِمَّا ظَاھِرٍ مَشْھُوْرٍ اَوْ غَائِبٍ مَسْتُوْرٍ۔ یعنی زمین حجّت خدا سے خالی نہیں رہتی خواہ وہ ظاہر ہو یا غائب ہو۔ پس جس طرح مبلّغ شریعت کی ضرورت ہے اسی طرح محافظ شریعت کی ضرورت ہے اور وہ اس وقت بارھویں امام علیہ السلام کی ذات مبارک ہے۔

خداوند عالم کی طرف سے انسان کے جسم میں عالم اکبر کا نظام قائم ہے اس نے دیکھنے کے لئے آنکھیں سننے کے لئے کان دیئے سونگھنے کے لئے ناک دی بولنے کے لئے زبان دی چھونے کے لئے ہاتھ دیئے یہ سب اس بادشاہ کی رعایا ہیں جس کا نام قلب ہے اسی کی ماتحتی میں یہ اپنا اپنا کام کرتے رہتے ہیں اور ہر شک وشبہ کے موقع پر ان کو اپنے اس سردار کی طرف رجوع کرنے کی احتیاج ہوتی ہے اور وہ ہدایات کرتا رہتا ہے پس جب انسان کی ان مختلف قوتوں پر ایک قدرتی حاکم رکھا گیا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خود انسان کے لئے خدا کی طرف سے کوئی ہادی و رہنما نہ ہو جس کی ہر وقت ضرورت ہے پس جس طرح جسمانی انتظام قلب پر موقوف ہے اسی طرح نظام عالم اس حجّت خدا کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے۔ جس طرح قلب کے ذریعہ تمام اعضا و جوارح کو غذا تقسیم ہوتی ہے اسی طرح حجّت خدا کے ذریعہ ساری مخلوق اپنے خالق کی غیر محدود نعمات و فیوض سے فیض یاب ہوتی ہے اور وہی خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتا ہے چنانچہ اس وقت تمام باتوں کا ذمّہ دار بارھویں امام علیہ السلام کا وجود مبارک ہے۔

سُورَۂ اِنَّا اَنزَلنَاہُ میں شب قدر کا ذکر ہے کہ یہ وہ رات ہے جس میں ملائکہ و رُوح ہر امر لے کر اپنے پروردگار کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔ یعنی تمام دنیا کے لئے سال بھر کی ہر بات میں حکم خدا کے جملہ امور مال و اولاد تندرستی و بیماری عزت و ذلّت وغیرہ جو کچھ مقدر ہوتا ہے اس کو فرشتے لیکر آتے ہیں اس سے ہر صاحب عقل کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک ذات خداوند عالم ہے جس کی طرف سے سب کچھ مقرر ہوتا ہے دوسرے تقدیرات عالم کو ماننا ہوگا تیسرے ملائکہ وروح جو ان امور کو لیکر نازل ہوتے ہیں چوتھے وہ جس کے پاس لے کر آتے ہیں لیکن اس وقت جب کہ نبوّت و رسالت ختم

ہو چکی ہے کوئی نبی و رسول نگراں نہیں تو پھر کہاں آتے ہیں کس کے پاس آتے ہیں اگر خانۂ کعبہ کی چھت پر آتے ہیں تو بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ کس کے پاس آتے ہیں کیونکہ خانہ کعبہ کوئی صاحب ارادہ و اختیار شخص نہیں ہے جو احکام الٰہی انجام دے سکے اور تصرف عالم کا کام اس سے متعلق ہو ایسے صاحب امر تو وہی اُولُوالْاَمْرُ ہیں جنکی اطاعت کا خداوند عالم نے قرآن میں حکم فرمایا ہے اور وہ رسولِ خدا کے نائبین حضرات آئمہ معصومین علیہم السّلام ہیں جن کے ذریعہ بعد پیغمبر اسلام امور الٰہی انجام پاتے رہے اور جب تک ماہ رمضان ہے اور شب قدر ہے انجام پاتے رہیں گے انہیں حضرات میں سے متصرف عالم صاحب الامر آخری امام اس وقت موجود ہیں۔

قرآن و اہلبیتؑ کی معیّت کا مفصّل ذکر تمہید میں ہو چکا ہے قرآن کلامِ الٰہی ہے اور حقیقۃً وہ نور ہی نور ہے جس پر عربی زبان کے الفاظ کا غلاف چڑھا ہوا ہے اس میں بہت سے پوشیدہ امور موجود ہیں اشارات و کنایات ہیں مبہم مضامین ہیں جو عام طور پہ لوگوں کے علم میں نہیں لیکن یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ کتابِ خدا میں ایسی چیزیں موجود ہوں اور بعد رسول خدا ان کا کوئی جاننے والا نہ ہو خداوند عالم نے تو خود فرما دیا ہے کہ ان کا اصلی مطلب کوئی نہیں جانتا سوا خدا اور راسخون فی العلم کے جو علم میں مضبوط بڑا بلند پایہ رکھتے ہیں اور وہ رسول و اہلبیت رسول ہیں جن کی خلقت ہی نوری ہے اور یہ نور قرآن انہیں نورانی سینوں میں رہا ہے قرآن معجزہ ہے جس کے حقائق و دقائق یہ صاحبان اعجاز ہی جانتے ہیں قرآن موجود ہے ساتھ ساتھ قرآن والے موجود ہیں ہر شخص کے لئے یہ سمجھنا آسان ہے کہ قرآن میں رازداری کی کچھ ایسی باتیں بھی ہیں جس طرح خاص محبّت والے حبیب و محبوب آپس میں اپنی اصطلاحیں مقرر کر لیا کرتے ہیں جن کو قاصد بھی نہیں سمجھ سکتا کہیں الٓمٓ

کہیں کٓھٰیٰعٓصٓ کہیں حٰمٓ عٓسٓقٓ وغیرہ ایسے الفاظ ہیں کہ ان کا ترجمہ کسی زبان میں نہیں ہو سکتا اور یہ بھی ناممکن ہے کہ پیغمبر اسلام کے بعد قرآن کی یہ عبارتیں بے کار ہو جائیں بلکہ ہر زمانہ میں ان رموز و اسرار کے واقف کار رسولِ خدا کے قائم مقام آئمہ اطہار رہے ہیں اور اس وقت ان کی اصل وحقیقت کے جاننے والے وارث کتاب امام عصر علیہ السّلام موجود ہیں۔

خداوند عالم نے بندوں کو اپنے احکام کی بجا آوری کا مکلف فرمایا ہے اور انہیں کے فائدہ کے لئے اپنی اطاعت و عبادت کا حکم دیا ہے ساتھ ہی ساتھ یہ لطف وکرم فرمایا کہ ہر زمانہ میں صحیح راستہ بتانے اور غلط راستہ سے بچانے والے حضرات کو بھیجتا رہا جو بڑا ضروری امر تھا کہ بندے شیطان کے پھندے میں نہ آئیں اور خدا کی اطاعت سے قریب اور معصیت سے بعید ہوں مگر شیطان ابھی تک ختم نہیں ہوا باقی ہے خدا نے ابلیس کو وقت معلوم تک مہلت دے رکھی ہے اس نے قسم کھا کر صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تیرے مخلص بندے تو میرے بہکانے میں نہ آئیں گے مگر ان کے سوا سب کو گمراہ کروں گا ایسی صورت میں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ دنیا بھر کو بہکانے والا تو موجود ہو اور خدا کی طرف سے کسی کو کوئی سمجھانے والا نہ ہو بندوں کی گمراہی کا ذریعہ ہو مگر رہنمائی کا ذریعہ نہ ہو بے گناہوں کو ہلاکت میں ڈالنے والا تو ہو لیکن بچانے والا نہ ہو بندوں کی ضلالت کا سبب شیطان تو موجود ہو مگر خالق مہربان کی طرف سے ان کی ہدایت کا سامان نہ ہو۔ یہ ناممکن ہے اس سے اصل غرض فوت ہو جائے گی جو شان الٰہی کے خلاف ہے اسی لئے منجانب اللہ اتمام حجت کے لئے ہر وقت حجتؐ خدا کے وجود کی ضرورت ہے اور اس وقت دنیا میں امام موجود ہیں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر تمام مسلمانوں

کا اتفاق ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَةً الْجَاهِلِیَّةً۔
یعنی جو شخص بغیر اپنے زمانہ کے امام کو پہنچانے ہوئے مرجائے تو اس کی موت کفر کی موت ہے یہ وہ مسلّم حدیث ہے جس کو سن کر بعض غافل مگر انصاف پسند صاحبان حیران رہ جاتے ہیں اس حدیث کی بنا پر ہر زمانہ میں ایک ایسے سردار و پیشوا کا ہونا ضروری ہے جو تمام صفات امامت سے موصوف ہو اور جس کو بے پہنچانے مرجانا کفر کی موت بن جائے جب ایسی تاکید شدید کے ساتھ امام کی معرفت واجب ولازم ہے تو ہر زمانہ میں اس کا وجود بھی ضروری ہوگا ورنہ معرفت ہی بے معنی ہو جائے گی جب امام ہی نہ ہوں گے تو کس کو پہچانا جائے گا اسی لئے پیغمبر اسلام کے بعد ہر زمانہ میں حضرت کے قائم مقام امام ہوتے رہے ہیں جن کے وجود کا اقرار جن کی امامت کا اعتقاد جن کا اتباع مخلوق پر واجب رہا ہے اور اسی سلسلہ میں گیارہ اماموں کے بعد اب بارھویں امام علیہ السّلام ہیں جن کی معرفت اس وقت ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ یقین کے ساتھ جانے پہچانے کہ حضرت موجود ہیں حضرت کی امامت پر ایمان ہو تعمیل احکام کے لئے مستعد رہے اور شرف زیارت کے حاصل ہونے کا انتظار کرے۔ رہا یہ خیال کہ اس حدیث میں امام زمانہ سے مراد قرآن ہے کسی طرح صحیح نہیں کیونکہ حدیث کے الفاظ بالکل اس کے خلاف ہیں الفاظ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے اس لفظی ترجمہ ہی سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مختلف زمانوں کے مختلف امام ہیں ورنہ اپنے زمانہ کی قید نہ ہوتی حالانکہ قرآن ہر زمانہ کا ایک ہی چلا آرہا ہے اور اس کو کسی زمانہ کے لوگ مخصوص اپنے زمانہ والا امام نہ کہتے ہیں نہ سمجھتے ہیں پس یہاں کوئی قرینہ اس کا نہیں ہے جو امام سے مقصود قرآن ہو سکے اگر رسول خدا کا یہ مقصد ہوتا تو کیسی عام فہم آسان بات تھی کہ بجائے اِمَامَ زَمَانِہٖ چند لفظوں کے رسول صرف ایک لفظ

قرآن فرما دیتے مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ امام کی تخصیص اہل زمان سے فرمائی ہے جو اس کی دلیل ہے کہ ہر زمانہ والوں کا اختصاص اپنے زمانہ کے اس امام سے ہوتا ہے جس کا پہچاننا ان پر واجب ہے اور قرآن مراد لینے کی صورت میں یہ خصوصیت بے کار ہوئی جاتی ہے پس اس حدیث سے مقصود وہی امام معصوم ہیں جو قرآن کے ساتھی ہیں جن کی معرفت و اطاعت واجب ہے ان کے علاوہ دُنیا میں کوئی ایسا نہیں ہوا اور نہ ہے جس سے اس فرمان رسول کا تعلق ہو اور وہ ایسے اتباع عام کا مستحق ہو سکے کہ خدا و رسول کے نزدیک دین و دنیا کے تمام امور میں ہر طرح کی پیروی کے لئے اس کو پہچاننا ضروری ہو جائے کیونکہ سب غیر معصوم ہیں اور ایسی رہبری صرف معصوم ہی کا منصب ہے اس کا حق ہے جو علم میں سارے عالم سے افضل ہو ایسا پیشوا پیشوائی کا حقدار نہیں ہو سکتا جسکو خود ہی راستہ نہیں ملتا جب تک کہ اس کو ہدایت نہ کی جائے وہ بے راہ جو خود ہدایت کا محتاج ہو دوسروں کو بھلا کیسے راہ حق دکھا سکتا ہے اَفَمَنْ یَّهْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْ اِلَّا اَنْ یُّهْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ۝ پ۱۱ ع۹

بعض احادیث

حضرت حجت علیہ السّلام کے وجود و امامت سے متعلق جناب رسولِ خدا و آئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم کی نصوص بیشمار ہیں ان میں سے ایک ایک معصوم کی ایک ایک مختصر حدیث یہاں نقل کی جاتی ہے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُولی الامر کے ذکر میں امیرالمومنین علیہ السّلام سے فرمایا کہ اے علیؑ تم ان سب سے پہلے ہو اور اس کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام تک سب کے نام لئے اور فرمایا کہ ان کا فرزند حجت قائم خاتم اوصیاء اور میرا آخری خلیفہ ہوگا میرے دشمنوں سے انتقام لے گا اور وہ زمین کو ویسا ہی عدل و داد سے بھر دے گا جیسی کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب علیہ السّلام نے اپنے فرزند امام حسین علیہ السّلام کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ میرا یہ لڑکا سید و سردار ہے جیسا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے اور عنقریب اس کی اولاد میں وہ فرزند ہوگا جس کا نام رسول اللہ کا نام ہوگا اور صورت و سیرت میں ان سے مشابہ ہوگا اور لوگوں کی غفلت اور حق کے مردہ ہونے پر اور ظلم و جور کے ظاہر ہونے پہ اس کا ظہور ہوگا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح پر لوگوں کی ناگواری دیکھتے ہوئے فرمایا کہ "افسوس جو کچھ میں نے کیا تم لوگ اس کو نہیں سمجھتے ہو میرا یہ عمل میرے دوستوں کے لئے تمام ان چیزوں سے بہتر ہے جن پر آفتاب کا طلوع و غروب ہے کیا تم مجھے واجب الاطاعۃ امام نہیں جانتے کیا میں بنص رسول سردار جوانان جنّت نہیں ہوں" سب نے اقرار کیا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ خضر نے جب کشتی میں سوراخ کیا لڑکے کو قتل کیا دیوار کو درست کیا تو ان کے ان کاموں پہ موسیٰ ابن عمران ناراض ہوئے کیونکہ اس کی مصلحت ان سے مخفی تھی اور خدا کے نزدیک یہ سب کام ٹھیک تھے۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی گردن میں سرکشوں کی بیعت کا طوق ڈالنے کی کوشش نہ کی گئی ہو سوائے اس قائم کے جس کے پیچھے عیسیٰ ابن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔ خداوند عالم اس کی ولادت کو پوشیدہ رکھے گا وہ نظر سے غائب رہے گا تاکہ بیعت کا سوال ہی پیدا نہ ہو یہ میرے بھائی حسینؑ کا نواں فرزند ہوگا اس کی غیبت طویل ہوگی جب ظہور ہوگا تو چالیس سال کے جوان کی صورت ہوگی تاکہ دُنیا جان لے کہ خداوند عالم ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام نے شب عاشور اپنے اصحاب سے فرمایا تھا کہ ایک روز میرے نانا نے مجھ سے فرمایا کہ اے فرزند تم عراق میں پہنچائے جاؤ گے اور اس زمین پہ اترو گے جس کو کربلا کہتے ہیں وہیں تم شہید کئے جاؤ گے اور تمہارے ساتھ ایک جماعت کی شہادت ہوگی اب وہ وقت آگیا ہے اور

کل میں اپنے نانا سے ملوں گا پس تم میں سے جو کوئی واپس جانا چاہے وہ ابھی رات میں چلا جائے میری طرف سے اجازت ہے یہ سُن کر سب نے قسم کھا کر کہا کہ ہم آپ کو نہیں چھوڑیں گے اور ہرگز آپ سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ ہم بھی وہیں پہنچیں جہاں آپ جائیں گے ، جب حضرت نے ان کی یہ ثابت قدمی دیکھی تو ارشاد فرمایا کہ تمہیں جنت کی بشارت ہو قسم بخدا جو کچھ ہونے والا ہے اس سے اتنے عرصے بعد جو مشیت الٰہی میں ہے ہم اور تم اٹھائے جائیں گے ہمارے قائمؑ کا ظہور ہو گا جو ظالموں سے انتقام لیں گے اور تم ان لوگوں کو طوق و زنجیر میں جکڑا سزائیں پاتے ہوئے دیکھو گے ۔ اصحاب نے عرض کیا کہ اے فرزند رسول وہ قائمؑ کون ہوں گے فرمایا کہ وہ میرے فرزند محمد باقرؑ کی اولاد سے ساتواں فرزند ہو گا یہ میرا فرزند حجت بن حسن بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسےٰ بن جعفر بن محمدؑ بن علیؑ ہے یہی وہ ہے جو مدّت دراز تک غائب رہے گا پھر ظاہر ہو گا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے قائمؑ کی ولادت لوگوں پر پوشیدہ رہے گی یہاں تک کہ یہ کہنے لگیں گے کہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے اور ایسا اس لئے ہو گا کہ گردن جھکانے کے لئے ان سے کسی جابر و ظالم سلطنت کا سوال بھی نہ ہونے پائے ۔

حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے خلقت عالم سے چودہ ہزار برس پہلے چودہ نور پیدا کئے جو ہماری ارواح ہیں عرض کیا کہ وہ چودہ کون ہیں فرمایا کہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ اولادِ حسینؑ سے نو امام ہیں جن میں سب سے آخر قائمؑ ہیں جو طولانی غیبت کے بعد قیام کریں گے دجال کو قتل کریں گے زمین کو جور و ظلم سے پاک کریں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص تمام آئمہ کی امامت کا اقرار کرے لیکن مہدیؑ کا منکر ہو تو وہ مثل اس کے ہے جو سب

انبیاء کا مقر رہو اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی نبوّت کا انکار کرے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کی اولاد میں مہدی کون ہے فرمایا کہ ساتویں کی اولاد میں پانچواں فرزند جو تم سے غائب ہوگا اور اس وقت اس کا نام لینا ممنوع ہوگا۔ پوچھا کہ غیبت کی وجہ کیا ہوگی فرمایا کہ خداوند عالم نے یہ چاہا ہے کہ اس میں انبیاء کے وہ طریقے جاری ہوں جو ان کی غیبتوں میں رہے ہیں اس کے لئے سب کی غیبتوں کا پورا ہونا ضروری ہے خداوند عالم نے فرمایا ہے لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ پ۳۰ ع۹ یعنی جو لوگ تم سے پہلے تھے ان کے راستوں پر تم منزل بہ منزل ضرور چلو گے۔

حضرت امام موسٰے کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں قائم بالحق ہوں لیکن وہ قائم جو زمین کو دشمنان خدا سے پاک کرے گا اور اس کو عدل سے اس طرح بھر دے گا جیسے کہ وہ جور سے بھری ہوگی وہ میری اولاد میں پانچواں ہوگا۔ جس کے لئے مدّت دراز کی غیبت ہوگی اس میں بہت سی قومیں مرتد ہو جائیں گی کچھ لوگ ثابت قدم رہیں گے خوش حالی ہے ہمارے ان دوستوں کے لئے جو ہمارے قائم کی غیبت میں ہماری محبّت سے متمسک اور ہماری ولا پر ثابت قدم رہیں اور ہمارے دشمنوں سے بیزار رہوں یہی لوگ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں وہ ہم سے خوش ہیں اور ہم ان سے راضی ہیں واللہ وہ روز قیامت ہمارے درجہ میں ہمارے ساتھ ہوں گے۔

حضرت امام علیؑ رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارے دوست میرے تیسرے فرزند کے بعد چراگاہ تلاش کریں گے مگر نہ پائیں گے عرض کیا گیا کہ یہ کیوں" فرمایا کہ اس لئے کہ ان کا امام ان سے غائب ہوگا پوچھا کہ غیبت کس وجہ سے ہوگی فرمایا اس لئے کہ جب وہ تلوار لے کر کھڑا ہو تو کسی کی بیعت کا اس سے سوال ہی نہ ہوا ہو۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد میرا فرزند علیؑ

امام ہوگا اس کا حکم باپ کا حکم ہوگا اور اس کا قول باپ کا قول ہوگا اس کی اطاعت باپ کی اطاعت ہوگی، اس کے بعد اسی کا فرزند حسنؑ امام ہوگا اس کا حکم باپ کا حکم ہوگا اور اس کا قول باپ کا قول ہوگا اس کی اطاعت باپ کی اطاعت ہوگی۔ یہ فرما کر حضرت خاموش ہو گئے کسی نے پوچھا اے فرزند رسول حسنؑ کے بعد کون امام ہوگا اس پر حضرت بہت روئے اور فرمایا کہ حسنؑ کے بعد اس کا بیٹا قائم بالحق منتظرؑ، دریافت کیا کہ قائم نام کیوں ہوگا فرمایا کہ اس لئے کہ اس کا ذکر مردہ ہونے کے بعد قائم ہوگا عرض کیا منتظر کس لئے فرمایا اس وجہ سے کہ غیبت طویل ہوگی اور مخلصین اس کے خروج کا انتظار کریں گے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد میرا قائم مقام میرا بیٹا حسنؑ ہوگا لیکن بعد اس کے قائم مقام فرزند کے بارے میں تمہاری عجیب حالت ہوگی عرض کیا گیا کہ مولا ہم آپ پر قربان "یہ کیوں" فرمایا اس لئے کہ تم اس کو نہ دیکھو گے اور تمہارے لئے اس کا نام لینے کی ممانعت ہوگی پوچھا کہ پھر کس طرح ذکر کریں فرمایا کہ آل محمدؐ میں سے حجت خدا کہنا۔

حضرت امام حسنؑ عسکری علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بنی اُمیہ اور بنی عباس نے اپنی تلواریں ہم پر چھوڑیں جس کا ایک سبب یہ تھا کہ وہ جانتے تھے کہ خلافت میں ان کا کوئی حق نہیں ہے وہ ڈرتے تھے کہ ہم خلافت کا دعویٰ کردیں اور وہ اپنی جگہ پر پہنچ جائے یہ ان خبروں سے خبردار تھے کہ ظالم لوگوں کے ملک کا زوال جن میں سے وہ خود بھی ہیں ہمارے قائم کے ہاتھ سے ہوگا اس لئے اہلبیتؑ رسول کے قتل اور رسول خدا کی نسل ختم کرنے کی انہوں نے کوشش کی تا کہ قائمؑ کی پیدائش ہی نہ ہو یا پیدا ہوں تو قتل کر دیئے جائیں اور ملک وسلطنت نہ نکلے لیکن خداوند عالم نے یہ امر کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا وہ تو اپنے نور کو پورا کرکے رہیگا اگرچہ کفار کو ناگوار ہو وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۵ پ۲۸ ع ۹۔

بعض آیات

قرآن کے بارھویں پارے کے آٹھویں رکوع میں یہ آیت ہے بَقِيَّةُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ یعنی اگر تم ایمان والے ہو تو خدا کا بقیہ تمہارے واسطے بہتر ہے۔ اس وقت پیغمبر اسلام و آئمہ علیہم السلام میں سے کوئی ذات سوائے آخری امام کے موجود نہیں ہے اور صرف یہی بقیۃ اللہ ہیں خدا کی رحمت ہیں باقی ہیں اور انہیں کے برکات سے دُنیا کو فائدہ پہنچ رہا ہے، حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے علامات ظہور بیان کرنیکے بعد ارشاد فرمایا ہے کہ جب ہمارے قائمؑ کا ظہور ہوگا اور وہ خانہ کعبہ کی دیوار سے سہارا دے کر کھڑے ہوں گے اور تین سو تیرہ مومنین ان کے پاس جمع ہوں گے تو سب سے پہلے وہ اس آیت کی تلاوت کریں گے اور کہیں گے کہ میں بقیۃ اللہ ہوں خدا کا خلیفہ ہوں اور تم پر اس کی حجّت ہوں اس وقت سے تمام لوگ ان کو یَا بَقِيَّةَ اللّٰهِ ط کہہ کر خطاب کریں گے۔

تیرھویں پارے کے ساتویں رکوع میں ہے اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ یعنی اے رسول تم صرف ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہوتا ہے اس آیت سے ظاہر ہے کہ منجانب اللہ ہر زمانہ میں ایک ہدایت کرنے والا رہتا ہے اور یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ زمین کبھی حجّت خدا سے خالی نہیں رہتی جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو رسول خدا نے اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھ کر فرمایا تھا کہ میں منذر ہوں خدا سے ڈرانے والا ہوں اور اپنے ہاتھ سے امیر المومنینؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اے علیؑ تم ہدایت کرنے والے ہو اور ہدایت یافتہ لوگ میرے بعد تم ہی سے ہدایت پائیں گے، چنانچہ امیر المومنینؑ کی ہدایات بذریعہ آئمہ طاہرینؑ اب تک قائم ہیں اور ہر زمانہ میں ایک ہادی ہوا ہے کیونکہ ہر قوم سے مقصود ہر زمانہ والے اور ہر دور کے لوگ ہیں اور آیت کا یہی مطلب ہے کہ رسول اللہ کے بعد خدا کی طرف سے بندوں کے لئے ایک ہادی ضرور ہوگا جس کو امام کہا

جاتا ہے اس وقت وہ ہادی حضرت حجّت علیہ السّلام ہیں۔

پندرھویں پارے کے آٹھویں رکوع میں ہے یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِہِمْ یعنی اس دن کو یاد کرو کہ جب ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے یہ قیامت کا دن ہوگا جس میں سارے بندے اپنے اپنے امام کیساتھ بلائے جائیں گے یہ اس کی دلیل ہے کہ ہر زمانہ والوں کے لئے خدا کی طرف سے ایک امام اور پیشوا کا ہونا ضروری ہے اور اس وقت کے امام حضرت حجّت علیہ السّلام موجود ہیں۔

دسویں پارے کے گیارھویں رکوع کی یہ آیت ہے ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝ یعنی خدا تو وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب فرمائے اگرچہ مشرکین کراہت کرتے رہیں اس آیت میں تمام دینوں پر دین اسلام کے غالب ہونے کی خوشخبری ہے لیکن ابھی تک اس غلبہ کا ظہور نہیں ہوا کثرت سے آبادیاں باطل مذہبوں پر قائم ہیں یہ بول بالا تو بذریعہ امام آخرالزمان علیہ السّلام ہوگا جن کا ظہور بمنزلہ ظہور رسول ہے جو اس وقت محافظ اسلام ہیں اور دنیا میں تشریف فرما ہیں قرآن پر ایمان رکھنے والے ذرا اس آیت کو سوچیں سمجھیں اور آیۂ استخلاف پہ بھی غور کریں جو ظہور حضرت حجّت علیہ السّلام کے ذکر میں بیان ہوگی، کتنی معقول بات ہے کہ سید المرسلین کی رسالت فخر اولیں و آخرین کی رسالت جس پر حضرت آدمؑ سے لے کر آخر تک ہر رسول و نبی ایمان لایا کیسے ہوسکتا ہے کہ جب اس کا وقت آئے تو وہ دنیا کے ایک حصّہ میں محدود ہوکر رہ جائے اور ساری دنیا پر نہ چھائے مگر ہوا تو ایسا ہی کہ وہ عظیم الشان پیغمبر اسلام جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہوکر آئے ان کے زمانہ میں ان کی تبلیغ وہدایت محیط عالم نہ ہوسکی اور جو کچھ ہوا جتنا ہوا جس طرح ہوا اس کو سب جاننے والے جانتے ہیں لیکن حضرت نے اپنے بعد کے لئے اپنے قائم مقام و نائبین وہ بارہ آئمہ طاہرین چھوڑے

جن کی اماموں کے تذکرے برابر عالم انوار سے ہوتے رہے ہیں اور قدرت کو ان اہلبیت رسول کی عظمت و جلالت اس طرح بھی دکھانی تھی کہ آخری امام علیہ السّلام کے ہاتھوں وہ سب کچھ ہو گا جو اس سے پہلے نہ ہوا تھا تمام باطل مذاہب ختم ہو جائیں گے اور ہر ہر حصّہ ارض پر صرف دین اسلام و ایمان ہی ایمان ہو گا جو آخری رسول کی رسالت کا نتیجہ ہے یہ فضیلت مخصوص اسی گھرانے کی ہے کہ اسی گھر سے ابتدا ہوئی اسی گھر پہ انتہا ہے۔

دوسرے پارے کے پہلے رکوع کی یہ آیت ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ یعنی اور اسی طرح ہم نے تمہیں اُمّت عادل بنایا تا کہ تم عام لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تمہارے گواہ ہوں" امیر المومنین کا ارشاد ہے کہ امت عادل اور لوگوں پہ گواہ ہم ہیں اور رسول خدا ہم پر گواہ ہیں ہم خدا کی مخلوق پر خدا کے گواہ اور زمین پہ اس کی حجّت ہیں" ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام کے بعد امام نہ رسول ہوتا ہے نہ عوام الناس میں داخل ہوتا ہے بلکہ رسول کا قائم مقام اور کل امّت کا سردار ہوتا ہے" پیغمبر اسلام کے بعد ان کے بارہ جانشین ہوئے جو اپنے اپنے زمانہ میں لوگوں کے شاہد اعمال رہے اور اس وقت امت کی ہر ہر فرد کے اعمال دیکھنے والے گواہ امام زماں حضرت حجّت علیہ السّلام موجود ہیں جو امّت وسط کے آخری نمائندے ہیں اور یہ شہادت خلافت و امامت کے ہم معنی ہے، عام امّت میں تمام مسلمان داخل ہیں اور امّت وسط صرف چند حضرات معصومین ہیں جن کی لفظ اُمت سے تعبیر ایسی ہی ہے کہ جیسے اکیلے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو قرآن میں امّت کہا گیا ہے۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ پ۱۴ ع۲۲

اختلافات اہل اسلام

فرقہ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کا یہ عقیدہ سابقہ بیانات سے واضح ہو گیا کہ

خدا و رسول خدا و آئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم کی متواتر نصوص کے مطابق حضرت حجت علیہ السّلام جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے صلبی فرزند ہیں اس زمانہ میں موجود ہیں اور یہی مہدئ موعود و قائم منتظر ہیں جو عام لوگوں کی نظروں سے غائب ہیں اور ظہور کا وقت آ رہا ہے، چونکہ وہ پیشین گوئیاں جو حضرت کی ولادت سے قبل ہو چکی تھیں اور آخر زمانہ میں آنے والے کے متعلق نام و نسب اوصاف و شمائل و غیبت وغیرہ کی جو کچھ تصریحات احادیث میں کی گئی ہیں وہ سب کی سب حضرت پر منطبق ہیں جس طرح پہلے خبریں دی گئی تھیں اسی طرح حضرت کو پایا گیا اس لئے ان صفات و خصوصیات و علامات اور ظہور معجزات کے بعد اس وجود مسعود کے مہدئ موعود ہونے میں قطعاً کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی مسلمانوں میں کوئی ایسا فرقہ نہیں ہے جو حضرت کی امامت اور فرزند امام حسن عسکری علیہ السّلام ہونے کا تو معترف ہو لیکن اس وقت دنیا میں حضرت کی موجودگی سے انکار کرتا ہو یہ اعتقاد صرف اثنا عشری شیعوں ہی کا نہیں ہے بلکہ بڑے بڑے حضرات علماء اہلسنّت بھی اس کے معتقد رہے ہیں اور انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت کے حالات نقل فرمائے ہیں اور وہ اس عقیدہ کو اپنا ایمان سمجھ کر بہت سے مطالب قلم بند کر کے یادگار چھوڑ گئے ہیں ان صاحبان نے اپنے ہم عصر لوگوں سے جو حضرت کے وجود کا انکار کرتے تھے مقابلے کئے ہیں اور ان کے سوالات کے ایسے دندان شکن جوابات دیئے ہیں کہ منکرین کو ساکت ہونا پڑا ہے۔

مسلمانوں کے سب مشہور فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ پیغمبر اسلام فرما گئے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک رہنما مہدئ آئیں گے جو رسولِ خدا کے ہمنام ہوں گے وہ تمام دُنیا میں دین اسلام کو پھیلا دیں گے سارا جہان عدل و داد سے بھر جائے گا، یہاں تک تو سب مختلف مذاہب متفق ہیں لیکن اس کے بعد تشخیص وغیرہ میں اختلاف ہے کہ وہ آنے والے کون ہیں کس کی اولاد میں سے ہیں اور

وہ پیدا ہو چکے ہیں یا نہیں، ان اختلافات کا سبب کچھ تاریخی حالات اور جعلی روایات ہیں اول تو ویسے ہی بظاہر مختلف معانی کی اسلامی روایتوں کو جمع کر کے ایک خاص نتیجہ پر پہنچنا آسان کام نہیں ہے چہ جائیکہ منافقین نے بکثرت روایات اسلام کو برباد کرنے کے لئے ایسی بھی گڑھی ہیں جو پیغمبر اسلام پر سراسر افترا و بہتان ہیں اور جن کی وجہ سے غیروں کو اسلام کی صحیح صورت نظر نہیں آتی پھر ان اخبار کا بھی ذخیرہ ہے جو بعض نام کی اسلامی حکومتوں میں حق پر پردے ڈالنے کے لئے فضائل اہلبیت رسول کے مقابل بنائی گئی ہیں، پس جہاں ہزاروں حدیثیں وضعی اور جھوٹی موجود ہوں وہاں صحیح و غیر صحیح کی تنقیح و تنقید کس قدر دشوار گزار مرحلہ ہے عوام بیچارے کیا جانیں کہ کونسی روایت غلط ہے اور کونسی حدیث سچی ہے کون ضعیف ہے کون قوی ہے، یہی وہ غلط فہمیاں ہیں جن کے سبب سے اسلام کے بہتّر ٹکڑے ہو گئے،، کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کا اصولی اختلاف رحمت ہے ایسا اختلاف تو عذاب ہوا کرتا ہے اور اتفاق رحمت ہوتا ہے،، بہرطور مسلمان اگرچہ منتشر ہو گئے لیکن ان کے انتشار سے اسلام کی حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا کیونکہ اسلام کی بنیاد وضعی احادیث و جعلی روایات پر نہیں ہے بلکہ اس کا دارومدار ناقابل انکار حقائق پر ہے دنیا میں ہر چیز کے پرکھنے کے کچھ قاعدے اور طریقے ہوتے ہیں جب مسلمانوں کی مذہبی اخبار و روایات کو ان کے اصول و قواعد کی کسوٹی پر کسا جاتا ہے تو کھوٹے کھرے کا پتہ لگ جاتا ہے اور اچھی طرح یہ بات کھل جاتی ہے کہ راویوں کے کیا حالات ہیں کس طرح ان کی زندگیاں گزری ہیں کون کون جھوٹے ہیں کون کون سچے ہیں۔

جب حضرت حجّت علیہ السلام کی ولادت ہوئی ہے تو وہ زمانہ بنی عباس کی سلطنت کا تھا اور اوّل سے سب حکومتیں پیغمبر اسلام کی ان پیشین گوئیوں کو سمجھتی چلی آ رہی تھیں کہ اولاد رسول میں آخری امام ایسے ہوں گے جن کی

سارے عالم پر حکومت ہوگی وہ جانتے تھے کہ اس وقت ہماری بادشاہتیں ختم ہوجائیں گی اس لئے وہ اس خبر سے بدحواس تھے اور قتل پر آمادہ رہے حضرت کی پیدائش کے بعد ایک طرف دوست داران اہلبیتؑ حفاظت کے لئے حضرت کے حالات کو چھپا رہے تھے دوسری طرف دشمنوں نے اپنی موروثی عداوت اور سیاست سلطنت کی بنا پر گیارہ اماموں کے گزرنے کے بعد بارھویں امام کے ذکر تک کو چھپایا تاکہ ایسا نہ ہو کہ عام لوگوں کے خیالات حکومت کی طرف سے پلٹ جائیں اور ان کی توجہ اہلبیتؑ رسول کی طرف ہو جائے۔ ان احادیث رسول سے انکار ہونے لگا جن میں آخری آنے والے کے اذکار تھے اور حضرت کا تذکرہ ممنوع ہوگیا اور احکام امتناعی جاری کر دیئے گئے کچھ محدثین بھی اپنی ذاتی مصلحتوں سے کچھ اپنی مجبوری معذوری وغیرہ کی وجہ سے حکومت کے اس نظریہ کی تائید و اشاعت پر اُتر آئے نتیجہ یہ ہوا کہ عوام الناس اس پھندے میں پھنس گئے کہ آخری حجّت خدا کے آنے کی کوئی اصلیت نہیں ہے لیکن صداقت والے صاحبان ایمان باوجود بڑی بڑی مصیبتوں کے اپنی سچائی پر قائم رہے اور کسی طرح اس عقیدے سے نہ ہٹے کہ بارھویں امام علیہ السلام موجود ہیں۔

چونکہ حضرت کے متعلق پیغمبر اسلام کی حدیثیں اور بشارتیں ایسی نہ تھیں جن کو بالکل پسِ پشت ڈال دیا جائے اس لئے چلتے چلتے ان اخبار و احادیث کو یہ معنی پہنائے گئے کہ وہ حجّت خدا آئیں گے تو مگر قیامت کے قریب پیدا ہوں گے جس کا وقت معلوم نہیں ہے لیکن یہ خیال بالکل بے دلیل ہے جس کی شہادت نہ قرآن کی کسی آیت سے ملتی ہے نہ کسی حدیث رسول سے اس کا پتہ ملتا ہے یہ تاویل ان عام دلائل عقلیہ کے خلاف ہے جو اس امر کا واضح ثبوت ہیں کہ کوئی زمانہ خدا کی حجّت سے خالی نہیں رہتا، یہ معنی ان آیات کے خلاف ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں خدا کی طرف سے ایک ہادی و رہنما

کا ہونا ضروری ہے، یہ مطلب ان احادیث رسول کے خلاف ہے جو اس کا کھلا ہوا ثبوت ہیں کہ بعد پیغمبر اسلام دنیا کسی وقت وجود امام سے خالی نہ رہے گی،، اس ترمیم سے رسول اللہ کی وہ ساری حدیثیں غلط ہوئی جاتی ہیں جن میں فرداً فرداً یکے بعد دیگرے قیامت تک آنے والے بارہ اماموں کے نام بتائے گئے ہیں اس عقیدے سے آخری حجّت خدا کا فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام ہونا بے معنی ہوا جاتا ہے اور احادیث میں ان کے لئے گیارھویں امام کے صلبی فرزند ہونے کی جو تخصیص ہے وہ بے اصل ہو کر رہ جاتی ہے،، اس اعتقاد سے معتقدین کے ہم مذہب تمام وہ علماء اسلام ناقابل اعتبار ہوئے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت حجّت علیہ السّلام کی اخبار ولادت اور اس وقت حضرت کے وجود غیبت سے متعلق مضامین اپنی کتابوں میں نقل فرمائے ہیں۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ مہدی موعود اولاد امام حسینؑ سے نہیں بلکہ اولادِ امام حسن علیہ السلام سے ہیں،، یہ بھی وہم ہی وہم ہے اور اس کی سند میں اپنے یہاں کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں لفظ حسنؑ ہے حالانکہ کاتب کبھی لفظ حسینؑ کو اس طرح بھی لکھ دیتے ہیں کہ حسنؑ پڑھا جائے اور مہدیؑ موعود کے اولاد امام حسین علیہ السلام سے ہونے کی مسلمانوں میں اس کثرت سے حدیثیں ہیں جن کے مقابلہ میں یہ روایت قابل توجہ نہیں رہتی اگرچہ اس اعتبار سے یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ جس طرح والدۂ ماجدہ کی طرف سے امام حسن علیہ السلام کی نسبت رسول اللہ سے ہے اور فرزند رسول ہیں اسی طرح حضرت حجّت علیہ السلام بھی فرزند امام حسن علیہ السلام ہیں کیونکہ امام محمد باقر علیہ السّلام کی والدہ امام حسن علیہ السلام کی دختر تھیں جن کی ساتویں پشت میں حضرت حجت علیہ السلام ہیں جو حسینی بھی ہیں اور حسنی بھی بلکہ حضرت کے پدر گوار کا نام بھی حسنؑ ہے اور لقب عسکری ہے۔

بعض آدمی اس خیال میں ہیں کہ مہدی موعود حضرت عیسیٰ علیہ السّلام ہیں جو بالکل بے اصل بات ہے اور ہزاروں اسلامی احادیث کے خلاف ہے اور قطعاً

ناقابل التفات ہے اس وقت حضرت عیسٰی کا وجود حضرت مہدی موعود کے وجود کی فرع ہے جب یہ ظہور فرمائیں گے تو وہ دعوت اسلام میں مددگار ہوں گے جب حضرت حجّت علیہ السّلام کا ظہور ہوگا تو حضرت عیسٰی کا بھی نزول ہوگا اور حضرت حجّت علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے پیغمبر اسلام کے بعد تو علاوہ دین محمدی کے کسی نئے یا پرانے دین کی تبلیغ کے لئے کوئی نیا یا پُرانا رسول آنے والا نہیں ہے حضرت عیسٰی رسول ہیں لیکن ان کو کسی حدیث میں مہدی موعود نہیں کہا گیا۔

رہی یہ بات کہ مختلف زمانوں میں کچھ لوگ مختلف صاحبان کو مہدی موعود سمجھ بیٹھے یا بعض لوگوں نے خود اپنی مہدویّت کا دعوٰے کیا تو ایسے مذاہب سوائے ایک دو گروہوں کے قریب قریب سب ختم ہوگئے ہیں مثلاً واقعۂ کربلا کے بعد کچھ لوگ امیرالمومنین علیہ السّلام کے فرزند محمّدؐ بن حنفیہ کی امامت و مہدویت کے قائل ہوگئے تھے اور محرم ۸۱ھ میں ان کا انتقال ہوگیا طائف میں دفن ہیں پینسٹھ ۶۵ سال کی عمر ہوئی حالانکہ مہدی کی رحلت بغیر اس کے نہیں ہوسکتی کہ وہ روئے زمین کو عدل وداد سے بھر دے اور اس سے قبل اس کا انتقال اسلامی اجماع و اخبار متواترہ کے خلاف ہے محمد بن حنفیہؒ نے تو خود حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کا اعتراف کیا ہے جبکہ حضرت ان کو اپنے ساتھ لے کر حجر اسود کے سامنے تشریف لائے اور بحکم الٰہی گویا ہوا اس نے حضرت کے امام ہونے کی گواہی دی محمّدؐ بن حنفیہ نے درحقیقت امامت کا دعوٰے نہیں کیا تھا بلکہ شہادت حجر اسود کے ذریعہ لوگوں کے شکوک رفع کئے ہیں۔ اس فرقہ کو کیسانیہ کہا جاتا ہے کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مختار بن ابو عبیدہ ثقفی جن کو محمّدؐ بن حنفیہؒ نے انتقامِ خون جناب سید الشہداء کے لئے مامور کیا تھا اسی مسلک پر تھے لیکن بظاہر وہ اس سے بری ہیں اور اخبار میں ان کی مدح ہے۔ یہی کیفیت دوسرے امام زادوں کے متعلق ایسے خیالات کی ہے کہ سوائے وہمی باتوں کے کچھ نہیں نہ ان کی عصمت و امامت

کا کوئی ثبوت ہے نہ کوئی خصوصیّت مہدویت کی ان میں پائی جاتی ہے فرقہ زیدیہّ و اسماعیلیہ انہیں توہمات والوں میں سے ہیں۔

اسی طرح ان لوگوں کا خیال بھی غلط تھا جنہوں نے امام جعفر صادق علیہ السّلام کو امام غائب سمجھ لیا حالانکہ حضرت کو منصور نے زہر دلوایا ۱۴۸ھ میں شہادت ہوئی پدر بزرگوار کے قریب جنۃ البقیع میں قبر مبارک ہے اسی گروہ کو ناوسیہّ کہا گیا ہے،،

کچھ لوگوں نے امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کو مہدی سمجھ لیا حالانکہ حضرت کی زندگی کا بڑا حصّہ قید کی حالت میں گزرا بالآخر ۱۸۳ھ میں ہارون رشید نے زہر سے شہید کیا قبر منوّر کاظمین میں ہے اسی عقیدے والے واقفیہّ کہلائے ان حضرات نے تو ایسے عقیدت مندوں کی تکذیب فرمائی ہے اوران اماموں کو کسی حدیث میں مہدی موعود نہیں کہا گیا۔ یہ حضرات اور دوسرے آئمہ اہلبیتؑ سینکڑوں مرتبہ آخری امام کی خبر دے کر مہدیؑ موعود کی تشخیص فرما چکے ہیں۔

دنیا میں ہیر پھیر کے ساتھ نبوّت کے بھی مدعی ہوتے رہے ہیں مہدی ہونے کے بھی دعوے کئے ہیں ان سب کے متعلق تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ نبوت ہو یا امامت ان عہدوں کے لئے باعتبار علم وغیرہ کے سارے عالم سے افضل ہونے کی شرط ہے صاحب اعجاز ہونے کی شرط ہے معصوم ہونے کی شرط ہے بلکہ مہدیؑ موعود کا عترت رسول سے ہونا لازم و ضروری ہے اس لئے نہ تو معمولی پڑھا لکھا شخص نبی و امام ہوسکتا ہے نہ بغیر معجزات دکھائے ایسا دعوےٰ صحیح ہے نہ غیر معصوم ایسا دعوےٰ کرسکتا ہے نہ غیر فاطمی مہدی ہوسکتا ہے نہ بغیر امامت کے مہدویت ہوسکتی ہے جب اصل امامت ہی ثابت نہ ہو تو مہدویت کا دعوےٰ بالکل بے سروپا اور قطعاً غلط ہے دعوےٰ کرنے والوں نے مہدیؑ ہونے کا دعوےٰ تو کردیا لیکن معصوم ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا جو منجانب اللہ اس منصب کا اصل اصول ہے اور جس کا مفصّل تذکرہ پہلے ہوچکا ہے،، نیز یہ کہ خود بنا ہوا یا دوسروں کا بنایا ہوا

مہدی جو بھی اب تک ظاہر ہوا وہ ختم ہوگیا مرگیا مگر اس کی موجودگی میں روئے زمین سے کفر کا خاتمہ نہ ہوا اور تمام عالم میں اسلام نہ پھیلا جو مہدی موعود کے ظہور کا مسلّم ویقینی ولازمی نتیجہ ہے لہذا یہ سارے دعوے بالکل جھوٹے ہیں" یہ ایک مختصر سی دلیل ہے جس کو ہر عاقل صاحب ایمان آسانی سے سمجھ سکتا ہے اِنَّ فِی ذَالِکَ لَذِکْرٰی لِاُوْلِی الْاَلْبَابِ ۵ پ ۲۳ ع ۱۶

چوتھا بیان ذکر القاب و حلیۂ مبارکہ و شجرۂ طیبہ

حضرت حجّت علیہ السّلام

حضرت حجّت علیہ السّلام اپنے جد بزرگوار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ہمنام وہم کنیّت ہیں اخبار کثیرہ معتبرہ میں حضرت کا اسم مبارک لینے کی ممانعت وارد ہے یہ حکم حضرت کے خصوصیات میں سے ہے اور کسی خاص زمانہ و مخصوص حالات سے متعلق نہیں ہے بلکہ اخبار میں تا وقت ظہور کی توضیح ہے ونیز لقب اقدس کے زبان پر جاری ہونے یا کان میں پڑنے کے وقت تعظیماً کھڑا ہونا بنظر احترام اٹھنا سلام کے لیے جھکنا مومنین کا فریضہ ہے جیسا کہ تمام ممالک عرب وعجم میں ان آداب کا بجالانا فرقہ حقّہ کا دستور رہا ہے،، حضرت کے عظیم الشان القاب میں حجّت ،، صاحب ،، قائم ،، مہدی ،، منتظر ،، زیادہ مشہور ہیں حُجَّۃُ یعنی حُجَّۃُ اللّٰہِ اور جملہ مخلوقات عالم پر خدا کی حجّت و دلیل ،، صاحب یعنی صاحب الامر صاحب العصر صاحب الزّمان خدا کی طرف سے تمام دُنیا پر حکومت کرنے والے اور حکمران وقت و فرمانروائے زمان قَائِمُ یعنی حکم الٰہی کی بجا آوری کے لئے ہر وقت تیار کہ اشارے پر ظہور فرمائیں یا یہ کہ اپنے ذکر کے مردہ ہونے کے بعد امامت کے ساتھ کھڑے ہونے والے یا یہ کہ ان کے ذریعہ سے ساری

دنیا میں حق قائم ہوگا یا قائم بحق ایسے کہ کربلا والوں کے خونِ ناحق کا انتقام لیں گے مَہدِی یعنی منجانب اللہ حقیقت ہدایت کے ایسے ہدایت یافتہ جن کے لیئے حق کے اور حقیقت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں اور ہر پوشیدہ امران کے سامنے ہے ایسے علم والا مہدی ہی ایسا ہادی ہو سکتا ہے کہ جس کی ہدایت سے کوئی حصّہ ارض خالی نہ رہے گا ہر بات کی طرف رہنمائی فرمائیں گے ہر شخص کو اس کے صحیح راستہ پہ لگائیں گے مُنتَظَر یعنی وہ کہ جن کے ظہور پُرنور کا انتظار کیا جا رہا ہے اس سے حرف "ظ" پہ زبر پڑھا جائے گا یا ظہور کے لیئے خداوند عالم کے حکم کا انتظار کرنے والے اس صورت میں "ظ" کے نیچے زیر رہے گا۔

حضرت کے شمائل سے متعلقہ اخبار کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت صورت وسیرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شبیہ ہیں، میانہ قد" خوش رو" چاند سا نورانی چہرہ" داہنے رخسار پہ تل ستارے کی طرح چمکتا ہوا یا جیسے کہ چاندی پہ نقطہ" سر مبارک گول" پیشانی فراخ وروشن" ابرو کشیدہ" چشمہائے منوّر سرمگیں بینیٔ مطہّر دراز وباریک" دندان مقدس کشادہ چمکدار" ریش اقدس سیاہ بھری ہوئی" کاندھوں تک گیسو شانے پہ پیغمبر اسلام کی مُہر کی طرح علامت ونشان" دست اطہر نرم" سینہ انور وسیع" شکم مبارک اور پنڈ لیاں امیر المومنین علیہ السلام کی مانند سارے جسم سے نور کی شعاعیں بلند" خلعت نورانیت سے آراستہ" ایسی خوبی کی ہیئت کہ وہ اعتدال وتناسب اعضاء کبھی کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہوگا۔

حضرت کے والد بزرگوار جناب امام حسن عسکری علیہ السّلام ہیں اور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک بارھویں امام خاتم الآئمہ علیہ السلام کا نسبی سلسلہ اس طرح ہے" حضرت حجّت امام زماں علیہ السلام بن امام حسن عسکری علیہ السّلام بن امام علی نقی علیہ السّلام بن امام محمدؑ تقی علیہ السلام بن امام علی رضا علیہ السّلام

بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بن امام جعفر صادق علیہ السلام بن امام محمدؑ باقر علیہ السّلام بن امام علی زین العابدین علیہ السلام بن سید الشہدا امام حسین علیہ السّلام ۔بن امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام وسیدۂ عالم فاطمہؑ زہرا صلوات اللہ علیہا بنتِ رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم" یہ وہ پاک و پاکیزہ نورانی سلسلہ ہے جس کی عظمت وجلالت تمام اسلامی دنیا پر روشن ہے یہی وہ بے مثال و پائیدار شجرۂ طیبہ ہے جس کی رفعت و بلندی سے کوئی دیندار انکار نہیں کرسکتا اسی سے ہدایت رسالت کے پھول اہل ایمان تک پہنچے جن سے ان کے دماغ معطّر ہیں اس کے پھلوں سے مومنین کے دِل تروتازہ اور وہ دنیا میں پھل رہے ہیں ۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاۤءِ ۔ پ ۱۳ ع ۱۶ ۔

والدۂ ماجدہ

حضرت کی والدۂ ماجدہ نرجس خاتون ہیں جو شاہِ روم کے بیٹے یشوعا کی لڑکی تھیں اور ان کی مادر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی شمعون بن صفا کی اولاد سے ہیں، پہلا نام ملیکہ بھی ہے اور بعض ایام میں انہیں کو ریحانہ وسوسن وصقیل سے یاد کیا گیا ہے ان کا واقعہ شیخ جلیل عظیم الشان ابو محمدؑ فضل بن شاذان نے جن کی رحلت حضرت حجتؑ علیہ السلام کی ولادت کے بعد اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت سے قبل ہوئی ہے اور شیخ صدوق اور شیخ طوسی ودیگر حضرات نے اس طرح نقل فرمایا ہے کہ بشر بن سلیمان بردہ فروش سے روایت ہے جو ابو ایوب انصاری کی نسل تھے اور امام علی نقی وامام حسن عسکری علیہ السلام کے موالیان میں سے اور ان حضرات کے ہمسایہ پڑوسی بھی تھے وہ کہتے ہیں کہ کافور خادم میرے پاس آیا اور کہا کہ ہمارے مولا حضرت علی نقی علیہ السلام تمہیں بلاتے ہیں میں حاضر خدمت ہوا جب بیٹھ گیا تو فرمایا کہ اے بشر تم انصار

کی اولاد سے ہو اور ہماری محبت و دوستی ہمیشہ تم لوگوں میں رہی ہے یہ برابر تمہاری میراث چلی آتی ہے اور تم ہم اہلبیتؑ کے معتمدین میں سے ہو میں ایک خاص فضیلت کے لئے تمہیں منتخب کرتا ہوں جس سے ہمارے دوستوں پر تم سبقت لے جاؤ گے اور وہ راز کی بات ہے کہ ایک کنیز کی خریداری کے لئے تمہیں بھیجنا چاہتا ہوں پھر حضرت نے اک خط رومی زبان اور رومی خط میں لکھ کر اس پر مہر کی اور دوسو بیس اشرفیاں کپڑے میں بندھی ہوئی نکالیں اور فرمایا کہ یہ لو اور بغداد چلے جاؤ فرات کے گھاٹ پر پہونچنا وہاں دِن چڑھے چند کشتیاں اسیروں کی آئیں گی جن میں تم کنیزیں دیکھو گے ان کی خریداری کے واسطے بہت سے سرداران بنی عباس کے وکیل اور کچھ جوانان عرب جمع ہوں گے تم دُور سے اس شخص پر جس کو عمر بن یزید نخاس کہتے ہیں نگاہ رکھنا اور دن بھر انتظار کرنا یہاں تک کہ وہ ان صفات کی کنیز خریداروں کے سامنے پیش کرے جو دو جامہ ریشمین محکم بھی پہنے ہوگی اور خریداروں کے سامنے پیش ہونے سے انکار اور ان کے دیکھنے ہاتھ لگانے سے منع کرتی ہوگی باریک پردے سے رومی زبان میں اس کو تم یہ کہتے ہوئے سنو گے کہ ہائے کیسی مصیبت ہے جو میری پردہ دری کی جاتی ہے اس کی عفت و پاک دامنی کی یہ صورت دیکھ کر ایک خریدار تین سو دینار میں اس کو لینا چاہے گا جس پر عربی زبان میں وہ کہے گی کہ کیوں اپنا مال ضائع کرتا ہے اگر تو حضرت سلیمان بن داؤد کی مملکت و حشمت بھی لے کر آئے تو بھی تیری طرف مجھ کو رغبت نہیں ہو سکتی اس وقت عمر بن یزید کہے گا کہ تم کو بیچنا تو ضروری ہے پھر تمہارے متعلق کیا کیا جائے وہ جواب دے گی جلدی نہ کرو میرا وہ خریدار آنے والا ہے جس کی دیانت و وفا پر مجھ کو اعتماد ہے" اے بشر یہ سُنتے ہی تم عمر بن یزید کے پاس جانا اور کہنا کہ میرے پاس ایک سید کا خط ہے جو انہوں نے رومی زبان و رومی خط میں لکھا ہے اور اس میں اپنے کرم و وفا و سخا و عطا کا ذکر ہے یہ خط لو اور اس کنیز کو دے دو تا کہ صاحب خط کے اخلاق و اوصاف کو

وہ غور سے سمجھ لے اگر راضی ہوگئی تو خریداری کے لئے میں انکی طرف سے وکیل ہوں۔

بشر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مولا کے حکم کی تعمیل کی اور سب کچھ وہی ہوا جس طرح حضرت نے فرمایا تھا جب ان معظمہ نے وہ خط لے کر دیکھا اور پڑھا تو بہت روئیں اور عمر بن یزید سے کہا کہ جن کا یہ خط ہے انہیں کے ہاتھ مجھ کو فروخت کر دے اور قسمیں کھائیں کہ اگر ایسا نہ کیا تو میں اپنے کو ہلاک کرونگی اس کے بعد دیر تک قیمت میں بات چیت ہوتی رہی یہاں تک کہ اسی رقم پر معاملہ ہوگیا جو حضرت نے میرے سپرد فرمائی تھی اور قیمت ادا کر کے بغداد میں اپنی قیام گاہ پران کو ساتھ لے آیا وہ نہایت خوش و مسرور تھیں بار بار اس خط کو بوسے دیتی تھیں آنکھوں سے لگاتی تھیں یہ دیکھ کر میں نے تعجب سے کہا کہ تمہارے نزدیک اس خط کی اتنی قدر و عظمت ہے حالانکہ لکھنے والے کو جانتی بھی نہیں ہو انہوں نے جواب دیا کہ اے عاجز اے انبیاً کی اولاد و اوصیا کے بلند مرتبہ کی کم معرفت رکھنے والے ذرا دل سے متوجہ ہو کر کان لگا کر میرا حال سُن لے۔

میں ملیکہ دختر یشوعا پسر قیصر روم ہوں میری والدہ شمعون بن صفا کی اولاد سے ہیں جو حضرت عیسٰی کے وصی تھے میں ایک عجیب امر کی خبر دیتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ جس وقت میں تیرہ سال کی ہوئی تو میرے دادا قیصر نے اپنے بھتیجے سے میرا عقد کرنا چاہا محل میں نسل حواریینؑ اور علماء نصاریٰ سے تین سو بزرگوں کو صاحبان قدر و منزلت سے سات سو اشخاص کو امرالشکر و سرداران قبائل سے چار ہزار نفر کو جمع کیا ایک تخت جواہر سے مرصع جو اس نے اپنی بادشاہی کے زمانہ میں تیار کرایا تھا اس کو چالیس پایوں پر نصب کیا گیا بتوں کو صلیبوں کو بلند مقامات پہ رکھا گیا اس تخت پر اپنے بھتیجے کو بٹھایا جس وقت پادریوں نے پڑھنے کے لئے انجیل کی جلدیں ہاتھوں میں اٹھائیں صلیبیں سرنگوں ہوگئیں بت زمین پر گرنے لگے تخت کے پایئے ایسے شکستہ ہوئے کہ زمین پر آرہا،

دولہا بھی گر کر بے ہوش ہو گیا یہ صورت دیکھ کر پادریوں کے رنگ متغیر ہو گئے ان کے جوڑ بند کانپنے لگے اور سب سے بڑے پادری نے میرے دادا سے کہا کہ اے بادشاہ اس کام سے ہم کو معاف رکھ جس کی وجہ سے نحوستیں نمایاں ہوئیں جو دین عیسوی کے جلدی زوال کی علامات ہیں،، میرے دادا نے بھی اس کو فال بد سمجھا اور حکم دیا کہ دوبارہ تخت وغیرہ لگائے جائیں اور بجائے اس بدقسمت لڑکے کے اس کے دوسرے بھائی سے عقد کر دیا جائے چنانچہ یہ سامان ہونے لگا اور دوسرا لڑکا تخت پر بٹھایا گیا انجیل کا پڑھنا شروع ہوا تھا کہ پھر وہی صورت پیش آئی اور وہی نحوست رونما ہوئی مگر کسی نے اس راز کو نہ سمجھا کہ جو کچھ ہوا ان بھائیوں کی نحوست نہیں ہے بلکہ ایک خاص سردار کی سعادت کا اثر ہے بالآخر سب لوگ متفرق ہو گئے میرا دادا بھی حرم سرا میں آ گیا اور خجالت کی وجہ سے باہر نہ نکلا۔

میں جب رات کو سو گئی تو خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیحؑ مع حواریینؑ کے تشریف لائے اور نور کا منبر جو بلندی میں آسمان سے مقابلہ کر رہا تھا قصر شاہی میں اسی جگہ نصب کیا گیا جہاں میرے دادا نے نصب کیا تھا اس کے بعد حضرت رسالت پناہ محمدؐ مصطفٰے نے مع اپنے وصی و داماد علی بن ابی طالبؑ کے اور مع ان فرزندوں کے جو امام ہیں محل کو اپنے نور سے منور فرمایا جناب مسیحؑ ازروئے تعظیم و اجلال خاتم الانبیاء کے استقبال کے لئے آگے بڑھے ان سے گلے ملے اور خاتم انبیاء نے امام حسن عسکریؑ کی طرف اشارہ کر کے جو ان کے بیٹے ہیں، جن کا یہ خط ہے جناب مسیحؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے روح اللہ میں اس واسطے آیا ہوں کہ اپنے اس فرزند کے لئے آپ کے وصی شمعون صفا کی دختر ملیکہ کی خواستگاری کروں یہ سُن کر حضرت مسیحؑ نے حضرت شمعونؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ خاتم الانبیاء دونوں جہان کا شرف تمہارے واسطے لے کر آئے ہیں یہ رشتہ کر دو اور رحم آل محمدؐ سے اپنے رحم کو ملا دو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے کر دیا

جس کے بعد خاتم الانبیاء منبر پر تشریف لے گئے خطبہ ارشاد فرمایا اور حضرتؐ نے اور جناب مسیحؑ نے امام حسن عسکریؑ سے میرا عقد کر دیا جس کے گواہ آئمہ اور حواریینؑ ہوئے۔

جب میں اس خواب سے بیدار ہوئی تو جان کے خوف سے کسی سے میں نے ذکر نہ کیا اور اپنے دل میں رکھا مگر خورشید امامت کی آتش محبّت روز بروز میرے سینہ میں مشتعل ہوتی رہی سرمایۂ صبر و قرار ختم ہونے لگا یہاں تک کہ کھانا پینا حرام چہرہ متغیر جسم لاغر ہو گیا۔ مملکت روم کا کوئی طبیب ایسا باقی نہ رہا جس کو علاج کے لئے میرے دادا نے بلایا نہ ہو مگر کوئی فائدہ نہ ہوا تب مایوس ہو کر میرے دادا نے مجھ سے دریافت کیا کہ بیٹی تیرے دل میں دنیا کی جو کچھ بھی خواہش و آرزو ہو وہ بیان کر تاکہ اس کو پورا کروں میں نے جواب دیا کہ کشائش کے دروازے میرے لئے بند ہو چکے ہیں صحت سے ناامید ہوں البتہ اگر آپ ان مسلمان قیدیوں کو جو قید خانہ میں مقید ہیں رہا کر دیں تو امید ہے کہ حضرت حق تعالےٰ اور حضرت مسیحؑ، ان کی مادر گرامی مجھ کو شفا عطا فرمائیں یہ سُن کر میرے دادا نے ان قیدیوں کو چھوڑنا شروع کر دیا جب ایسا ہوا تو میں نے بھی کچھ صحت کا اظہار کیا کچھ کھانا بھی کھایا جس سے دادا کو خوشی ہوئی چار راتوں کے بعد میں نے یہ خواب دیکھا کہ سردار زنانِ عالم حضرت فاطمہ زہراؑ، تشریف لائی ہیں اور حضرت مریمؑ بھی مع ہزار حورانِ بہشت کے ہمراہ ہیں مجھ سے حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ تیرے شوہر امام حسن عسکریؑ کی یہ مادر گرامی ہیں یہ سُن کر میں نے ان کا دامن پکڑ لیا اور رو رو کر یہ شکایت کی کہ امام حسن عسکریؑ میرے دیکھنے کے لئے نہیں آتے فرمایا کہ میرا فرزند کیسے آئے حالانکہ تو شرک کر رہی ہے میری بہن مریمؑ بھی تجھ سے اور تیرے مذہب سے بیزار ہیں اگر تو چاہتی ہے کہ حق تعالےٰ و حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ تجھ سے خوش ہوں اور تو میرے فرزند سے ملنے کی خواہش مند ہے تو کہہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا الرَّسُوْلُ اللّٰهِ جب میں نے یہ کلمات طیّبہ زبان پر جاری کئے تو ان معظمہ نے مجھ کو اپنے سینہ سے لگا کر فرمایا کہ اب میرے فرزند سے ملاقات کی منتظر رہو میں بھیجتی ہوں جب میں یہ خواب دیکھ کر اٹھی تو کلمہ شہادتین میری زبان پر جاری رہا ملاقات کا انتظار کرتی رہی رات ہوئی تو خواب میں انہوں نے شرف زیارت سے مشرف فرمایا میں نے کہا کہ اے میرے محبوب آپ نے مجھ کو اسیر محبّت کر کے کیوں جدائی اختیار کی ہے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ تم مشرکہ تھیں اب مسلمان ہوگئی ہو لہٰذا ہر شب برابر آتا رہوں گا یہاں تک کہ خداوند عالم مجھے اور تمھیں بظاہر یک جا فرمائے چنانچہ اس کے بعد کوئی رات ایسی نہیں گزری جو حضرت کو خواب میں نہ دیکھا ہو۔

بشر بن سلیمان نے دریافت کیا کہ تم اسیروں میں کیسے شامل ہوگئیں کہا کہ ایک شب کو انہیں حضرت نے مجھے یہ خبر دی کہ تمہارا دادا فلاں روز مسلمانوں کی طرف لشکر بھیجنے والا ہے اور خود بھی پیچھے جائے گا تم بھی اس طرح اپنی ہیئت تبدیل کر کے کہ کوئی نہ پہچانے کنیزوں خدمت گاروں میں پوشیدہ شریک ہو کر اپنے دادا کے پیچھے روانہ ہونا اور فلاں راہ سے چلنا" جب وقت آیا تو میں نے ایسا ہی کیا چلتے چلتے مسلمانوں کی جاسوس جماعت نے ہمیں دیکھ لیا اور گرفتار کر کے لے گئے اور آخر کار یہ ہوا جو تم دیکھ رہے ہو اور اس وقت تک سوائے تمہارے کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ میں شاہ روم کی دختر ہوں ایک بوڑھے شخص نے کہ میں جس کے حصّہ میں آئی تھی میرا نام پوچھا تو میں نے نرجس بتایا جس پر اس نے کہا کہ یہ تو کنیزوں کا سا نام ہے۔ اس کے بعد بشر بن سلیمان نے عرض کیا کہ تعجّب ہے باوجودیکہ تم اہل فرنگ سے ہو مگر تم عربی خوب جانتی ہو" فرمایا کہ میرے دادا کو مجھ سے بہت محبّت تھی اور وہ یہ چاہتا تھا کہ مجھے آداب حسنہ سکھائے اس لئے اس نے ایک ایسی معلمہ کو میرے واسطے مقرر کیا تھا جو فرنگی اور عربی زبان کو جانتی تھی وہ صبح و شام آتی اور زبان عربی کی

مجھ کو تعلیم دیتی یہاں تک کہ میں خوب عربی بولنے لگی۔

بشر بن سلیمان کہتے ہیں کہ جب میں ان معظمہ کو سامرے لے کر آیا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہونچیں تو حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے دین اسلام کی عزّت اور دین نصاریٰ کی ذلّت اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی فضیلت کس طرح تجھ کو دکھائی عرض کیا اے فرزند رسول میں اس بات کو کیا بیان کر سکتی ہوں جس کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں پھر فرمایا کہ تجھے عزّت دینا چاہتا ہوں ان دو صورتوں میں سے کونسی صورت پسند ہے کہ دس ہزار دینار تجھ کو دے دوں یا شرافت ابدی کی بشارت دوں" عرض کیا کہ میں مال کی خواہش مند نہیں بلکہ شرف کی خوشخبری چاہتی ہوں فرمایا کہ تجھ کو بشارت ہو ایک ایسے فرزند کی جو مشرق و مغرب عالم کا بادشاہ ہوگا اور زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا جب وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی" عرض کیا یہ فرزند کس سے ہوگا فرمایا اسی سے جس کے لئے جناب رسالت مآب نے تیری خواستگاری حضرت عیسیٰؑ سے کی تھی یہ بتا کہ کس کے ساتھ تیرا عقد حضرت مسیحؑ اور ان کے وصی نے کیا تھا عرض کیا کہ آپ کے فرزند کے ساتھ فرمایا کہ ان کو پہچانتی ہے عرض کیا جس شب سے بہترین زنان عالم کے ہاتھ پر اسلام لائی ہوں ہر رات کو وہ میرے دیکھنے کے لئے آتے رہے ہیں" اس کے بعد حضرت نے اپنے خادم کافور کو طلب فرمایا اور کہا کہ جاؤ میری بہن حکیمہ خاتون کو بلا لاؤ جب وہ آئیں تو فرمایا کہ یہی وہ کنیز ہے جس کے لئے میں نے کہا تھا یہ سن کر انہوں نے گلے سے لگایا اور بہت مہربانی سے پیش آئیں" حضرت نے فرمایا کہ اے دختر رسول اس کو اپنے یہاں لے جاؤ اور واجبات و سنن کی تعلیم دو یہ حسن عسکریؑ کی زوجہ اور صاحب الزّمان کی والدہ ہے۔

اس روایت میں ان معظمہ کی کنیزی کا بار بار ذکر اور ان کی خریداری کا معاملہ وغیرہ یہ سب ظاہری باتیں سلطنت ظلم و جور کے دستور کی بنا پر وقتی حالات

و مصالح شرعیہ پر مبنی تھیں" حقیقتہً " نہ وہ مال غنیمت جمع کرنے والوں کی کنیز ہو سکتی تھیں نہ عام مسلمانوں میں سے کسی کے حصّہ میں آسکتی تھیں" یہاں تو جنگ بھی نہیں ہوئی وہ اسلام لا چکی تھیں جوش عقیدت میں آرہی تھیں اسیری میں آنا تو ان کی ایک تدبیر تھی وہ اصل میں مقید و مجبور ہو کر نہیں آئی تھیں" شریعت کا حکم یہ ہے کہ کفّار کا وہ مال جو جائز لڑائی میں مسلمانوں کے ہاتھ آئے یا کسی دُوسری صورت سے ان کے قبضہ میں پہونچے تھوڑا ہو یا بہت اس میں سے خمس نکالا جائے گا" اور بغیر جنگ کے جو علاقہ ان کا حاصل ہو وہ امام وقت کا مال ہے وہ نفیس اِشیا بھی مال امام ہیں جو خاص ان کے بادشاہ کی ہوں" وہ چیزیں بھی جنہیں مسلمان فوجی بغیر اذن امام کے لوٹیں امام کا مال ہیں اور انہیں کے لئے مخصوص ہیں بغیر ان کی اجازت کے کوئی متصرف نہیں ہو سکتا اسی وجہ سے زمانۂ غیبت میں ایسی صورت پیش آنے پر کافروں کی عورتوں کی خرید فروخت کو مباح کر دیا گیا ہے۔ اس وقت اگرچہ امام علی نقی علیہ السلام امام تھے مگر امامت کی قید و بند کا خوفناک زمانہ تھا خاموشی کا عالم تھا لیکن طالب حق کو حق کی رہنمائی ہر حالت میں امام کا کام ہے اور امن و سلامتی کے ساتھ ہر صاحب حق کو ہی اپنا حق حاصل کرنے کا ہر طرح اختیار ہوتا ہے پس حسب مشیت الٰہی عالم باطنی میں جو کچھ ہو چکا تھا اس کا عالم ظاہری میں عملی صورت اختیار کرنا اسی پر موقوف تھا کہ خوبصورتی کے ساتھ نرجس خاتون کو حضرت خرید فرمائیں اور کنیزی کا غلط دعوٰے کرنے والے کے قبضہ سے ان معظمہ کو آزادی حاصل ہو" ان حقائق کے بعد آسانی سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ لفظ کنیز کا استعمال محض ظاہری طور پر تھا تاکہ حقیقی مسئلہ اور راز کی بات راز میں رہے اور دشمنوں تک نہ پہونچنے پائے" ان محترمہ بی بی کی عزّت و شرافت کا کیا کہنا جو روم کی شہزادی تھیں عالم رویا میں حضرات معصومین علیہم السلام کی زیارت سے مشرف ہوئیں انہیں کے فیضان سے مسلمان ہوئیں عقد ہوا تو

توفیق الٰہی سے دنیا کے اقتدار سلطنت کو ٹھکرایا گیا سے کیا ہوئیں کہاں سے کہاں آئیں کیسی حفاظت سے آئیں اور آ کر آخری حجت خدا کی مادر گرامی بنیں۔
اگرچہ بعض برگزیدگان خدا کی کچھ ناپسند بیویاں اپنی بدقسمتی سے سرکش و نافرمان بھی رہیں ہیں جن کا زوجیت میں آنا زمانے کی بڑی بڑی مصلحتوں پر مبنی تھا لیکن فطری بات یہ ہے کہ اچھے اچھوں کو پسند کرتے ہیں اور بُرے بُروں کو پاک عورتیں پاکیزہ مردوں کے واسطے موزوں ہیں اور پاکیزہ مرد پاک عورتوں کے لیئے۔ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ پ۱۸ ع ۹۔

پانچواں بیان ذکر ولادت حضرت حجت علیہ السلام

حضرت کی ولادت مخفی طور پر ہوئی پیدائش کی شب تک بالکل آثار حمل نمایاں نہیں ہوئے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے کیونکہ حضرات انبیاء و آئمہ علیہم السلام کی ارواح نورانیہ مثل عام لوگوں کی روحوں کے نہیں ہوتیں بلکہ یہ صاحبان رُوح قدس ہوتے ہیں اور ان کے کمالات و تصرفات شکم مادر ہی سے معجزے کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اوّل سے بغیر ظہور آثار کے اعجازی شان کے ساتھ ولادت بھی ہو جاتی ہے"
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش اسی طرح ہوئی نمرود نے حکم دے دیا تھا کہ مرد عورتوں سے جدا کر دیئے جائیں اگر کسی کے لڑکا پیدا ہو تو اس کو ہلاک کر دیا جائے مگر جب حضرت ابراہیمؑ کا حمل ہوا تو شکم مادر سے کوئی اثر ظاہر نہ ہوتا تھا پیدا ہوئے تو والدہ ماجدہ ہلاکت کے خوف سے ایک غار میں رکھ آئیں اور وہیں انگوٹھے چوس چوس کر پرورش پائی" حضرت موسےٰؑ کی ولادت ایسے ہی ہوئی کہ حمل کے آثار بالکل نمودار نہ تھے والدہ خائف بھی ہوئیں مگر مولود نے تسلّی دی اور مادر گرامی سے کلام کیا اس لئے کہ ان کو فرعون

کے قتل کا خوف تھا اس کے حکم سے بیس پچیس ہزار بچے بنی اسرائیل کے ختم کر دیئے گئے تھے اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ میری سلطنت کا خاتمہ بنی اسرائیل کے ایک بچے کے ہاتھ سے ہو گا پیدائش کے بعد حضرت موسےٰ کو کپڑے میں لپیٹ کر اک نہ خانہ میں رکھ دیا گیا پھر والدہ ماجدہ نے صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دیا اور فرعون کی بیوی آسیہ نے نکالا اپنا بیٹا بنایا اور حضرت موسےٰ نے فرعون ہی کے گھر میں پرورش پائی،، اسی طرح حضرت حجّت علیہ السلام کے متعلق مختلف حکومتوں والے سلسلہ بسلسلہ پیغمبر اسلام کی پیشین گوئیاں، سنتے چلے آرہے تھے کہ حضرت کے بعد بارہ امام ہوں گے اور اولاد رسول میں بارھویں امام ایسے آئیں گے جو تمام روئے زمین کو عدل و داد سے بھر دیں گے اور سارے عالم پر ان کی حکومت ہو گی ان ارشادات سے وہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہماری سلطنت کا زوال اور ملوکیت کا خاتمہ اسی ذات کے ہاتھوں سے ہو گا لہٰذا اس کو پیدا ہی نہ ہونے دیا جائے اور اگر پیدا ہو جائے تو زندہ نہ چھوڑا جائے مگر ان لوگوں کی ایسی کارروائیاں خدا کی قدرت اور رسول خدا کی صداقت سے ناشناسی پر مبنی تھیں سب کچھ کیا لیکن نتیجہ میں ناکام رہے حضرت کی پیدائش ہو گئی اور دشمنوں کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی۔

یوں تو بارہ اوصیاء کے تذکرے برابر ہوتے رہتے تھے اور ان حضرات سے جو بھی دنیا میں آیا اس کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک ہوئے وہ دُنیا کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں، بنی عباس کی سلطنت کا زمانہ ۱۳۲؁ھ سے شروع ہوا اور چلتے چلتے ۲۳۲؁ھ میں متوکل کو حکومت ملی اگرچہ اس وقت سے آخری امام علیہ السلام کی ولادت کے متعلق نگرانی کے انتظامات ہونے لگے تھے لیکن جب اس کا بیٹا معتمد فرمانروا ہوا تو اس کو خاص گھبراہٹ رہی کیونکہ اس کا زمانہ گیارھویں امام علیہ السلام کا زمانہ تھا وہ یہ خیال کئے ہوئے تھا کہ وقت آگیا ہے اور میرے ہی زمانہ میں سب کچھ ہو گا اس لئے اس نے طرح طرح کے جال پھیلا رکھے تھے

اس سے پہلے امام علی نقی علیہ السلام چودہ پندرہ برس نظر بند رہ چکے تھے گھر آنے جانے کی بندش نہ تھی نظر بندی کے بعد مکان پر رہنے کی اجازت ہو گئی تھی مگر تفحص حالات کے لئے جاسوس لگے رہتے تھے لیکن امام حسن عسکری علیہ السّلام کے واسطے قیدِ تنہائی رہی جہاں حضرت مقید تھے وہاں سے نہ کبھی باہر تشریف لے جا سکتے تھے نہ آپ سے ملاقات کے لئے کوئی آسکتا تھا یہاں تک کہ راہب نصرانی کا یہ مشہور واقعہ پیش آیا کہ سامرے میں قحط کی وجہ سے لوگ پریشان ہو رہے تھے بارش نہ ہوتی تھی تین روز نماز استسقا بھی پڑھی گئی مگر کچھ نہ ہوا لیکن جب نصرانی جنگل کی طرف گئے اور راہب نے دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو بادل آگیا اور پانی برسنے لگا یہ صورت دیکھ کر مسلمان دین نصارٰی کی طرف مائل ہونے لگے بادشاہ وقت معتمد زوال سلطنت کے اندیشے میں بہت پریشان ہوا اور اس مصیبت میں اس کو امام وقت حضرت حسن عسکری علیہ السلام یاد آئے قید خانہ سے بلایا اور فریاد کی کہ اپنے نانا کی امت کی خبر لیجیے حضرت نے فرمایا کہ پریشانی کی بات نہیں ہے کل لوگوں کا یہ شک رفع ہو جائے گا چنانچہ دُوسرے روز معتمد بھرے مجمع کے ساتھ جن میں نصارٰی بھی تھے حضرت کو ساتھ لے کر صحرا میں گیا اول راہب نے دُعا کی ابر آیا اور بارش ہونے لگی حضرت نے فرمایا کہ جو چیز راہب کے ہاتھ میں ہے وہ اس سے لے لی جائے چنانچہ ایک ہڈی جس کو وہ اپنی انگلیوں میں چھپائے ہوئے تھا نکال لی گئی اور حضرت نے اس کو کپڑے میں لپیٹوا دیا جس کے بعد پانی بھی رک گیا تب حضرت نے راہب سے فرمایا کہ اب دعا کرو اس نے ہر چند دُعا کی لیکن بے اثر رہی یہ حال دیکھ کر مخلوق حیرت میں رہ گئی حضرت نے معتمد سے فرمایا کہ یہ ایک نبی کی ہڈی ہے اور دستور ہے کہ جب کسی پیغمبر کی ہڈی ظاہر ہو گی تو باران رحمت نازل ہو گا اس بات کا امتحان ابھی کر لیا جائے چنانچہ وہ ہڈی کپڑے سے نکال کر ہاتھ پر رکھی گئی فوراً بادل آیا اور مینہ برسنے لگا، پھر وہ ہڈی لپیٹ دی گئی اور حضرت نے اپنے طور پر نماز استسقا پڑھی اور دُعا فرمائی اس وقت بادل آیا اور خوب پانی برسا۔

اس واقعہ سے معتمد کی کچھ آنکھیں کھلیں اور حضرت کو رہا کر دیا یہ قدرتی اسباب حضرت حجّت علیہ السّلام کی ولادت کے تھے کہ پدر بزرگوار کو قید و بند کی بلا سے نجات ملی اور خاموشی کے ساتھ حضرت نے خانہ نشینی اختیار فرمائی مگر بارھویں امام علیہ السّلام کی پیدائش کے متعلق نگرانی کا وہی رنگ رہا شدید انتظامات تھے نظریں لگی ہوئی تھیں لیکن خداوند عالم نے حفاظت کے ایسے انتظامات مہیّا کئے کہ مخفی صورت سے ولادت ہوئی اور حضرت دشمنوں کے شر سے محفوظ رہے جو خدا کو منظور تھا وہ ہوا نظام ربّانی اور منشاء یزدانی کے مقابل کسی کی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی اس کی سب باتیں پوری ہوتی ہیں جن کا کوئی روکنے والا نہیں ہے وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ٥ پ ١٤۔

حالاتِ ولادت

یہ بات پیش نظر رہے کہ انبیاء و آئمہؑ کو روح نورانی عطا ہوتی ہے رُوح قدس سے ان کی تربیت ہوتی ہے پوشیدہ ولادتیں ہو جاتی ہیں ان کی خلقت کا تعلق عالم امر سے ہوتا ہے عام لوگوں کی طرح خلقت مادی نہیں ہوتی کہ جہاں حمل میں پھر پرورش میں رفتہ رفتہ خارجی اسباب کی ضرورت ہوا کرتی ہے حضرت عیسٰیؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور پیدا ہوتے ہی گہوارے میں کلام کرنے لگے پیغمبر اسلام کی ولادت ہوئی کیسے کیسے معجزے ظاہر ہوئے شکم مادر ہی سے تسبیح و تہلیل کی آوازیں آنے لگی تھیں امیرالمومنین علیہ السلام اعجازی شان سے پیدا ہوئے اور دیوار کعبہ شق ہوئی حوریں خدمت کے لئے آئیں پیدا ہوتے ہی کلمہ پڑھا رسول اللہ کی جب صورت دیکھی تو سلام کیا اور قرآن سُنانا شروع کر دیا ایسے خوارق عادات ان کا ذرّیت رسول میں سلسلہ جاری رہا ہے کیونکہ سب کا مبداء ایک ہے سب کا مرکز ایک ہے سب کا نور ایک ہے سب کی روح ایک ہے سب کی ریاست ایک ہے سب کی خلافت و امامت ایک ہے۔

حضرت کی تاریخ ولادت پندرھویں ماہ شعبان ۲۵۵ھ روز جمعہ وقت صبح ہے

اور مقام پیدائش سامرہ ہے قدماء اصحاب میں شیخ جلیل الشان فضل بن شاذان نے جو حضرت کی پیدائش کے زمانہ میں بقید حیات تھے اور شیخ صدوق و شیخ طوسی و شیخ مفید و دیگر حضرات نے چند اسناد صحیحہ سے جو روایات نقل فرمائی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ حکیمہ خاتون دختر امام محمد تقی علیہ السّلام فرماتی ہیں کہ جب میرے بھائی امام علی نقی علیہ السلام نے رحلت فرمائی اور امام حسن عسکری علیہ السلام قائم مقام ہوئے تو میں اس طرح زیارت کو جایا کرتی تھی جس طرح ان کے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی ایک روز جو حسب عادت پہونچی اور شام کو واپسی کا قصد کیا تو حضرت نے فرمایا کہ پھوپھی اماں آج روزہ ہمارے ہی پاس افطار کیجئے اور رات کو یہیں قیام رہے یہ شب نیمۂ شعبان کی شب ہے عنقریب وہ فرزند گرامی میرے یہاں پیدا ہونے والا ہے جو ساری مخلوق پر خدا کی حجّت ہوگا اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد اس طرح زندہ کرے گا کہ وہ ہدایت و ایمان سے معمور ہو جائے گی میں نے دریافت کیا کہ یہ ولادت کس سے ہوگی فرمایا کہ نرجس خاتون سے یہ سُن کر میں نے عرض کیا کہ نرجس خاتون میں تو کوئی اثر حمل کا نہیں ہے فرمایا کہ نرجس ہی سے یہ پیدائش ہوگی میں اٹھی اور نرجس خاتون کے پاس پہونچی شکم و پشت کو دیکھا مطلق آثار حمل کے نہ پائے واپس ہو کر پھر میں نے یہی کہا جس پر حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ جب صبح ہوگی تو معلوم ہو جائے گا اسکا حال مادر موسیٰ کی مثال ہے کہ وقت ولادت تک کسی کو علم نہیں ہوا اور نہ حمل کا کوئی اثر ظاہر ہو سکا کیونکہ موسیٰ کی جستجو میں فرعون کے حکم سے حاملہ عورتوں کے شکم چاک کیے جا رہے تھے یہ فرزند بھی نظیر موسیٰؑ ہے اے پھوپھی ہم گروہ انبیاءؑ و اوصیاءؑ کی مائیں ہمیں شکموں میں نہیں اٹھاتی ہیں بلکہ وہ ہم کو پہلوؤں میں رکھتی ہیں اور ہم داہنی ران کی جانب سے باہر آتے ہیں کیونکہ ہم نور خدا ہیں اور خدا کے نور کو کسی قسم کی پلیدی نہیں پہنچ سکتی اس کے بعد دوبارہ میں نرجس خاتون کے پاس آئی اور جو کچھ حضرت نے فرمایا تھا اس کی خبر دی اور حال پوچھا جس پر یہ جواب دیا کہ میں ایسی کوئی بات اپنے میں نہیں پاتی۔

حکیمہ خاتون کا بیان ہے کہ میں رات کو وہیں ٹھہر گئی نماز مغربین اور کھانے سے فارغ ہو کر نرجس خاتون کے پاس ہی آرام کیا آدھی رات کو اٹھی نرجس خاتون سو رہی تھیں میں نے نماز شب پڑھی ادعیہ و تعقیبات میں مشغول تھی کہ نرجس خاتون بھی بیدار ہوئیں وضو کر کے نمازیں پڑھیں اور پڑھ کر پھر لیٹ گئیں اس وقت تک ان میں کسی طرح کا کوئی تغیر نہ تھا اتنے میں صبح ہونے لگی اور میرے دل میں طرح طرح کے خیالات گزرنے لگے جس پر امام حسن عسکری علیہ السلام نے اسی جگہ سے جہاں وہ تشریف فرما تھے مجھ کو آواز دی اور بعلم امامت فرمایا کہ پھوپھی اماں گھبرائے نہیں وہ وقت قریب آگیا ہے پس میں مطمئن ہو کر بیٹھی اور سورۂ الٓمٓ سجدہ و یٰسٓ پڑھنے لگی اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ نرجس خاتون مضطرب ہو رہی ہیں یہ دیکھتے ہی میں اپنی جگہ سے اٹھی اور ان کو سینہ سے لگا کر میں نے دریافت کیا کہ کیا کچھ محسوس کرتی ہو کہا کہ ہاں "تب میں نے کہا کہ اطمینان رکھو وہی ہونے والا ہے جو تم سے کہہ چکی ہوں اور میں نے اسمار الٰہی پڑھ کر دم کیئے حضرت نے آواز دی کہ سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ پڑھو اسی حالت میں پھر میں نے نرجس خاتون سے پوچھا کہ اب کیا حال ہے جواب دیا کہ جو کچھ مولا نے فرمایا تھا وہ ظاہر ہو گیا اور اس وقت میں نے اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ کی تلاوت شروع کر دی اس کے پڑھتے میں شکم مادر کے اندر ہی سے مولود کے بھی سورہ پڑھنے کی آواز آتی رہی اور مجھ کو سلام کیا جس سے میں ڈری لیکن حضرت نے آواز دی کہ پھوپھی اماں قدرت الٰہی سے تعجب نہ کیجیے خداوند عالم ہمارے بچوں کو حکمت کے ساتھ گویا فرماتا ہے اور روئے زمین پر بزرگی میں ہم کو اپنی حجت قرار دیتا ہے "، ابھی حضرت کا کلام تمام نہ ہوا تھا جو نرجس خاتون میری نظروں سے غائب ہو گئیں گویا کہ میرے اور ان کے درمیان ایک پردہ سا حائل ہو گیا میں فریاد کرتی ہوئی حضرت کی خدمت میں آئی فرمایا کہ پھوپھی اماں اندیشہ کی بات نہیں ہے واپس جایئے نرجس کو آپ وہیں پائیں گی چنانچہ میں آگئی تو دیکھا کہ پردہ اٹھا دیا گیا ہے اور نرجس خاتون سے ایسا نور ساطع ہو رہا ہے جس سے آنکھوں کو خیرگی ہوتی

ہے اور ایک صاحبزادے سجدے میں جھکے ہوئے انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کیے ہوئے فرما رہے ہیں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ جَدِّیْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ اَبِیْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ حُجَّةُ اللّٰهِ ط یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور میرے نانا محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور میرے دادا امیرالمومنینؑ حجّت خدا ہیں" اسی طرح ایک ایک امام کا نام لیا جب اپنے نام تک پہنچے تو کہا اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْنِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ وَاَتْمِمْ لِیْ اَمْرِیْ وَثَبِّتْ وَطْاَتِیْ وَامْلَاْ بِیَ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا ۔ یعنی بارالہا جو تونے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس کو میرے لئے وفا فرما اور میرے امر کو پورا کر اور مجھ کو ثابت قدم رکھ اور میرے ذریعہ زمین کو عدل وانصاف سے پُر فرما میں نے دیکھا کہ وہ صاحبزادے صاحب الامر علیہ السلام تمام آلائشوں سے پاک و پاکیزہ پیدا ہوئے ہیں اور داہنے ہاتھ پر لکھا ہوا ہے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ط پ ۱۵ ع ۹ ۔ یعنی حق آیا اور باطل گیا یقیناً باطل تو مٹنے والا ہی تھا اور دیکھا کہ ان سے ایک نور ساطع ہو کر اطراف آسمان میں پھیل گیا ہے کچھ پرندے آسمان سے آرہے ہیں اور اپنے پروں کو ان کے سر اور بدن سے ملتے ہیں اور اڑ جاتے ہیں"۔

حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ حضرت ابو محمدؑ یعنی امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھ کو آواز دی کہ میرے فرزند کو میرے پاس لے آؤ" میں لیکر گئی جب قریب پہنچی تو صاحبزادے نے پدر بزرگوار کو سلام کیا والد ماجد نے جواب دیا اور اس طرح ہاتھوں پر لیا کہ صاحبزادے کے پائے مبارک حضرتؑ کے سینے پر تھے حضرت نے اپنی زبان فرزند کے منہ میں دی سر پہ آنکھوں پہ کانوں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ پڑھو صاحبزادے نے اعوذ باللہ کہنے کے بعد بسم اللہ کے ساتھ یہ آیت پڑھی وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا

یَحْذَرُوْنَ ۵ پ ۲۰ ع ۴ یعنی ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ زمین پر کمزور کر دیئے گئے ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انہیں کو مالک قرار دیں اور انہیں کو روئے زمین پر پوری قدرت عطا کریں اور فرعون و ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو انہیں کمزوروں سے وہ چیز دکھا دیں جس سے یہ ڈرا کرتے تھے"، پھر رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ پہ درود بھیجا انبیاء کے صحیفوں کی تلاوت کی اول صُحف ابراہیمؑ کو سریانی زبان میں پڑھا، کتاب ادریسؑ و نوحؑ وصالحؑ اور توریت موسٰےؑ وانجیل عیسٰیؑ و فرقان محمدؐ مصطفٰے کو پڑھا"، حضرت نے ان مرغان سفید میں سے جن کی آمد و رفت ہو رہی تھی ایک کو حکم دیا کہ اس مولود کو لے جا اور اس کی حفاظت کر چنانچہ وہ لے گیا اور اس کے پیچھے باقی پرندے اڑ گئے اس وقت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرما رہے تھے کہ میں نے تم کو اس کے سپرد کیا ہے جس کی سپردگی میں موسٰےؑ کو مادر موسٰے نے دیا تھا نرجس خاتون اس واقعہ سے رونے لگیں حضرت نے انہیں تسلّی دی اور فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ عنقریب یہ فرزند تمہارے پاس آئے گا اور تمہارے سوا کسی کا دُودھ نہ پیئے گا آمد و رفت ہوتی رہے گی حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ پرندے کیسے تھے فرمایا جو لے گیا وہ روح قدس ہے اور آئمہ پر موکل ہے جو ان کو ہر لغزش و خطا سے محفوظ رکھتا ہے اور باقی ملائکہ تھے اس کے بعد دوسرے روز بھی میں نے صاحبزادے کو نہ دیکھا جس سے میں متحیّر تھی مگر حضرت نے یہ کہہ کر مطمئن فرمایا کہ یہ مولود خدا کی امانتوں میں سے ہے البتہ تیسرے روز میں نے دیکھا کہ گہوارے میں سو رہے ہیں اُوپر سبز کپڑا ڈھکا ہوا ہے جس کو میں نے ہٹایا انہوں نے آنکھیں کھولیں اور متبسّم ہوئے میں نے بوسے کے لئے ان کو اٹھایا تو ایسی خوشبو میرے دماغ میں پہنچی کہ اس سے قبل کبھی نہ سونگھی تھی اور چالیس روز کے بعد میں نے جو دیکھا کہ وہ جناب گھر میں چل پھر رہے ہیں جس پر امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کیا کہ صاحبزادے تو دو سال کے معلوم ہوتے ہیں حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ انبیاء و اوصیاء کے فرزند جو امام ہوتے ہیں ان کی نشو و نما خلاف عادت ہوتی ہے وہ ایک مہینے میں اتنا بڑھتے ہیں جتنا

عام بچے ایک سال میں اور ہمارا ایسا بچہ شکم مادر میں کلام کرتا ہے قرآن پڑھتا ہے شیر خواری کے زمانہ میں خدا کی عبادت کرتا ہے ملائکہ صبح وشام اس کے پاس آتے رہتے ہیں حکیمہ خاتون کہتی ہیں کہ میں نے صاحبزادے کو ان کے والد ماجد کی وفات سے چند روز قبل مرد جوان دیکھا اور وفات کے بعد ہر روز صبح وشام صاحب الامر علیہ السلام کے پاس جایا کرتی جو کچھ لوگ مجھ سے سوالات کرتے حضرت سے ان کے جوابات لے کر سوال کرنے والوں کو تبلا دیتی خدا کی قسم کبھی کبھی ایسا ہوتا رہا ہے کہ میں نے دریافت کرنے کا ارادہ کیا اور سوال کرنے سے پہلے ہی حضرت نے جواب دے دیا۔ حجت خدا کی یہی شان ہوتی ہے قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۵ پ ۸ ع ۵ -

کثرت روایاتِ ولادت

یہ خیال نہ ہونا چاہیئے کہ حضرت حجت علیہ السلام کی ولادت کی راویہ صرف حکیمہ خاتون ہیں ایسا نہیں ہے ان معظمہ کی روایت زیادہ اس وجہ سے نقل کی جاتی ہے کہ اس میں تفصیلی حالات ہیں اور ایسی معتبر اور مصدق ہے کہ صدوق علیہ الرحمۃ نے جن سندوں سے اس کو نقل فرمایا ہے ان میں سے ایک روایت موسیٰ بن محمد قاسم بن حمزہ بن موسےٰ بن جعفر علیہ السلام سے منقول ہے جس کو موسیٰ نے کتاب میں لکھ لیا تھا اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی تھی یہ حدیث ولادت حضرت کی سُنی ہوئی ہے ان محترمہ کے علاوہ خبر ولادت کے دوسرے بڑے بڑے معتمد راوی ہیں بے شک پدر بزرگوار نے صاحبزادے کی پیدائش کو اوّل ایسا مخفی رکھا تھا کہ قریبی رشتہ دار بھی مطلع نہ ہو سکے اپنے بھائی جعفر تک کو خبر نہ کی اور وہ بھائی کی شہادت تک یہ بھی نہ جانتے تھے کہ بھائی کے کوئی فرزند بھی ہے گھر کے تین چار وفادار غلام وکنیزیں اور بعض راز دار مومنین مخلصین خبردار تھے تاکہ یہ گواہ ہوں اور واقعہ ولادت شہادت سے خالی نہ رہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے چند کنیزوں کو جن سے اطمینان تھا طلب فرما کر حکم دیا کہ مولود کو سلام کرو انہوں نے بعد سلام بوسے لئے نسیم کنیز کا بیان ہے کہ صاحبزادے کی پیدائش سے ایک شب کے بعد میری حاضری ہوئی تو مجھے چھینک آئی صاحبزادے نے فرمایا یَرْحَمُکِ اللّٰہُ جس کو سُن کر مجھ کو خوشی ہوئی پھر کہا کہ کیا اس کے متعلق تجھ کو خوشخبری دوں میں نے عرض کیا کہ ارشاد ہو فرمایا کہ چھینک کا آنا تین دن تک موت سے امان ہے" موسٰے بن محمدؐ کہتے ہیں کہ میں نے عقید خادم امام علیہ السلام سے حدیث حکیمہ خاتون کی تصدیق چاہی تو جواب دیا کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا سچ کہا ہے" حسن بن حسین علوی کا بیان ہے کہ جب ولادت کی خبر ملی تو امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں تہنیت کے لئے میں حاضر ہوا" احمد بن اسحٰق قمی کے پاس حضرت نے فرزند کی خبر پیدائش اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجی اور تحریر فرمایا کہ تمہارے علاوہ اپنے دوستوں میں بہت کم لوگوں کو اس کی اطلاع دی گئی ہے تم بھی پوشیدہ رکھنا اور تمہیں بھی اس لئے مطلع کیا گیا ہے تاکہ تمہاری مسرت کا باعث ہو" حسن بن منذر سے روایت ہے کہ حمزہ بن ابوالفتح میرے پاس آئے اور یہ خوشخبری پہنچائی کہ کل رات خانہ امامت میں فرزند کی ولادت ہوئی ہے جس کو پوشیدہ رکھنے کا حضرت نے حکم فرمایا ہے میں نے پوچھا کہ نام کیا رکھا کہا م ح م د " ابو جعفر عمری کا بیان ہے کہ جب صاحبزادے پیدا ہوئے تو امام علیہ السّلام نے بلا کر حکم دیا کہ بکرے عقیقہ کر دیئے جائیں ان اخبار کے علاوہ اسی قسم کی متعدد روایات مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار الانوار میں نقل فرمائی ہیں وہ اور یہ سب صاحبان براہ راست اطلاع والے خبردار لوگ ہیں اور بذاتِ خود مطلع ہوئے پھر رفتہ رفتہ حسب مصلحت ان کے ذریعہ سے دوسرے با اخلاص مومنین کو خبریں پہنچتی رہیں اور اس طرح روایات بڑھتی رہی ہیں۔

ایسے بعض معتمد مقامی لوگ جو ولادت سے مطلع ہوئے اور دور دراز مقامات کے رہنے والے ایسے سچے دوست جو امتحان محبّت و وفا میں پورے اتر چکے تھے اور جن کو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے پیدائش فرزند کی اطلاعات بھیجی تھیں ان

کے علاوہ ایسے خوش قسمت صاحبان بھی ہیں جن کو وقتاً فوقتاً خود حضرت نے صاحبزادے کی زیارت سے مشرف فرمایا ہے چنانچہ ابو غانم کا بیان ہے کہ حضرت نے اپنے فرزند کا نام "م ح م د" رکھا اور پیدائش سے تین دن کے بعد باہر لاکر اپنے اصحاب کو دکھایا اور فرمایا کہ یہی لڑکا میرے بعد میرا قائم مقام اور تمہارا امام ہے یہی وہ قائم منتظر ہے جس کا انتظار ہوگا اور جب ساری زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے گی تو یہ تمام دنیا کو عدل و داد سے بھر دے گا محمدؐ بن ایوب وغیرہ سے نقل ہے کہ ہم چالیس آدمی ایک ساتھ امام حسن عسکری علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے اپنے فرزند کو دکھایا اور فرمایا کہ یہی میرے بعد تمہارا امام ہے کامل بن ابراہیم مدنی کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اندر کے دروازہ پر پردہ پڑا ہوا تھا جو یکایک ہوا سے کھل گیا اب جو دیکھا تو ایک چاند سا بچہ نظر آیا حضرت نے فرمایا کہ تمہاری آرزو پوری ہو گئی یہی میرے بعد حجّتِ خدا ہے یعقوب بن منقوس سے منقول ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ آپ کے بعد یہ امر امامت کس سے متعلق ہوگا فرمایا کہ ذرا یہ پردہ اٹھاؤ میں نے پردہ اٹھایا تو ایک طفل کم سن برآمد ہوئے حضرت نے فرمایا کہ میرے بعد یہ تمہارا امام ہوگا پھر صاحبزادے سے کہا کہ اندر چلے جاؤ وہ چلے گئے اس کے بعد مجھ کو حکم دیا کہ گھر میں جاکر دیکھو میں گیا تو وہاں کسی کو نہ پایا علی بن مطہر کا بیان ہے کہ میں نے حضرت کے صاحبزادے کو دیکھا کہ وہ اپنے فرزند کی بڑی قدر فرماتے تھے عمرو اہوازی سے نقل ہے کہ حضرت نے اپنے فرزند کو مجھے دکھا کر فرمایا کہ میرے بعد یہی تمہارا امام ہے۔ خادم فارسی کا کہنا ہے کہ میں حضرت کی بارگاہ معلّیٰ میں حاضر تھا کہ اندر سے ایک کنیز اپنے ہاتھ پر پوشیدہ چیز لئے ہوئے آئی حضرت نے کہا دکھا اس نے کھولا تو مجھ کو نہایت حسین بچہ نظر آیا تب حضرت نے فرمایا کہ میرے بعد یہی تمہارا امام ہے۔ محمد بن اسمٰعیل بن امام موسےٰ کاظم علیہ السلام نے جو بہت سن رسیدہ بزرگ تھے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت کے فرزند کو اس وقت دیکھا ہے جب وہ بچے تھے" اسی طرح کی اور روایات بھی ہیں بلکہ بعض لوگوں کے

ایسے واقعات ہیں کہ وہ کچھ مسائل دریافت کرنے کے لئے آئے اور امام حسن عسکری علیہ السلام نے ان کو صاجزادے کے جمال جہاں آرا سے شرفیاب فرمایا اور صاجزادے ہی نے سوالات کے اس طرح جوابات دیئے جس سے شان اعجاز نمایاں ہوتی ہے۔

ولادت سے خبردار دیندار اور بعد ولادت پدر بزرگوار کی موجوگی میں فرزند کی زیارت سے مشرف ہونے والے سعادتمند جو سب کے سب ایسے دیانت دار و امانت دار کہ جن کے قدم کسی منزل پر ڈگمگانے والے نہ تھے اگرچہ ان کا دائرہ محدود رہا لیکن پھر بھی ان کی کافی خاصی تعداد ہے اور اس سلسلہ میں بکثرت روایات ان صاحبان سے نقل ہو رہی ہیں یہ صرف خداوند عالم کی طرف سے حق کا تحفظ اور امام حسن عسکری علیہ السلام کا اعجازی انتظام اور تصرف تھا کہ کتنے دوست آخری حجّت خدا کی ولادت کے راز سے باخبر ہوئے مگر غیروں تک خبر نہ پہنچ سکی اور باوجود تفحص و تجسّس کے سب دشمن بے خبر ہی رہے " اس وقت مصلحت اسی میں تھی کہ نہ تو خبر پیدائش پھیلنے پائے اور نہ بالکل پوشیدہ رکھی جائے تاکہ معاندین کے حملہ سے بھی حفاظت رہے اور پر خلوص مومنین بھی مطمئن ہوں اور گیارہویں امامت کے بعد کے لئے اپنے بارھویں سردار کی موجودگی سے ان کے دل قوی رہیں اور واقعاتی حیثیت سے ان متدین لوگوں کی عینی شہادتیں بھی اس حجّت خدا کے پیدا ہونے کے متعلق مکمل ہو جائیں جس کا وجود از روئے قرآن و حدیث لازم جس کے بارے میں بیشمار پیشین گوئیاں ہو چکی ہیں پھر انہیں اصحاب کے ذریعہ سے آئندہ نسلوں تک سلسلہ بسلسلہ اخبار ولادت پہنچیں جن سے ہر دور میں اہل ایمان کے جذبات ایمانی بلند رہے اور انکار کرنے والوں کا انکار دنیا پر چھانے نہ پایا۔

بہت سے علماء اسلام نے حضرت کی ولادت کے تذکرے فرمائے ہیں منجملہ ان کے شیخ ابوعبداللہ محمد بن یوسف شافعی نے کتاب البیان فی اخبار صاحب الزّمان میں، شیخ نورالدین علی بن محمد صباغ مالکی نے فصول مہمہ میں، سبط ابن جوزی حنفی نے تذکرہ خواص الامۃ میں، "ابن حجر مکّی نے صواعق محرقہ میں،" علامہ کمال الدین محمد بن

طلحہ قرشی نے مطالب السئول میں، ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی نے ہدایۃ السعدائمیں، شیخ عبدالوہاب شعرانی نے یواقیت میں، سید جمال الدین شیرازی نے روضۃ الاحباب میں، ملا عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوۃ میں حافظ خواجہ محمد پارسا نے فصل الخطاب میں علامہ سلیمان قندوزی بلخی نے ینابیع المودۃ میں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے رسالہ مناقب واحوال آئمہ اطہار میں حضرت کی پیدائش کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ اور بہت سے صاحبان نے اپنی اپنی کتابوں میں حالات ولادت نقل فرمائے ہیں۔

غرضکہ مجموعی حیثیت سے حضرت سے متعلق تمام احادیث وروایات اور اقوال علماء محققین ومورخین معتمدین پر نظر کرنے سے یہ مسئلہ بالکل صاف ہوجاتا ہے کہ حضرت کی خبر ولادت متواترات سے ہے اور بلحاظ دیانت اسلامی کسی کو ان اخبار سے انکار نہیں ہوسکتا وہ صاحبان ایمان جن تک حضرت کی پیدائش کی خبریں پہونچیں یا امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی موجودگی میں جن کو صاحبزادے کی زیارت کا شرف بخشا ان کے علاوہ بکثرت ایسے مومنین ہیں جو پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد قریبی زمانوں میں حضرت کی ملاقات سے مشرف ہوئے ہیں جناب شیخ صدوق کی کتاب کمال الدین میں اور علامہ نوری کی کتاب نجم ثاقب میں زائرین کی طویل فہرستیں ہیں بس سچائی کے ساتھ ایسے حالات پر غور کرنے اور اس قسم کے بیانات کو کان لگا کر سننے کی ضرورت ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَھُوَ شَھِیْدٌ ۵ پ ۲۶ ع ۱۷۔

چھٹا بیان ذکر انتظام حفاظت حضرت حجت علیہ السلام

حضرت حجت علیہ السلام کی مخفی ولادت مسئلہ غیبت کی تمہید تھی بلکہ حضرت کی پیدائش سے قبل ہی قدرت نے عنوان غیبت قائم فرمادیا تھا کہ حضرت کے جد نامدار اور پدر بزرگوار کی حیات طیبہ اس طرح گزری تھی کہ قید کے زمانوں کے علاوہ بھی امام

علی نقی علیہ السلام عام مومنین سے نہ ملتے تھے بس صرف چند آدمیوں کی آمدورفت تھی اور امام حسن عسکری علیہ السّلام تو بیشتر خاص مومنین سے بھی پردہ کے اندر سے گفتگو فرماتے تھے سوائے ایسی مجبوری کے جو حکومت کی طرف سے پیش آتی تھی باہر نہ نکلتے تھے ان حضرات کا یہ عملدرآمد بھی آخری حجّت خدا کی غیبت کا مقدمہ تھا تاکہ لوگ حجاب غیبت سے مانوس ہو جائیں سلاطین کو اور آئمہ معصومین کی طرف سے یہ اطمینان تھا کہ ہماری بادشاہت کے خلاف حصول سلطنت کے لئے ان حضرات کا کوئی حملہ نہیں ہو سکتا مگر آخری امام علیہ السلام کے متعلق جانتے تھے کہ ان کے ہاتھ سے مغلوب ہونا پڑے گا اور ہر دولت و مملکت ختم ہو جائے گی بادشاہ وقت معتمد بن متوکل انتہائی کوشش میں تھا کہ کسی طرح حضرت پر قابو حاصل ہو جائے برابر تجسس میں رہا لیکن حافظ حقیقی نگہبان تھا قدرت کی طرف سے اپنی حجّت کی حفاظت کے لئے سامان مہیا ہو رہے تھے اس نے تو بارش کے اعجازی واقعہ کے بعد جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے حضرت کی ولادت سے قبل ہی امام حسن عسکری علیہ السلام کو معتمد جیسے دشمن کی قید تنہائی سے نجات دے کر صاحبزادے کی نگرانی کے لئے موقع عطا فرمایا تھا صاحبزادے کی ولادت کے بعد بس خدا کی عبادت تھی اور اس حجّت خدا کی ہر لحظہ حفاظت جس میں ایسا اہتمام تھا کہ ہر وقت فرزند پر نظر رہتی تھی جو مقام نرجس خاتون کے آرام کا تھا اس میں پردے چھوٹے رہتے تھے اور مکان کا یہ حصّہ بیرونی نشست گاہ سے ملا ہوا تھا اور کوئی بغیر اجازت کے اندر نہ جا سکتا تھا شب و روز دشمنوں کا ایسا خوف لگا رہتا تھا کہ کبھی کبھی رات کو صاحبزادے کی خوابگاہ بدل دی جاتی تھی آرام گاہ کی حیثیت سے مکان کے حصّوں کی تبدیلی ہوتی رہتی تاکہ کسی کو اچانک حملہ کے لئے صحیح طور پر قیام گاہ کا پتہ نہ مل سکے اور عزیزوں میں سوائے امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی حکیمہ خاتون کے جو وقت ولادت بھی موجود تھیں اور سوا دو ایک کنیزوں کے جو حاضر خدمت رہتی تھیں ان انتظامات سے کوئی مطلع نہ تھا۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کی عمر اٹھائیس سال ہوئی جن میں سے پانچ سال خزانہ رسالت کے آخری گوہر نایاب کے تحفظ میں ایسی ایسی مشکلات کا سامنا

رہا جن کا جھیلنا خاصان خدا سے مخصوص ہے آپ کے قتل کے لئے بھی بہت کچھ کوششیں حکومت کی ہوتی رہتی تھیں مگر حضرت تو ایک امانت الٰہی کے امین تھے سب حملوں سے محفوظ رہے جب ضرورتیں پوری ہوگئیں تب شہادت کا وقت آیا حضرت نے امامت کی ذمّہ داریاں اپنے فرزند کو سپرد فرمائیں صاحبزادے قائم مقام ہوئے اور حضرت کو معتمد عباسی نے زہر سے شہید کیا۔

اگرچہ اس وقت صاحبزادے جوان نظر آنے لگے تھے لیکن سن مبارک ساڑھے چار سال تیئس دن کا تھا اس عمر میں حضرت سے ریاست امامت کا تعلق ایسا ہی ہے جیسا سابقہ نبوتوں میں ہوتا رہا ہے،، بزرگی بعقل است نہ بہ سال،، یہ انتخاب الٰہی ہے جس میں چھوٹے بڑے سب برابر ہوتے ہیں حضرت عیسیٰ گہوارے میں اور بڑے ہوکر یکساں باتیں کرتے تھے نبوت مل گئی تھی حضرت یحییٰ بچپن ہی میں نبی بنا دیئے گئے تھے یہ واقعات قرآن میں موجود ہیں،، پیغمبر اسلام کے گھر میں تو اول ہی سے یہ سلسلہ رہا ہے کہ سب حضرات شکم مادر ہی سے علم و حکمت کے خزانے تھے امیرالمومنینؑ آسمانی کتابوں کی تلاوت کرتے ہوئے پیدا ہوئے حسنینؑ وقت وفاتِ رسولؐ چھ سات برس کے تھے اس سے پہلے ہی نانا نے اپنے نواسوں کو امام فرمایا ہے جو چادر تطہیر میں داخل ہوئے ہیں مباہلہ میں شریک رہے ہیں یہ بچوں کی باتیں نہیں ہیں امام محمد تقی علیہ السّلام کو سات سال چند ماہ کی عمر میں اور امام علی نقی علیہ السلام کو آٹھویں برس امامت مل چکی ہے۔

حضرت حجت علیہ السلام کی ولادت سے ایک سال قبل ۳ رجب ۲۵۴ھ میں امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت ہوچکی تھی اور ۸/ ماہ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو امام حسن عسکری علیہ السلام شہید ہوئے جب یہ خبر سامرے میں مشہور ہوئی تو تمام لوگوں نے رسول زادے کے ماتم میں شرکت کی،، ابو دیان کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے کچھ خطوط دے کر مجھ کو مدائن بھیجا تھا اور چلتے وقت یہ فرمایا تھا کہ پندرہ روز کے بعد تم یہاں آؤگے اور اس مکان سے رونے کی آواز سنوگے اس وقت میرا غسل ہو رہا ہوگا،، حضرت کا یہ ارشاد سُن کر میں بہت غمگین ہوا اور عرض کیا کہ مولا پھر آپ کے بعد کون امام ہوگا

فرمایا وہ کہ جو تم سے ان خطوط کے جواب طلب کرے اور میرے جنازہ کی نماز پڑھائے اور کیسہ کے اندر کی خبر دے چنانچہ میں روانہ ہو گیا اور پندرھویں دن واپس ہو کر وہی سب کچھ دیکھا جو حضرت نے فرمایا تھا لوگ رو رہے تھے تجہیز و تکفین ہو رہی تھی اتنے میں ایک خادم آیا اور جعفر سے کہا کہ چلئے کفن ہو چکا ہے بھائی کے جنازے پر نماز پڑھئے جملہ مومنین اندر گئے لاش اقدس صحن میں رکھی ہوئی تھی جب صفیں درست ہو گئیں اور جعفر نے آگے بڑھ کر نماز پڑھنا چاہی تو یکایک ایک جلیل القدر صاحبزادے حجرے سے باہر آئے اور جعفر سے کہا کہ چچا پیچھے ہٹ جاؤ اپنے باپ کے جنازے پر نماز پڑھنے کا میں حقدار ہوں چنانچہ ان صاحبزادے نے نماز جنازہ پڑھائی اور مجھ سے خطوط کے جواب طلب کئے میں نے حاضر کر دیئے یہ دو علامتیں دیکھنے کے بعد تیسری بات کا میں منتظر رہا اور جعفر سے پوچھا کہ یہ صاحبزادے کون تھے جواب دیا کہ میں واقف نہیں ابو دیان کہتے ہیں کہ اس سے قبل ان صاحبزادے کو میں نے بھی نہیں دیکھا تھا پھر تھوڑے عرصہ کے بعد قم سے کچھ لوگ آئے جب انہیں حضرت کی رحلت کی خبر معلوم ہوئی اور کسی سے یہ سنا کہ اب جعفر کی امامت ہے تو جعفر کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کچھ خطوط وغیرہ لے کر آئے ہیں بتاؤ کہ کس کس کا خط ہے اور کس قدر مال ہے جعفر نے کہا کہ علم غیب تو سوائے خدا کے کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اس وقت فوراً اک خادم نکل کر آیا اور ان لوگوں سے کہا کہ تمہارے پاس فلاں فلاں کے خط ہیں اور تھیلی میں ہزار اشرفیاں ہیں جن میں دس عدد کھوٹی ہیں یہ سن کر انہوں نے وہ ہمیانی اور تمام خطوط اس خادم کے حوالے کر دیئے اسی وقت یہ تیسری علامت میں نے دیکھ لی جس کے بعد حضرت حجّت علیہ السلام کی امامت کا یقین کامل ہو گیا۔

حضرت حجّت علیہ السلام نے کیسی خوفناک فضا میں پدر بزرگوار کی نماز جنازہ پڑھی اس لئے کہ امام کے جنازے پر امام ضرور نماز پڑھتے ہیں یہ صورت دیکھ کر جعفر جو امام علی نقی علیہ السلام کے چار بیٹوں میں سے ایک بیٹے تھے جن کو حضرت کی ولادت کی خبر تک نہ تھی وہ اور ان کے علاوہ دوسرے دیکھنے والے حاضرین حیرت میں رہ گئے مگر حضرت کی حفاظت کا یہ قدرتی انتظام ہوا کہ معتمد اس خبر کے ملنے پر اگرچہ حواس باختہ ہو گیا تھا مگر اس نے اس

وقت خاموشی اختیار کی۔ جعفر کے پیش نظر اپنی امامت تھی اور معتمد کے سامنے اپنی سلطنت تھی ان دونوں خود غرضوں نے حضرت کے وجود کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹانی چاہی اور نماز جنازہ کی جو صورت ہوئی اس کو محض خیال یا کسی لڑکے کے لڑکپن کی بات بنایا جاتا رہا ادھر جعفر نے مشاہدۂ نماز کو چھپایا اور اپنے بھائی امام حسن عسکری علیہ السلام کو لاولد ہی بیان کیا تاکہ مقصد فوت نہ ہو اور کسی طرح خود امام بن جائیں وہ اگر نماز کی کیفیت اور بھتیجے کی اعجازی شان و امامت کی روشن دلیل و واضح حجّت سے انکار نہ کرتے تو ان کے دعویٰ امامت کو کون سُنتا اُدھر معتمد اچھی طرح یہ سمجھے ہوئے تھا کہ رسول اللہ کی پیشین گوئی غلط نہیں ہوسکتی اب بارھویں امام کا ہونا ضروری ہے وہ اگرچہ پہلے ہی سے ایسی روایات پر پردہ ڈالنے کی کوشش اور اس عقیدے ہی کے مٹانے کی فکر میں لگا ہوا تھا لیکن عمائد سلطنت و ارکان دولت کی زبانی نماز جنازہ کے واقعہ کو سُن کر اور دیگر قرائن و حالات سے اس کو یقین ہوگیا کہ آخری امام پیدا ہو چکے اور اس وقت موجود ہیں مگر باوجود انتہائی پریشانی کے اس نے کسی کے سامنے کوئی بات اپنی زبان سے ایسی نہ کہی جس سے ان بیانات کی تصدیق و تائید کا پہلو پیدا ہو سکے نہ کوئی ایسی معاندانہ حرکت کی جس سے اس کی گھبراہٹ کا اور واقعہ نماز کی اہمیت کا دوسروں پر اظہار ہو" وہ جانتا تھا کہ میرے ہر قولی یا عملی اعتراف سے عام طور پر دنیا کو حضرت کی موجودگی ثابت ہو جائے گی اور ساری وہ کوششیں رائے گاں جائیں گی جو زوال سلطنت کے خوف میں سلسلہ امامت کو ختم کرنے کے لئے اب تک ہوتی رہی ہیں اور تمام عالم اسلامی اپنے رسول کی پیشین گوئی پوری ہونے کے تصوّر میں اس حجّت خدا کی اطاعت و حمایت پر جمع ہو جائے گا اور یہ سمجھ لے گا کہ سارے جہان کا وہ فرمانروا آگیا جس کے ذریعہ روئے زمین پر اسلام کا بول بالا ہوگا اگر کہیں ایسی خبر پھیلنی شروع ہوگئی تو لوگوں کے خیالات بدل جائیں گے اور اس قائم مقام رسول کے مقابل میں بادشاہ وقت کی کوئی عظمت نہ رہے گی شاہی اقتدار ختم ہو جائے گا۔ اس لئے سیاسی نقطہ نظر سے معتمد نے یہ راستہ اختیار کیا کہ نماز کے اس واقعہ کو ظاہری طور پر

قابل توجہ نہ قرار دیا جائے تاکہ یہ خبر عام نگاہوں سے گر جائے اور لوگ اس طرف متوجہ نہ ہوں اور حقیقت پر پردے پڑے رہیں البتہ بصیغۂ راز اندرونی طریقہ پر اس اصلیت کی جانچ ہونی چاہیئے اور خفیہ طور سے بالکل خاموشی کے ساتھ حضرت کو قتل کرنے کی کوشش کی جائے چنانچہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو لاولد مشہور کرنے کے واسطے اور عوام کے دلوں میں یہ خیال بٹھانے کے لئے ان حضرت کے ترکہ کا مستحق حسب فتویٰ بھائی کو قرار دے دیا گیا۔

جعفر کی غلط فہمی تھی کہ امامت کا دعویٰ کر بیٹھے لیکن خبردار مومنین مخلصین نے جو مسئلہ امامت اور اس کے شرائط کو اچھی طرح سمجھے ہوئے تھے قطعاً اعتنا نہ کی جعفر اپنی ناکامی دیکھ کر حکومت کی امداد کے خواہاں ہوئے ان کے اور معتمد کے درمیان سازباز ہو گیا ہر ایک نے اپنے مطالب کے لئے دوسرے کی مدد چاہی جعفر کا یہ تصور تھا کہ معتمد سے تعلقات پیدا کرنے میں عزت بڑھے گی اس کے ذریعہ سے آسانی کے ساتھ میری امامت ہو جائے گی اور معتمد اس خیال میں تھا کہ جعفر گھر کے آدمی ہیں ان سے سب صحیح باتیں معلوم ہو جائیں گی یہی وجہ تھی کہ جعفر نے معتمد کی تحقیقات پر اگرچہ بھتیجے کے وجود سے انکار ہی کیا لیکن خمس وغیرہ حقوق اہلبیت کا شیعہ آبادیوں سے آنا اور ان کا وہ پوشیدہ انتظام جو پدر بزرگوار اور برادر عالی وقار کے زمانہ سے قائم تھا معتمد کو ظاہر کر دیا اور درخواست کی کہ اب یہ مال مجھ کو دلایا جائے معتمد نے جواب دیا کہ تمہارے والد اور بھائی کے معتقدین کا یہ اعتقادی معاملہ ہے اگر وہ لوگ تم میں بھی ان کے محامد و اوصاف دیکھیں گے تو خود بخود تمہاری طرف متوجہ ہوں گے اور اگر تم میں وہ فضل و کمال نہیں ہے تو ہمارا تمہیں امام بنا دینا کچھ مفید نہیں ہو سکتا،، اس معقول جواب سے جعفر کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں وہ بے شک بھتیجے کی پیدائش اور بعد کے حالات سے بالکل بے خبر تھے لیکن برادر زادے کو بھائی کے جنازے پر تو دیکھا تھا اس سے ان کے انکار نے غافل لوگوں پر بُرا اثر ڈالا اور ناشناس افراد اس دھوکے میں آ گئے کہ بھائی کے بے اولاد ہونے سے بھائی زیادہ واقف ہو سکتا ہے یہ سب کچھ ہوتا رہا اور خداوند

عالم نے حضرت کو حکومت کے شر سے محفوظ رکھا، جعفر نے کچھ عرصہ اپنی غلط امامت کے تصور میں گزارا آخر کار ان خیالات سے دست بردار ہو کر اپنے دوسرے مشاغل میں مصروف ہو گئے پھر اس باطل دعوے پر نادم ہوئے توبہ کی اور حضرت حجّت علیہ السلام نے اپنے فرمان میں ان کے اس کردار کو برادران یوسف کی مثال سے نظر انداز فرما دیا۔ خداوند عالم کیسا غفور رحیم ہے کہ اس نے متعدد جگہ قرآن میں مجرم سے درگزر کرنے کی ترغیب فرمائی ہے کہیں اس طرح کہ بدعملی کا اتنا ہی بدلہ لیا جا سکتا ہے مگر جو شخص معاف کر دے تو اس کا اجر خدا پر ہے کہیں یہ کہ قصور کی معافی بڑے حوصلے کا کام ہے کبھی یہ کہ اگر تم اپنے ایسے دشمنوں کو جو رشتہ دار ہیں معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ بعض جگہ اپنے رسول کو حکم فرمایا ہے کہ ان قصورواروں سے درگزر کرو اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کرو عفو کا طریقہ اختیار کرو اچھے کام کا حکم دو اور جاہلوں کی طرف سے منہ پھیر لو خُذِ العَفوَ وَامُر بِالمَعرُوفِ وَاَعرِض عَنِ الجَاهِلِينَ ہ پ ۹ ع ۱۴۔

ساتواں بیان ذکر مصائب حضرت حجّت علیہ السّلام

پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد حضرت کے لئے ۳۲۸ھ تک کا زمانہ بڑی مصیبتوں کا گزرا ہے بنی فاطمہ پر سلاطین بنی عباس کے مظالم بنی امیہ کی بے رحمیوں سے کم نہ تھے۔ پہلے ہی سے ان بادشاہوں کے زمانوں میں جو واقعات پیش آ چکے تھے ان کو دنیا جانتی ہے اور تاریخی اوراق میں محفوظ ہیں سرزمین بغداد گواہ ہے کہ سادات اور ان کے عقیدت مندوں کے خون کی ندیاں بہائی گئیں ان کے خون کے گارے بنائے گئے مکانوں کی بنیادوں میں دیواروں میں زندہ چنوائے گئے سولیوں پر چڑھائے گئے حبس دوام کی سزائیں جھیلیں جائدادیں ضبط ہوئیں طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب حکومت عباسیہ کے فرمانروا

معتمد نے حضرت حجّت علیہ السلام کے قتل کی تدبیروں کے سلسلہ میں پوشیدہ طریقہ سے تفتیش شروع کی تو اوّل اس تجسّس میں باہر مرد معیّن کئے گئے اور بعض خبروں کی بنا پر حمل کے خیال سے اندر دائیاں بھیجی گئیں کنیزوں کی نگرانی ہونے لگی کہ اگر کوئی ولادت ہوئی تو مولود کو ضائع کر دیا جائے گا لیکن جب حراست غلط رہی تو حضرت کی سراغ رسانی کے دوسرے بڑے بڑے انتظامات کئے گئے اس وقت منجانب حکومت حضرت کی خفیہ تلاش صرف شہروں ہی میں محدود نہ تھی بلکہ غیر آباد مقامات پر بھی جاسوس لگے ہوئے تھے خصوصاً شیعہ آبادیوں میں جگہ جگہ اس تجسّس کی ایسی مصیبت ناک صورت ہوگئی تھی کہ حضرت کے حالات سے واقفیت کا جس شخص پر ذرا بھی شبہہ ہوتا تھا اس کی گردن اڑادی جاتی تھی۔ مومنین کی حالت یہ تھی کہ عزیزوں نے دوستوں سے آپس میں ملنا چھوڑ دیا تھا باپ بیٹے باہم عہد و پیمان کے بعد حضرت کے متعلق کوئی بات کہہ سکتے تھے ان پریشان حال لوگوں کا نہ کوئی کاروبار تھا نہ روزگار۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر خاندان کے خاندان اطراف عالم میں نکل گئے اور دوسرے دور دراز ملکوں میں سکونت اختیار کرلی بہت سے بے چارے جنگلوں میں پہاڑوں میں حیران و سرگردان پھرتے رہے اور خانہ بدوشی میں زندگی گزاری بہت سے غریب مہاجر اس غربت و مسافرت میں سر پٹک پٹک کر مر گئے بہرحال اس زمانہ کے راسخ العقیدہ اور کامل الایمان صاحبان نے نہایت استقلال کے ساتھ ناقابل برداشت مصائب کا مقابلہ کیا اور حق کی حفاظت میں ثابت قدم رہے جو ایسے ہی حق پرستوں کا کام ہے لیکن مومنین کے یہ مصائب حضرت کے لئے مصیبت عظیم بنے ہوئے تھے۔ سفینۃ البحار میں ہے کہ جب حضرت کی والدہ ماجدہ نرجس خاتون نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے ان حالات کو سنا کہ میرے بعد ایسے ایسے واقعات پیش آئیں گے تو عرض کیا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں آپ کے سامنے دنیا سے رخصت ہو جاؤں چنانچہ یہی ہوا کہ حضرت کی حیات ہی میں رحلت فرمائی۔

اگرچہ اس اثناء میں معتمد کو چودہ پندرہ برس ایسے گزرے کہ وہ ملکی جھگڑوں میں پھنسا رہا حجاز و یمن وغیرہ میں نظام سلطنت درہم برہم ہو رہا تھا وہ ہر وقت انہیں معاملات میں لگا رہتا تھا کسی دوسری بات کی طرف توجہ نہ تھی لیکن بعض ارکان حکومت

جو عداوت اہلبیتؑ میں ڈوبے ہوئے تھے اپنی اس عادت سے باز نہ آئے اور حضرت کے تفحّص میں دوستداران اہلبیتؑ کے پیچھے ہی پڑے رہے یہاں تک کہ معتمد ۲۷۹ھ میں مرگیا اس کے مرنے کے بعد معتضد کی سلطنت ہوئی اگرچہ قتل و خونریزی میں وہ بھی بڑا دلیر تھا لیکن ابتدا میں اس نے عقل و فہم سے کام لے کر بہت نرمی کے ساتھ کار حکومت انجام دیا اور اس کے عہد میں موالیان اہلبیت کے لئے پانچ چھ برس کسی قدر سکون کے گزرے معتضد نے کچھ ایسے بھی کام کرنے چاہے جن سے بظاہر سادات بنی فاطمہ کی ہمدردی مترشح ہوتی تھی مگر چند مشیران سلطنت نے روکا اور اچھی طرح اس کے دل میں یہ بات بٹھائی کہ ہمیشہ ان لوگوں کے پیش نظر حکومت رہی ہے اور یہ گروہ اسی فکر میں لگا رہتا ہے ایسا نہ ہو کہ اس وقت کہ کسی طرز عمل سے ان کی ہمتیں بڑھ جائیں ان کا مٹا ہوا وقار پھر لوٹ آئے اور عام نگاہوں میں ان کی عظمت و جلالت قائم ہو جائے" اس افہام و تفہیم کا معتضد پر ایسا اثر پڑا کہ اپنی سلطنت کی حفاظت کے لئے آبائی بغض و عناد پر اُتر آیا اور اولاد رسول کی بیخکنی فرض منصبی سمجھنے لگا بہت دنوں تک ملکی جھگڑوں میں گھرا رہا اور ایسی مصیبتیں اس کے سر پر آئیں جنہوں نے بادشاہت کی بنیادیں ہلا دی تھیں پس جب معتضد نے مملکت کے خلاف حملوں سے فرصت پائی تو حضرت حجتؑ علیہ السلام کے تجسّس کی طرف متوجہ ہوا جا بجا جاسوس لگا دیئے گئے مقدس مقامات عتبات عالیات مسجد کوفہ و مسجد سہلہ نجف اشرف کربلائے معلّٰی کاظمین میں خصوصیت کے ساتھ جستجو ہوتی رہی سامرہ میں جہاں بھی وہم و گمان ہوتا وہیں تلاشی لی جاتی تھی اور یہ سختیاں اس نوبت کو پہنچ گئی تھیں کہ حضرت کی طرف سے اپنی اور اپنے تابعین کی حفاظت کے پیش نظر وکلاء وسفراء کو یہ حکم ہو گیا تھا کہ کوئی مومن کسی حالت میں ہمارا نام اپنی زبان سے نہ لے ہمارے متعلق اشارات و کنایات میں گفتگو کی جائے اور جن مومنین کو تعلیم کی ضرورت ہے انہیں احکام تلقین کئے جائیں ہمارے حالات سمجھائے جائیں اگرچہ حضرت کے جدّ بزرگوار و پدر نامدار نے بھی مصیبتیں اٹھائی تھیں لیکن حضرت کے مصائب بہت بڑھ گئے تھے ایک طرح سے قید بھی تھی اپنے کو عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا اپنی جان کی حفاظت

علیحدہ مومنین کے جان و مال محفوظ رکھنے کی فکر جدا یہ سب باتیں مل کر مصائب کا پہاڑ ہو گیا تھا۔

ایک مرتبہ کسی مخبر کی خبر پر معتضد نے اپنے چند معتمد آدمیوں کو تنہائی میں بلایا اور یہ حکم دیا کہ ابھی فوراً شاہی اصطبل کے تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر بغداد سے سامرہ روانہ ہو جائیں راستہ میں کہیں توقف نہ ہو وہاں پہنچ کر فلاں مکان میں جس کا پتہ و نشان یہ ہے بلا تامل داخل ہوں اور جس کو اندر دیکھیں اس کا سر کاٹ کر میرے پاس لے آئیں چنانچہ یہ لوگ سامرے پہنچے آدھی رات کا وقت تھا حسب ہدایت ان نشانات کے مطابق جو بتائے گئے تھے اس مکان کے دروازے پر پہنچے دیکھا کہ ایک غلام بیٹھا ہوا ازار بند بُن رہا ہے اس سے دریافت کیا کہ اس مکان میں کون ہے اس نے بے پرواہی کے ساتھ جواب دیا کہ مالک مکان ہیں اور خود اپنے کام میں مشغول رہا آنے والوں کی طرف کچھ توجہ نہ کی اور بالکل مزاحم نہ ہوا وہ اندر داخل ہو گئے دیکھا کہ بڑی خوش نما عمارت ہے جس کے صحن میں پانی کا دریا بہہ رہا ہے اور ایک صاحب نہایت حسین و جمیل نورانی صورت بوریہ پر عبادت الٰہی میں مصروف ہیں۔ سب کے سب یہ منظر دیکھ کر مارے حیرت کے کھڑے کے کھڑے رہ گئے بالآخر ان میں سے ایک شخص جرأت کر کے آگے بڑھا تاکہ ان نمازی تک پہنچ کر معتضد کے حکم کی تعمیل کرے لیکن پانی میں قدم رکھنا تھا کہ گر پڑا اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا قریب تھا کہ ڈوب جائے جو دوسرے ساتھیوں نے ہاتھ پکڑ کر اس کو کھینچ لیا جب باہر نکلا تو بے ہوش تھا کچھ دیر تک اسی حالت میں پڑا رہا پھر ایک دوسرے شخص نے اپنی حماقت سے یہی ہمت کی اس پر بھی یہی آفت آئی تب تو سب پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ قدم اکھڑ گئے اور ان میں سے ایک سمجھ دار نے ان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کلمات معذرت ادا کئے کہ میں اپنے اس اقدام جرم سے توبہ کرتا ہوں اور معافی کا خواستگار ہوں میں آپ کی عظمت و جلالت سے واقف نہ تھا۔ اس کا کوئی جواب نہ ملا اور وہ اسی طرح خشوع و خضوع کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ اس کے بعد جلدی سے یہ لوگ گزرتے

ہوئے باہر نکل آئے اور سوار ہو کر بغداد کی طرف روانہ ہو گئے گھوڑوں کی باگیں اٹھا دیں اور شاہی محل میں پہنچ کر ہی دم لیا اس وقت معتضد ان لوگوں کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا انہوں نے ساری روئداد بیان کی جس کو سن کر وہ سکتہ میں رہ گیا اور کچھ دیر خاموشی کے بعد کہنے لگا کہ مجھ کو اب یقین ہو گیا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور اس نے نہایت سختی کے ساتھ ان جانے والوں سے عہد لیا کہ کسی پر اس واقعہ کا اظہار نہ ہو اور کانوں کان اس کی خبر نہ ہونی چاہیئے۔

معتضد کو اس معجزے سے حضرت کے موجود ہونے کا تو یقین ہو گیا اور شان امامت کو بھی سمجھ لیا لیکن حضرت کے ہاتھوں زوال سلطنت کے خیال نے پھر زور کیا خاندانِ رسالت سے عداوت کی رگ بھڑکی اور اس نے ایک روز اپنے خاص فوجی جوانوں کی کافی جماعت کو حکم دیا کہ سامرہ پہنچ کر امام علی نقی علیہ السلام کے مکان کا محاصرہ کر لیں اور جس کو بھی وہاں پائیں گرفتار کر کے لے آئیں چنانچہ یہ سپاہی گئے چاروں طرف سے مکان کو گھیر لیا آمد و رفت کے راستے بند کر دیئے کچھ جوان مع افسران کے اندر داخل ہوئے اور حسب ہدایت اس سرداب مقدس کے قریب پہنچ گئے جو مکان کے آخری حصّہ میں ایسے پوشیدہ مقام پر واقع تھا جہاں کسی کے رہنے کا احتمال نہیں ہو سکتا اس میں ایسا اندھیرا تھا کہ یکایک کسی کو اندر جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ سرداب اس تہ خانہ کو کہتے ہیں جو گرم زمانہ کے لئے مکان میں زمین کے اندر بنایا جاتا ہے وہاں پانی ٹھنڈا رہتا ہے۔ جب یہ پہنچے تو اتنے میں وہاں سے بڑی خوش الحانی کے ساتھ تلاوت قرآن کی آواز ان لوگوں کے کانوں میں آنے لگی جس کو سُن کر سب کی محویت کی یہ کیفیت ہوئی کہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اس جماعت کے افسر نے مکان سے باہر والے سپاہیوں کو بھی اس خیال سے اندر بلا لیا کہ جو مقصد ہے وہ اسی سرداب میں پورا ہو گا جن کو گرفتار کرنا ہے وہ یہیں موجود ہیں محاصرہ کی ضرورت نہیں ہے اب سب مل کر پوری قوت کے ساتھ گرفتاری عمل میں لائیں کہ یکایک حضرت حجّت علیہ السّلام سرداب سے باہر تشریف لائے اور ان لوگوں کے آگے سے نکل کر سب کی نگاہوں سے غائب ہو گئے بہت

سے سپاہیوں نے حضرت کو نکلتے ہوئے دیکھا کچھ کی نظریں نہ پڑیں مگر جب فوجی افسر نے سرداب کے اندر داخل ہونے کا سپاہیوں کو حکم دیا تو دیکھنے والوں نے کہا کہ ایک صاحب ابھی برآمد ہوئے تھے اور اس طرف کو چلے گئے افسر نے کہا کہ ہم نے تو کسی کو نکلتے نہیں دیکھا تم نے دیکھا تھا تو کیوں نہ پکڑا انہوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کے حکم کے منتظر رہے جب آپ نے کچھ نہ کہا تو ہم نے بھی توجہ نہ کی "اس صورت حال سے سب کے سب دنگ رہ گئے پھر ہر چند کوشش کی گوشہ گوشہ چھان ڈالا لیکن کوئی نشان نہ ملا آخر کار ندامت و شرمندگی کے ساتھ یہ گروہ بھی واپس ہو گیا اور معتضد کو صورت واقعہ کی اطلاع دی گئی یہ حضرت کا دوسرا معجزہ تھا جو دشمنوں میں سے دیکھنے والوں نے دیکھا اور سننے والوں نے سنا جن کو قدرت نے یہ بتا دیا کہ حجّت خدا کا حافظ و نگہبان خدا ہے اور معاندین کی کوئی ظالمانہ حرکت کامیاب نہیں ہو سکتی پہلے بھی خدا والوں کے کیسے کیسے محاصرے ہوتے رہے ہیں حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں نے گرفتار کر کے پھانسی دینے کے ارادہ سے ایک گھر میں بند کر دیا تھا مگر خداوند عالم نے ان کو تو اٹھا لیا اور یہودیوں کے سردار یہودا کو حضرت عیسیٰؑ کی شکل میں کر دیا جو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے قتل کرنے کے سلسلہ میں کفار و مشرکین بڑی بڑی تدبیریں کرتے رہے یہاں تک کہ شب ہجرت کیسا محاصرہ ہوا مگر حضرت اندر سے باہر تشریف لائے دشمنوں کے سامنے سے چلے گئے اور کسی نے نہ دیکھا اسی طرح حضرت حجّت علیہ السلام کی حفاظت کا واقعہ ہوا کہ سرداب سے تشریف لا کر حملہ کرنے والوں کے درمیان سے نکلے لیکن ان قاتلوں کی آنکھوں پر عقلوں پر ایسے پردے پڑے کہ کچھ نہ کر سکے مگر اپنی اس ناکامی و شانِ الٰہی کے مظاہرہ سے بھی کچھ سبق نہ لیا اور گمراہی کی دیواروں میں محصور رہے۔ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ پ ۲۲ ع ۱۸۔

آٹھواں بیان نظام ہدایت حضرت حجّت علیہ السّلام

پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد منصب امامت حضرت حجّت علیہ السّلام سے متعلق ہوا اور باوجود عوام کی نظروں سے مخفی رہنے کے کار ہدایت نہایت مستحکم انتظام کے ساتھ انجام پاتا رہا حضرت کا یہ پوشیدہ نظامِ ہدایت پدر بزرگوار کے زمانہ ہی کا قائم شدہ تھا کیونکہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں بھی لوگوں کی زیادہ آمد و رفت حکومت کو ناگوار تھی اور آزادی کے ساتھ مومنین کی حاضری نہ ہو سکتی تھی اس لئے کچھ خاص معتمد صاحبان کے ذریعہ سے کار ہدایت ہوتا رہتا تھا وہی قابل اعتماد لوگ والد بزرگوار کی شہادت کے بعد حضرت کے کام آئے اور نیابت و وکالت سے امامت کی ذمّہ داریاں پُوری ہوتی رہیں" پہلے ہی سے اس گھر میں دنیا کی ظاہری سلطنت و مملکت نہ تھی جو مالی ریاست و دولت خدم و حشم فوج و لشکر کے انتظام کی ضرورت ہوتی اس پر تو دنیا والے قابض چلے آرہے تھے یہاں تو دین و ملت کی حفاظت لوگوں کی ہدایت کا کام تھا جو مخصوص نظام کے ماتحت انجام پاتا رہا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی نماز جنازہ کا واقعہ اور اہل قم کا معاملہ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے بکثرت مومنین نے دیکھا اور سُنا تھا جو اسی وقت سے حضرت حجّت علیہ السلام کی امامت کے معترف ہو گئے تھے اور اس سے قبل بھی بہت سے مقامات پر پاک باز مومنین کو حضرت کی ولادت و امامت کی اطلاع مخفی طور سے ہو چکی تھی خاص خاص لوگ سامرے پہنچ کر حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے دور دراز شہروں بستیوں میں جا بجا مومنین کی آبادیاں تھیں اس تمام گروہ کی ہدایت و اعانت حضرت کی ذمّہ داری تھی جس کی تکمیل میں بہ نسبت پہلے حضرات آئمہ علیہ السلام کے اس وقت حکومت کی تفتیش کے سبب سے بہت زیادہ دشواریاں حائل ہو رہی تھیں لیکن خدا کی شان کہ پوشیدہ طور پر بڑے نظم کے ساتھ عراق و حجاز و ایران وغیرہ میں یہ تمام کام پورے ہوتے رہے بغداد جو اسلامی مرکز سمجھا جاتا تھا اور جہاں ہزاروں مومنین خاموشی سے زندگی بسر کر رہے تھے اور ان کے علاوہ ہر جگہ کے صاحبان ایمان اپنی اپنی ضرورتوں سے آتے رہتے تھے وہاں ایک مقدس بزرگ حضرت

کے نائب خاص سردار مومنین کی حیثیت سے مقیم کئے گئے اور دوسرے بڑے شہروں میں ان کے ماتحت وکلاء وسفراء معیّن ہوئے قصبات و دیہات میں کارکنوں کا تقرر ہوا اور تمام آبادیوں کے حصّے اس طرح تقسیم کردیئے گئے کہ ایک علاقہ ایک وکیل وسفیر کی سپردگی میں آگیا اور سلسلہ بسلسلہ افسری و ماتحتی کی صورت میں اس دینی سرکار کے جملہ انتظامات ہوگئے کہ کسی ایک دروازے پر مومنین کا ہجوم نہ ہوتا تھا جس سے راز فاش ہو سکے ضرورت مندوں کی درخواستیں حضرت کی خدمت میں نائب کے ذریعہ سے پیش ہوتی تھیں جن کی حاضری نہ تو اس طرح ہوتی تھی کہ جب چاہیں جائیں نہ اس کا کوئی وقت معیّن تھا بلکہ جب مصلحت ہوتی ان کو طلب کرلیا جاتا تھا اور وہ مومنین کے معروضات ان کے مسائل و دیگر متعلقہ امور خدمت مبارک میں عرض کرتے تھے بعض عرضیوں پر تحریری احکام صادر ہوتے تھے بعض کے جوابات زبانی ملتے تھے جن کو حرف بحرف نائب لکھ دیتے تھے ان تمام جوابوں کی تقسیم نہایت احتیاط سے ہوتی تھی اگر ذرا بھی کچھ خطرہ ہوتا تو درخواست والوں کو وہ نائب اپنے پاس بلاکر جوابات سے مطلع فرمادیتے کبھی کبھی دوسرے وکیل وسفیر بھی بعض ضرورتوں پر بارگاہ معلّےٰ میں خود حاضر ہوکر حالات عرض کرتے اور جوابات لے کر واپس چلے جاتے لیکن ہر مرتبہ یہ نہ ہوتا تھا کہ زیارت سے بھی مشرف ہوں۔

خمس وغیرہ امام وقت کے مالی حقوق جو منجانب خدا اور رسول معیّن ہیں ہر حلقہ سے وہاں کے سفیر و وکیل کے پاس جمع ہوتے تھے اور یہ سب رقمیں بذریعہ نائب کے حضرت کی خدمت میں پہنچائی جاتی تھیں اور نام بنام ان کی رسیدیں دربار امامت سے ملتی تھیں،، مال حرام جعلی سکے کھوٹے درہم و دینار واپس کردیئے جاتے تھے کمی بیشی کی بھی اطلاع دی جاتی تھی پھر نائب و وکلاء وسفراء کے ذریعہ سے مومنین مستحقین کو یہ مال تقسیم ہوتا تھا۔ چونکہ حکومت کی طرف سے جاسوسی کا سلسلہ برابر جاری تھا جب کسی نہ کسی طرح اس تحصیل خراج کی خبریں دشمنوں تک پہنچنے لگیں تو صحیح طور پر پتہ لگانے کی یہ تدبیر سوچی گئی کہ ان بعض محصّلین کے پاس جن کے متعلق تحصیل وصول کا شبہ ہے کچھ آدمی مال لے کر بھیجے جائیں اور وہ جاکر کہیں کہ یہ رقوم حضرت کی خدمت میں روانہ کردیں اور ان کی رسیدیں منگادیں لیکن

قبل اس کے کہ حکومت کا یہ مکر و فریب عمل میں آئے حضرت کا فرمان صادر ہو گیا کہ کہیں کسی نئے آدمی سے ہرگز اس وقت کوئی رقم نہ لی جائے جب تک کہ وصول کنندہ کی اس شخص سے ذاتی واقفیت اور اس پر پورا بھروسہ نہ ہو۔ پھر تو مومنین کے لباس میں بہت سے نابکار غدار جابجا اس کام کے لئے گشت کرنے لگے اور اچھی طرح یہ جال پھیلایا گیا مگر کوئی اس دام میں نہ پھنسا ضرورت کے وقت خاص صاحبان وکلاء و سفراء یا دوسرے مومنین مخلصین بارگاہ امامت میں حاضر ہونا چاہتے تو ان کی حاضری مخفی طور سے حضرت کی قیام گاہ پر ہوتی رہتی تھی لیکن جس وقت مکان کے اندر حضرت کی تلاش کے سلسلہ میں وہ واقعات پیش آئے جن کا ذکر ہو چکا ہے تو اس کے بعد سرداب مقدس کا دربار برخاست ہو گیا اور سامرے کی آبادی سے دور صرف ایک بزرگ کے لئے حضرت سے ملاقات کا شرف باقی رہ گیا تھا جو نہایت رازداری و احتیاط کے ساتھ حاضر خدمت ہوا کرتے اور ہدایات حاصل کر کے احکام مقرر ذرائع سے مومنین تک پہنچاتے تھے اجراء احکام و ہدایات کے انتظام کی صورت میں حسب مصلحت تغیّر و تبدل ہوتا رہتا تھا حکومت کی طرف سے حضرت کی تفتیش میں جتنی سختی بڑھتی تھی ادھر اتنی ہی احتیاط سے کام لیا جاتا تھا حکمران کو جب بھی ملکی جھگڑوں سے فرصت ملتی تو حضرت پر قابو پانے کی کوشش میں مشغول ہو جاتا بڑی بڑی کوششیں ہوئیں مگر سب مکاریاں تدبیر الٰہی سے ناکام رہیں وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۵ پ ۳ ع ۱۳۔

نائبین

اس نظام ہدایت کے سلسلہ میں چار صاحبان حضرت کے نائب خاص ہوئے جو بڑے جلیل القدر عالی مقام حضرات تھے حضرت کی برکت سے ایسی کرامتیں ان سے ظاہر ہوتی تھیں کہ لوگوں کے دلی حالات بیان کر دیا کرتے تھے جو مومنین اطراف و اکناف سے حقوق امام علیہ السلام لے کر آتے تھے قبل اس کے کہ لانے والے کچھ کہیں مال کی مقدار بھیجنے والوں کے نام وغیرہ بتا دیتے تھے۔ ان بزرگوں میں سے ہر ایک

نیابت کی تصدیق کے واسطے اور اطمینان مومنین کے لئے حضرت کی نص صریح پیش کرتا اور کوئی نہ کوئی حضرت کا معجزہ اپنے ذریعہ سے دکھاتا تھا۔

ان نائبین خاص میں پہلے نائب جناب ابو عمرو عثمان بن سعید عمری اسدی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جن کو چار اماموں کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے گیارہ برس کی عمر سے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہ میں پرورش پائی تھی حضرت امام علی نقی علیہ السلام وحضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے تھے ان حضرات کے ایسے معتمد وامین تھے کہ ان کے زمانوں میں بھی وکالت کا پورا کام انجام دیتے تھے مومنین کی نگاہوں میں بڑی قدر و منزلت تھی ہر طرح دیانت وامانت کا یقین تھا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد تجہیز وتکفین کے کام بظاہر انہیں، کی ذمہ داری میں ہوئے اور حضرت حجت علیہ السلام کی ولادت کے بعد ہی پدر بزرگوار نے صاحبزادے کی نیابت کے لئے ان کو نامزد فرما دیا تھا اس منصب پر فائز ہوئے اور ۲۹۵ھ میں وفات ہوئی مدفن بغداد ہے۔

دوسرے نائب جناب ابو جعفر محمد بن عثمان علیہ الرحمتہ ہیں جو نائب اوّل کے بیٹے تھے ان کے کام میں شریک رہتے شروع ہی سے حضرت کے معتمد تھے والد کے بعد یہ عہدہ ان کے سپرد ہوا امام حسن عسکری علیہ السلام نے بعض مومنین کو اول ہی ان کے تقرر کی خبر دے دی تھی ان کے نام حضرت حجت علیہ السلام کا فرمان صادر ہوا جس میں والد بزرگوار کی تعزیت تھی اور یہ کہ اب اس منصب پر تم مقرر کئے جاتے ہو یہ کمال سعادت مندی ہے کہ خداوند عالم نے تمہارے باپ کو تم جیسا فرزند عطا فرمایا جو ان کے بعد ان کا جانشین ہوا ان بزرگوار نے اپنی زندگی میں قبر کھدوا کر اس پر تختے لگا دیئے تھے روزانہ قبر میں اترتے قرآن پڑھتے پھر اوپر آ جاتے جب اس انتظام کے متعلق ان سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ مجھ کو تیار رہنے کا حکم ہو گیا ہے چنانچہ اس سے دو مہینے بعد ۳۰۵ھ میں انتقال فرمایا بغداد میں دفن ہوئے۔

تیسرے نائب جناب ابو القاسم حسین بن روح نوبختی تمیمی رحمتہ اللہ علیہ ہوئے

ان بزرگوار نے اپنی زندگی تقیہ کے حالات میں گزاری تھی جس کی وجہ سے مسلمین مخالفین بھی ان کا احترام کرتے تھے ہر فرقہ کا دعویٰ تھا کہ یہ ہم میں سے ہیں" نائب دوم، کے مخصوصین میں سے تھے انہیں ان پر خاص اعتماد تھا اور اپنی نیابت کے زمانہ میں ان سے کام لیا کرتے تھے لیکن ان سے زیادہ دوسرے بزرگ جعفر بن احمد کو خصوصیت حاصل تھی جس کی وجہ سے کچھ صاحبان کا یہ خیال تھا کہ ان کے بعد نیابت کا عہدہ جعفر بن احمد کی طرف منتقل ہوگا مگر ایسا نہ ہوا بلکہ یہ صورت پیش آئی کہ دوسرے نائب کی وفات کے آخر وقت ان کے سرہانے جعفر بن احمد بیٹھے تھے اور پائنتی کی طرف حسین بن روح تھے اسی عالم رخصتی میں جعفر بن احمد سے فرمایا کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ جملہ امور نیابت حسین بن روح کے سپرد کردوں یہی میرے قائم مقام ہیں یہ سنتے ہی جعفر بن احمد اٹھے اور حسین بن روح کا ہاتھ پکڑ کے سرہانے بٹھایا اور خود پائنتی کی طرف بیٹھ گئے اس تقرر کے سلسلہ میں حضرت کا جو فرمان صادر ہوا تھا اور جس میں حسین بن روح کی منزلت کا اظہار تھا اس کی اطلاع بزرگان مومنین کو دے دی گئی تھی ان کی رحلت ۳۲۶ھ میں ہوئی ہے بغداد میں قبر ہے۔

چوتھے نائب جناب ابوالحسن علی بن محمد سمری علیہ الرحمۃ ہیں بڑے صاحب عظمت و جلالت بزرگ تھے حضرت کے آخری نائب خاص ہوئے جب تیسرے نائب کی وفات کا زمانہ قریب ہوا تو ان کے پاس حضرت کا حکم ان کو قائم مقام بنانے کے لئے پہنچا ان بزرگ کے ہاتھوں بھی بہت سی کرامات کا ظہور ہوتا رہا اور حضرت کے معجزات دیکھے گئے ان کی علالت کے آخری زمانہ میں حضرت کا یہ فرمان صادر ہوا کہ چھ روز کے اندر تمہاری وفات ہے اپنا انتظام درست کرلو آئندہ یہ منصب کسی کے سپرد نہ ہوگا جو تمہارے بعد تمہارا قائم مقام ہو" کچھ لوگ چھٹے روز ان کی عیادت کے لئے آئے دیکھا کہ رخصت ہو رہے ہیں کسی نے اسی حالت میں پوچھا کہ اب کیا صورت ہوگی فرمایا لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ ھُوَ بَالِغَہٗ۔ معاملہ خدا کے ہاتھ ہے وہ اس کا پورا کرنے والا ہے یہ ان کی آخری بات تھی جو لوگوں نے سُنی اور اسی دن ۱۵ شعبان ۳۲۸ھ کو انتقال فرمایا بغداد میں دفن ہوئے ان چوتھے نائب کی رحلت پر نیابت کا سلسلہ ختم ہوگیا اور اس کے متعلق انتظامات بند کر دیئے گئے جس

کی اطلاع مومنین کی تمام آبادیوں میں پہنچ گئی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۵ پ ۷ ع ۶ -

نواں بیان ذکر غیبت حضرت حجّت علیہ السّلام

حضرت حجّت علیہ السلام کے پوشیدہ رہنے کا وہ زمانہ جس کے کچھ مختصر حالات پہلے ذکر کئے گئے سال ولادت سے لے کر شعبان ۳۲۸ھ تک تہتّر برس ہوتا ہے جس میں شہادت پدر بزرگوار کے بعد وہ نظامِ ہدایت جو بیان ہو چکا اڑسٹھ سال پانچ مہینے اور چند روز قائم رہا۔ حضرت کی اس غیبت کو غیبت صغریٰ یعنی چھوٹی غیبت کہا جاتا ہے اس کے بعد غیبت کبریٰ یعنی بڑی غیبت کا زمانہ شروع ہو گیا جو اب تک چل رہا ہے ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ زمانہ غیبت صغریٰ میں حضرت کی نیابت کا سلسلہ اس طرح جاری رہا تھا کہ خاص نائبین معیّن ہوتے رہے جو حضرت کی خدمت میں قیام گاہ پر حاضر ہوا کرتے تھے ان صاحبان کے ذریعہ سے حضرت کے احکام جاری ہوتے تھے مسائل و عرائض کے جوابات ملتے تھے اور تبلیغ و ہدایت کے انتظامات مذکورہ قائم تھے لیکن غیبت کبریٰ میں پیغمبری کا یہ طریقہ بند ہو گیا حضرت کا محل و مقام نظروں سے مخفی ہے اس طرح ملاقات کے لئے وہاں کوئی شخص حاضر خدمت نہیں ہو سکتا جس طرح پہلے مشرف ہوا کرتے تھے البتہ ہدایات و ملاقات کی اب دوسری صورتیں ہیں جن کی تفصیلات آگے چل کر آئیں گی اور جن کے سمجھنے سے ایمان روشن ہوتا ہے وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ - پ ۲۸ ع ۶ -

غیبت صغریٰ

غیبت صغریٰ جس کا تھوڑا سا زمانہ تھا اس کے اسباب ظاہر ہیں کہ حضرت کی ولادت سے پہلے ہی آخری حجّت خدا بارہویں امام علیہ السلام کے دنیا میں آنے کی خبروں

سے اور سارے عالم میں ان کے غلبہ و تسلط کی پیشین گوئیوں سے حکومتیں گھبرانے لگی تھیں جتنا زمانہ قریب ہو رہا تھا اتنی ہی دشمنوں کی گھبراہٹ بڑھ رہی تھی یہاں تک کہ بارھویں امامت کا وقت آیا تو حضرت کی جستجو میں طرح طرح کی کوششیں ہوئیں اور جیسا کہ پہلے ہو چکا ہے حضرت کی تلاش میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی لیکن ظالموں کی کوئی تدبیر کامیاب نہ ہو سکی اگرچہ وہ سلطنت کے جھگڑوں اور ملکی فتنہ و فساد میں بھی گھرے رہے مگر اہلبیت سے عداوت کی عادت نہ بدلی اور حضرت کے تجسّس کا نظریہ قائم رہا،، ان حالات میں دشمنوں کی دست رسی سے تحفظ کی یہی ظاہری صورت ہو سکتی تھی کہ حضرت عام لوگوں کی نظروں سے مخفی رہیں اور بجز چند مومنین مخلصین کے خدمت مبارک میں کسی کی رسائی نہ ہو سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ پوشیدہ رہنے کی وجہ نہ دنیا والوں کی طرح جان کا خوف تھا نہ قید خانہ کی اذیت و تکلیف کا خیال تھا ایسے مصائب تو اس گھرانے کا حصّہ رہے ہیں اتمام حجّت کے لئے ان باتوں کا برداشت کرنا اور ہدایت عالم میں جان دے دینا امام کا کام ہے جو امام آیا وہ شہید ہوا بلکہ حضرت کے مخفی رہنے کا سبب اس آخری امامت کی یہ خصوصیّت تھی کہ اس کا حامل کسی طرح کسی حیثیت سے کسی دنیوی حکومت کی گرفت میں آنے والا نہیں خداوند عالم کی طرف سے بارھویں امام علیہ السلام وہ خاص امور آخر زمانہ میں انجام دینے کے ذمّہ دار تھے جن کی وجہ سے حکومتیں پریشان تھیں ایسی صورت میں اگر حضرت ظاہر رہتے تو یقیناً دشمنوں سے مقابلہ ہوتا دنیا کی تمام حکومتوں سے جنگ و جدال کا سلسلہ جاری ہو جاتا اور وقت سے پہلے ہی قیامت آنے لگتی اس لئے حضرت پوشیدہ رہے اور باوجود بڑی بڑی رکاوٹوں کے مومنین کی ہدایت و تلقین کا کام ہوتا رہا۔

حضرت حجّت علیہ السلام کی غیبت صغریٰ کا مسئلہ قریب قریب ایسا ہی ہے کہ جیسے دیگر آئمہ علیہ السلام کے حالات رہے ہیں اس لئے کہ اوّل ہی سے فرمانروا یا دشاہ کو پیغمبر اسلام کا قائم مقام اور مسلمانوں کا مقتدا و پیشوا خیال کیا جاتا تھا اور ہمیشہ

ان بادشاہوں کو حضرات آئمہ علیہم السلام کا اقتدار ناگوار رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمام لوگ ان کی طرف رجوع ہو جائیں اور دنیا ان کو اسلام اور اہل اسلام کا سردار سمجھ لے اسی وجہ سے ان حضرات کی نگرانی ہوتی تھی قید خانوں میں رکھے جاتے تھے اگرچہ خود غائب نہیں ہوئے مگر عام طور پر امامتیں ان کی بھی پردۂ غیبت میں رہیں اور ان کے حقیقی وارثان رسول کے فیوض و برکات سے صرف حق شناس لوگ اچھی طرح مستفید ہو سکے پس جس طرح امامت کے پردۂ غیبت میں ہوتے ہوئے ان سب اماموں نے اپنے اپنے زمانہ میں فرائض امامت کو انجام دیا اسی طرح حضرت حجّت علیہ السلام نے بھی باوجود عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہنے کے تمام کاموں کو پورا فرمایا اور فرما رہے ہیں۔

حضرت حجّت علیہ السّلام کی غیبت ایسی ہی ہے کہ جیسی گذشتہ امتوں میں بعض حضرات انبیاء و اولیاء کی غیبتیں ہوئیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ ارشاد سب کو تسلیم ہے کہ میری امت میں ہو بہو وہ باتیں ہوں گی جو پچھلی امتوں میں پیش آتی رہی ہیں لہٰذا حسب حالات مذکورہ اس امت میں بھی رہنمائے عالم آخری حجّت خدا کی غیبت ہوئی۔

سب سے پہلے ظالمین کے ظلم و ستم کی وجہ سے حضرت ادریسؑ کو جو حضرت آدمؑ کی پانچویں پشت میں حضرت نوحؑ کے پردادا ہیں غیبت کا حکم ہوا جبکہ بادشاہِ وقت ان کے قتل کی فکر میں تھا چنانچہ وہ غائب ہوئے اور قوم کی شقاوت و نافرمانی سے اس شہر میں اور اس کے اطراف و جوانب میں بیس برس تک پانی نہ برسا اتنی مدّت تک حضرت ادریسؑ پہاڑوں میں ویرانوں میں پوشیدہ رہے جب وہ ظالم حکمران ہلاک ہو گیا اور قوم نے توبہ کی تو حضرت ادریسؑ ظاہر ہوئے اور آپ کی دعا سے بارش ہوئی پھر وہ وقت آیا کہ بالائے آسمان اٹھا لئے گئے۔

حضرت نوحؑ نے وقت وفات مومنین سے فرمایا تھا کہ میرے بعد غیبت کا زمانہ آئے گا یہاں تک کہ مدّت کے بعد قائم آل نوحؑ ظاہر ہوں گے جن کا نام ہود ہو گا چنانچہ

یہی ہوا اور حجّت خدا کی غیبت کا زمانہ اتنا طویل رہا کہ لوگ حضرت ہودؑ کے ظہور سے نا امید ہونے لگے تھے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی غیبت اب تک ہے اور حضرت حجّت علیہ السّلام کے رفیق ہیں نام تالیا ہے اور آپ کا یہ معجزہ رہا ہے کہ جس خشک زمین پر بیٹھتے وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی جس خشک لکڑی پر تکیہ کرتے اس سے پھول پتّے نکل آتے چونکہ خضرۃ کے معنی سبزی کے ہیں اس لئے ان کو خضر کہتے ہیں آپ حیات پیا ہے اور صور پھونکے جانے کے وقت تک زندہ رہیں گے۔ بعض صالحین نے ان کو مسجد سہلہ اور مسجد صعصعہ میں دیکھا ہے۔ جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے اس نے انہیں ایک حجرے میں بند کر کے راستے مٹی پتھر سے روک دیئے تھے جب دروازہ کھولا گیا تو حجرہ خالی تھا بحکم الٰہی وہیں سے غائب ہو گئے اور خداوند عالم نے وہ قوت عطا فرمائی کہ جس شکل و صورت میں چاہیں مُتشکّل ہو جائیں حضرت خضر کا تعلق دریاؤں سے ہے بے راہوں کی رہبری فرماتے ہیں ہلاکت سے بچاتے ہیں اور حضرت حجّت علیہ السلام کے رفقا میں ہیں۔

اسی طرح حضرت الیاس کی غیبت ہے بنی اسرائیل کے پیغمبر رہے قوم تکذیب و توہین کرتی رہی مدّت تک ایذا رسانی پر صبر کیا مگر جب وہ قتل پر آمادہ ہوئے تو یہ ایک پہاڑ میں پوشیدہ ہو گئے اور سات برس اس حالت میں گزرے کہ زمین کی گھاس غذا رہی خداوند عالم نے وحی فرمائی کہ اب جو چاہو سوال کرو عرض کیا کہ میں بنی اسرائیل سے بہت آزردہ خاطر ہو چکا ہوں تو مجھے دنیا سے اٹھا لے ارشاد ہوا کہ یہ وہ زمانہ نہیں ہے جو زمین و اہل زمین کو تم سے خالی رکھوں اس عہد میں زمین تمہاری وجہ سے قائم ہے اور ہر زمانہ میں میرا ایک خلیفہ ضرور رہتا ہے پس خداوند عالم نے وہ طاقت کرامت فرمائی کہ حضرت الیاسؑ بھی حضرت خضرؑ کی طرح زمین پر موجود و غائب ہیں حضرت حجّت علیہ السلام کی رفاقت کا شرف حاصل ہے جنگلوں میں پریشان حالوں کی رہنمائی ضعیفوں کی دستگیری فرماتے ہیں۔

حضرت صالح جب اپنی قوم ثمود کو ایک سو بیس برس تک ہدایت کرتے رہے

مگر انہوں نے بت پرستی نہ چھوڑی تو ان سے پوشیدہ ہو گئے اور اتنی مدّت تک غیبت رہی کہ کچھ لوگ خیال کرنے لگے کہ انتقال فرما گئے ایک گروہ کو یقین تھا کہ وہ زندہ ہیں جب ظاہر ہوئے تو کسی نے ان کو نہ پہنچانا حضرت صالح سے کہا گیا تھا کہ اس پتھر سے جس کی پرستش کرتے تھے اونٹنی مع بچّہ کے نکال دو تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے آپ نے دُعا کی قبول ہوئی پھر بھی ایمان نہ لائے اور ایک شقی کو لالچ دے کر اس کے پاؤں کٹوا دیئے ٹکڑے ٹکڑے کیا گوشت کھایا توبہ کے لئے تین دن کی مہلت ملی لیکن وہ نہ سمجھے چوتھے روز بڑی چیخ چنگھاڑ کی آواز ہوئی کانوں کے پردے پھٹ گئے زمین کو زلزلہ ہوا قلب وجگر پاش پاش ہو گئے آسمان سے آگ آئی جس نے سب کو جلا کر بھونسے کے چورے کی طرح کر ڈالا۔

حضرت شعیبؑ کی عمر دو سو بیالیس برس کی ہوئی قوم کو ہدایت کرتے کرتے بوڑھے ہو گئے اور مدّت تک غائب رہے پھر بقدرت خدا جوانی کی حالت میں لوٹے اور رہنمائی میں مصروف ہوئے قوم نے کہا کہ ہم نے تمہارا کہنا اس وقت نہ مانا جب تم بوڑھے تھے تو اب جوانی میں تمہاری باتوں کا کیسے یقین کریں۔

حضرت یونسؑ بھی اپنی قوم سے غائب ہوئے بلکہ ان کی غیبت تو ایسی ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں رہے تینتیس ۳۳ برس سمجھایا مگر دو شخصوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا بارگاہ الٰہی میں بڑے اصرار کے ساتھ نزول عذاب کی دعا کی بالآخر عذاب نازل ہونے کا مہینہ دن وقت مقرر ہو گیا جس کی اطلاع دے کر خود آبادی سے باہر آئے اور پہاڑ کے کسی گوشہ میں چھپ گئے جب عذاب کا معیّنہ زمانہ قریب ہوا تو اس قوم نے صحرا میں پہنچ کر بوڑھوں کو جوانوں سے عورتوں کو شیر خوار اطفال سے حیوانوں کو ان کے دودھ پیتے بچّوں سے جدا کر کے فریاد شروع کی یکایک عذاب کا عنوان دیکھا کہ زرد آندھی آئی جس میں خوف ناک صدائے عظیم تھی سب نے گریہ وزاری کے ساتھ توبہ واستغفار کی آوازیں بلند کیں بچّے اپنی ماؤں کو ڈھونڈتے اور روتے تھے جانور اپنے بچوں سے علیٰحدہ ہونے پر شور کر رہے تھے رحمت الٰہی جوش میں آئی اور عذاب ٹل گیا۔ اسکے بعد حضرت یونسؑ

یہ خیال کرکے کہ سب ہلاک ہو گئے ہوں گے شہر کی طرف آئے مگر وہاں سے چرواہوں کو آتے دیکھا اور سمجھ گئے کہ عذاب نہیں آیا اس تصوّر میں کہ قوم مجھے جھوٹا کہے گی پوشیدہ ہو گئے بیابانوں میں پھرے یہاں تک کہ دریا پر آئے کشتی میں سوار ہوئے اور مچھلی نگل گئی پھر باہر نکلے اپنی قوم میں واپس آئے تب سب نے تصدیق کی اور ان میں رہنے لگے۔

حضرت یونسؑ کی غیبت ایسی تھی کہ جس کے متعلق خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ اگر وہ اس کی تسبیح نہ کرتے تو روز قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

حضرت عیسےٰؑ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے پہنچاتے جب یہودی تھک گئے تو پھانسی دینے کے ارادہ سے ان کو ایک مکان میں بند کر دیا رات کا وقت تھا بحکم الٰہی جبرئیلؑ آئے اور حضرت عیسےٰؑ کو روشن دان سے نکال کر بالائے آسمان لے گئے صبح کو یہ سب ظالم پھانسی لگانے کے قصد سے جمع ہوئے اور ان کا سردار جس کا نام یہودا تھا حضرت عیسےٰ کو باہر لانے کے لئے تنہا اس مکان میں داخل ہوا خداوند عالم نے اس کو حضرت عیسےٰ کی شکل میں کر دیا جب اس نے ان کو وہاں نہ پایا تو اوروں کو خبر دینے کے واسطے لوٹا اس کے باہر آتے ہی قبل اس کے کہ وہ کچھ کہے یہودا کو عیسےٰ سمجھ کر پکڑ لیا بہت کچھ اس نے شور مچایا کہ میں عیسےٰ نہیں ہوں یہودا ہوں مگر کسی نے ایک نہ سُنی اور اس کو سولی دے دی پھر خدا کی قدرت سے اس کی اصلی صورت ہو گئی اس وقت سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی غیبت ہے جب حضرت حجّت علیہ السلام کا ظہور ہو گا تب آسمان سے اتریں گے اور ظاہر ہوں گے۔

مذکورہ بالا غیبتوں کے علاوہ دیگر انبیاء کی غیبتیں بھی ہیں جب بنی اسرائیل پر بلاؤں کا وقت آیا ہے تو چار سو سال تک انبیاء و اوصیاء ان سے غائب رہے باوجودیکہ روئے زمین پر حجّت خدا موجود تھے لیکن غیبت رہی یہاں تو صرف چند حضرات سے متعلق روایات کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے جس پر نظر کرنے سے حضرت حجّت علیہ السلام کی غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ دونوں کی صورتیں سمجھنے میں بہت سہولت ہو جائے گی۔ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ پ ۶ ع ۳

غیبت کبریٰ

غیبت صغریٰ کے بعد حضرت کی غیبت کبریٰ کے ثبوت میں یہ مختصر دلیل کافی ہے کہ جب عقلی ونقلی دلائل آیات قرآن واحادیث سے یہ ثابت ہے کہ کوئی زمانہ خدا کی حجّت سے خالی نہیں رہتا خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اس لئے اس وقت بھی ایک معصوم سردار عالم کا وجود لازم وضروری ہے اور وہ امام وقت گیارھویں امام علیہ السلام کے فرزند ہیں جو موجود ہیں مگر عام لوگوں کی نظروں سے غائب ہیں پس جس طرح حضرت کی امامت یقینی ہے اسی طرح غیبت یقینی ہے۔ چونکہ مسئلہ غیبت مسئلہ امامت کی فرع ہے اس وجہ سے جس شخص کا حضرت کی امامت پر ایمان نہ ہو اس کو اسبابِ غیبت کے متعلق سوال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے اور ایسی گفتگو بے کار ہے غیبتِ کبریٰ جواب تک ہے اور نہ معلوم کب تک رہے اس کے سلسلہ میں یہ پیش نظر رہنا چاہیئے کہ اسلام کا قانون اس کے جملہ اصول وفروع عقل وحکمت کے مطابق ہیں ان کی خوبیاں خوب سمجھ میں آتی ہیں اسلام ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں فلسفہ ومذہب دونوں کا ساتھ ہے لیکن ہر بات کی اصل حقیقت تک پہنچنا ہر شخص کے قابو کی بات نہیں ہے کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے اعمال وافعال پر تو نظر نہیں رکھتے مگر خدائی کاموں میں چون وچرا کرتے رہتے ہیں کہ یہ حکم کیوں ہوا یہ بات کس لئے ہوئی ہر جگہ ایسے سوالات کرنا بے موقع ہوتا ہے ان مسائل کے علاوہ جن کو اچھی طرح سمجھنا انسان کا فرض ہے تمام امور الٰہیہ میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ہر امر کی باطنی کیفیت عقل بشری میں آجائے مثلاً پنجگانہ نماز کیسی عظیم الشان عبادت ہے لیکن کوئی نمازی اپنے شوق عبادت کی بنا پر اس کی معیّنہ رکعتوں میں ایک رکعت کا بھی اضافہ نہیں کرسکتا یا ماہ رمضان کے روزے ایسے واجب ہیں کہ ضروریات دین میں داخل ہیں مگر عید کو روزہ رکھنا حرام وگناہ ہے پس اگرچہ ان احکام کی ظاہری خوبیاں اچھی طرح سمجھ میں آتی ہیں لیکن باطنی وجوہ کے لئے سوال کی گنجائش نہیں ہے حکم حاکم ہے

معبود کا فرمان ہے جس پر ایمان بندوں کا فریضہ ہے اور کتنی باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق بے جا گفتگو کی ممانعت ہے چنانچہ سبب غیبت کے بارے میں خود حضرت حجت علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ پ ع ۴ - یعنی اے ایمان دارو ایسی چیزوں کو نہ پوچھا کرو کہ اگر وہ تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری معلوم ہوں۔

حضرت کی غیبت میں جو ظاہری مصلحتیں ہیں وہ عقل میں آنے والی باتیں ہیں اور سمجھنے والوں کے لئے ہر طرح کافی ہیں پھر بھی درحقیقت اسرار الٰہیّہ میں سے یہ ایک راز ہے جس کی حقیقی وجہ وہی خوب جانتا ہے یہ راز تو اسی وقت ظاہر ہوگا جب حضرت کا ظہور ہوگا امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا تھا کہ آخری امام علیہ السّلام کی غیبت کا سبب کیا ہوگا تو جواب میں فرمایا کہ اس کا انکشاف بعد ظہور ہوگا جس طرح خضرؑ کا کشتی میں سوراخ کرنا ایک لڑکے کو قتل کرنا دیوار کو درست کرنا ان کاموں کی حکمت حضرت موسٰے کے لئے ظاہر نہ ہوئی مگر اس وقت کہ جب دونوں جدا ہونے لگے تھے ان حضرات کی ملاقات کا واقعہ قرآن کے پندرھویں پارے کے آخر اور سولھویں کے شروع میں بیان ہوا ہے جب حضرت خِضرؑ نے حضرت موسٰے کو ان امور کی حقیقت بتائی تب وہ مطمئن ہوئے یہ ظاہری علوم کے حامل تھے اور اُن کو علم باطنی تھا وہ جس علم پر مامور تھے اس کا تعلق ان سے نہ تھا جب ایسے برگزیدہ خدا والے کلیم اللّٰہ کی یہ صورت ہے تو بھلا ناقص عقلوں والے بندے عالم کے حقائق پر کس طرح حاوی ہو سکتے ہیں اور ہر واقعہ کی باطنی کیفیت کیسے ان کے ذہن میں آ سکتی ہے اس وقت غیبت میں جو مصالح الٰہیّہ ہیں ان کو وہ گھرانہ ہی خوب جانتا ہے جس سے غیبت کا تعلق ہے اور جس کی بہت کچھ تعلیمات اس سلسلہ میں ہمارے لئے موجود ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے قرآن میں آیات متشابہات کے معنی پوشیدہ ہیں جو سوائے خدا اور رسول و اہلبیتؑ کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتے قرآن میں محکم وہ آیات ہیں جن کے معانی بالکل صاف ہیں اور کوئی دوسرا احتمال نہیں اور متشابہ وہ آیات ہیں جن کے معانی و مطالب واضح نہیں

ہیں بلکہ گول مول الفاظ ہیں اور مطلب کے کئی پہلو نکل سکتے ہیں ان آیتوں کے اصلی مطلب جاننے والے وہی ہیں جن کے گھر میں قرآن نازل ہوا ہے اور عام بندوں کا یہ فرض ہے کہ ان آیات پر ایمان رکھیں کہ یہ کلام الٰہی ہیں اور ان کے مطلب میں تفسیر اہلبیت کا اتباع کریں یہی صورت حضرت حجّت علیہ السلام کے اسباب غیبت کی ہے۔ وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ط ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۵ پ ۱۶ ع ۵۔

ظاہری اسباب غیبتِ کبریٰ

بظاہر حضرت کا مخفی رہنا خود اس کی دلیل ہے کہ غیبت کے ضرور ایسے اسباب ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے تو غیبت بھی نہ ہوتی جیسا کہ حضرت کے آباء طاہرین میں کسی کی غیبت نہیں ہوئی سب کچھ جھیلا طرح طرح کی مصیبتیں برداشت کیں مگر نظروں سے پوشیدہ نہیں ہوئے اگرچہ ان حضرات کی آزادی پر پہرے لگے ہوئے تھے مگر سلطنتیں جانتی تھیں کہ یہ اپنی دنیوی سلطنت قائم کرنے کے لئے کبھی کھڑے نہ ہوں گے بلکہ اس کا تعلق مہدی موعود سے ہے جو گیارہ اماموں کے بعد آنے والے ہیں اس لئے سب سلاطین ظالمین کی آنکھیں اول ہی سے حضرت کی طرف ایسی لگی ہوئی تھیں کہ قدرت کے انتظامات سے حضرت کی ولادت بھی پوشیدہ طور پر ہوئی وہ یہ تو سمجھے ہوئے تھے کہ بارھویں امامت کے زمانہ میں دنیا کی صورت بدلے گی مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس زمانہ میں یہ سب انقلابات کب ہوں گے کس وقت ہوں گے اگر انہیں یہ خبر ہوتی کہ ہماری حکومت ان کے ہاتھ سے نہیں بلکہ پہلے ہی حوادث زمانہ سے ختم ہو جائے گی تو شاید حضرت کے تجسّس میں ایسی کوششیں نہ کرتے جو ہوئیں۔ حضرات آئمہ سابقین کے واقعات اور حضرت حجّت علیہ السلام کے حالات میں بڑا فرق تھا ان حضرات شہادتوں پر سب کے قائم مقام موجود رہے ہیں اور ہر امام نے اپنے بعد کے لئے امامت کی ذمہ داریاں اپنے جانشین کے سپرد فرمائی ہیں لیکن حضرت آخری امام تھے بارہ کے بعد تیرھواں آنے والا نہ تھا آئندہ کے لئے امامت کا دروازہ بند ہو چکا تھا اگر حضرت

پر دشمنوں کا قابو چل جاتا تو نتیجہ میں حجّت خدا کے وجود سے دنیا خالی ہوجاتی وہ پیشین گوئیاں صحیح نہ رہتیں جو اول روز سے مہدی موعود کے متعلق ہوتی چلی آرہی تھیں وعدہ الٰہی غلط ہوجاتا کہ ان کی حکومت کل روئے زمین پر ہوگی انہیں کے ہاتھ سے ظالموں کے ظلم وجور کا خاتمہ ہوگا اور ساری زمین نجاستوں سے پاک ہوکر عدل وداد سے بھر جائے گی حالانکہ یہ ناممکن ہے کہ فرمان خدا ورسول میں جو آنے والے واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ وقوع میں نہ آئیں یہ سب باتیں دنیا کے آخری حصّہ میں پوری ہوکر رہیں گی اور اس وقت تک دُنیا میں حضرت کا موجود رہنا لازمی امر ہے لیکن دنیا والے کسی وقت بھی اپنے مظالم سے باز آنے والے نہ تھے خداوند عالم کی طرف سے مجبور نہیں کئے جا سکتے تھے کیونکہ بندے اپنے افعال میں مختار ہیں اور جبر غلط چیز ہے بس حضرت کی حفاظت صرف صورت غیبت میں منحصر تھی اس لئے حضرت عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور کار امامت ہو رہا ہے۔

حضرت کی غیبت کبریٰ سے قبل غیبت صغریٰ رہی چونکہ حضرت کے وجود وامامت کا مسئلہ مشتبہ بنایا جانے والا تھا اس لئے ضرورت تھی کہ ایک زمانہ ایسا بھی ہو جس میں دیکھنے والے حضرت کو بحیثیت امامت پہنچان کر دیکھ لیں تاکہ حضرت کے وجود سے انکار کرنے والوں کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ جس کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا اس کی موجودگی اور امام ہونے پر کیسے ایمان لایا جائے یہ تو خدا ہی کی خصوصیّت ہے کہ اس کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ آئندہ کبھی کوئی دیکھ سکتا ہے وہ خود دکھائی نہیں دیتا بلکہ اس کے آثار وجود نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت کی ولادت کے بعد پدر بزرگوار نے بقدر ضرورت اپنے فرزند کو دکھایا اور بہت سے لوگوں کو اطلاعیں بھیجیں پھر کافی زمانہ تک خود حضرت نے مومنین کو اپنی ملاقات سے مشرف فرمایا ہزاروں آدمی مطلع ہوئے اور نائبین کے ذریعہ سے تمام کام پورے ہوتے رہے لیکن جب حالات بدلے اور نائب خاص کی خدمت میں لوگوں کی حاضری نظروں میں کھٹکی اور ان کی مرجعیّت بھی حکومت کو ناگوار ہونے لگی اور اس میں بھی مصیبتوں کا مقابلہ ہوا تو غیبت صغریٰ کی

صورت ختم ہوگئی اور غیبت کبریٰ کا وقت آگیا۔

غیبت صغریٰ میں یہ صورت پیش آئی کہ نیابت وسفارت کے جھوٹے مدعی پیدا ہونے لگے جن پر حضرت نے اپنے فرمانوں میں لعنت فرمائی ہے اور اظہار برأت کیا ہے ابو محمد شریعی و محمد بن نصیر نمیری و احمد بن ہلال کرخی و محمد بن علی شلغانی وغیرہ نے اپنے اپنے لئے غلط دعوے کر کے فتنہ وفساد پھیلانا شروع کر دیا خمس وغیرہ کی رقمیں وصول کرنے لگے حضرت پر افترا و بہتان باطل عقیدے بیہودہ مسئلے تلقین ہونے لگے کفر والحاد کی نوبت پہنچ گئی اور ایسی خلاف شریعت باتوں کا سادہ لوح افراد پر برا اثر پڑنے لگا، حکومت کے مظالم تو جھیلے جا رہے تھے لیکن عقیدت مندی کے پردے میں ان دشمنوں کا یہ ظلم وستم طرح طرح کی گمراہیاں پھیلانا مومنین میں تفرقہ اندازی ان کو دھوکے دینا حضرت کی طرف سے اپنا تقرر بتا کر رسوخ پیدا کرنا اس جھوٹی نسبت کو اپنی بدکرداریوں میں کامیابی کا ذریعہ بنانا ناقابل عفو جرائم تھے جن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا اور جن کے انسداد کی یہی صورت تھی کہ سفارت و وکالت کا وہ سلسلہ ہی ختم کر دیا جائے جس کے بہانے سے یہ کاذب وظالم سب کچھ کر رہے تھے چنانچہ نیابت کا دروازہ بند ہو گیا جس کی اطلاعات مخلصین مومنین کو پہنچ گئیں اور وہ ان کی بلاؤں سے محفوظ ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت کا وہ نور ہدایت بھی حجاب میں آگیا جو زمانۂ غیبت صغرےٰ نائبین کے ذریعہ نفاذ احکام سے مومنین میں پھیلا ہوا تھا اور غیبت کبریٰ واقع ہو گئی۔

غیبت کبرےٰ کا یہ سبب بھی کتنا واضح ہے کہ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو دنیا بھر میں خونریزی کا سلسلہ جاری ہو جاتا کیونکہ لوگ جانتے تھے کہ آخری امام کا وجود آخری وقت تک رہنے والا ہے جس میں سارے عالم پر آپ کی حکومت ہو گی اس خوف میں ہر زمانہ کی تمام سلطنتیں اپنے اپنے زوال کے خیال سے حضرت کے مقابلہ میں آتیں چاہے یہ مدافعانہ لڑائیاں ہوتیں لیکن روئے زمین پر خون کی ندیاں بہتی رہتیں حالانکہ اسلامی نظریہ ہمیشہ صلح پسندی رہا ہے مسلم ہر ایک کی سلامتی کا خواہاں رہتا ہے مومن دنیا میں بقاء امن وایمان کا

حامی ہوتا ہے اسی لئے پیغمبر اسلام کی طرف سے کسی جنگ کی ابتدا نہیں ہوئی اور تبلیغ اسلام کے واسطے حضرت نے اخلاقی ہتھیاروں کو چھوڑ کر مادّی آلات کو استعمال نہیں کیا اور کبھی تلوار نہیں اٹھائی بلکہ جتنی لڑائیاں ہوئیں سب دفاعی اور جوابی حیثیت رکھتی تھیں ،،

حضرات آئمہ طاہرین کے پیش نظر ہمیشہ دنیا میں قیام امن و امان کا مسئلہ رہا طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں مگر صبر کیا اپنے حقوق پامال ہوتے دیکھے مگر تحمل سے کام لیا پہلے امام امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام جن کی تلوار کے جوہر بدر و احد و خندق و خیبر وغیرہ رسول اللہ کے زمانہ کی لڑائیوں میں یادگار ہیں انہوں نے پچیس برس کیسی خاموشی سے گزارے اور اپنی حق طلبی کے لئے جنگ پر آمادہ نہ ہوئے کیونکہ جانتے تھے کہ اس سے اسلام کا شیرازہ بکھر جائے گا حق کا مطالبہ زبانی ہوتا رہا لیکن شمشیر انتقام نیام سے باہر نہ آئی اور کوئی ایسا اقدام نہیں فرمایا جس سے ظاہری امن و امان کو ٹھیس لگے البتہ جب تمام مسلمانوں نے اپنی خوشی سے مملکت کی ذمہ داریاں حضرت کو سپرد کر دیں اور کچھ لوگ اپنی ذاتی اغراض کے ماتحت فتنہ و فساد پر آمادہ ہوئے تو حضرت بھی ان کی شرارتوں کو روکنے اور ان کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور جنگ جمل و صفین و نہروان میں ہوا جو کچھ ہوا - امام حسن علیہ السلام نے اسی امن و امان کی خاطر معاویہ سے صلح فرمائی باوجودیکہ یہ بات ساتھیوں کو ناگوار ہوئی لیکن حضرت نے اس مخالفت کی کچھ پروا نہ کی اور جنگ کی آگ کو بھڑکنے نہ دیا - اسی طرح امام حسین علیہ السلام بھائی کی شہادت کے بعد دس برس خاموش رہے مگر جب یزید نے بیعت کا مطالبہ کیا اور جان کے پیچھے پڑ گیا تو حضرت نے بغیر لشکری تیاری کے جس سے امن و امان میں خلل پڑتا تھا فوج یزید کا مقابلہ کیا کربلا کے میدان میں اپنا سارا گھر بار قربان کر دیا راہ خدا میں جان دے دی مگر بیعت نہ کی اور اسلام کو موت سے بچا لیا کیونکہ حق کسی باطل کا اتباع نہیں کر سکتا یہ وہ کارنامہ ہے جس سے اسلام زندہ رہا اور حسینؑ کے نام کا سکّہ ساری دنیا میں چل رہا ہے اور کربلا والوں کی صدائے بازگشت فضاء عالم میں گونج رہی ہے" پھر اس قیامت خیز واقعہ کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام سے لے کر امام حسن عسکری علیہ السّلام تک سب حضرات کی عمریں

مصیبتوں میں گزریں بڑے بڑے مظالم جھیلے مگر کسی وقت لڑائی کا خیال بھی نہ کیا قید خانوں میں رہے مگر صبر کیا یہاں تک کہ خفیہ طور پر زہر دے دے کر شہید کئے گئے پس جس طرح ان جملہ حضرات کے پیشِ نظر امن وامان کا مسئلہ رہا ہے اسی طرح بارھویں امام علیہ السلام کی اس غیبت میں امن وامان کے بقا کا راز مضمر ہے دشمنوں کا قابو نہیں چلتا خون ریزی کی نوبت نہیں آتی بلکہ جب ظہور ہوگا تب بھی دعوت ایمان کے لئے تلوار نہ اٹھائی جائے گی بلکہ آیات الٰہی دنیا کے سامنے آئیں گی اور خدائی نشانیاں سارے جہان کو اس رہنمائے عالم کی طرف متوجہ کر دیں گی ایک ایسی ندائے آسمانی بلند ہوگی کہ تمام عالم متوجہ ہو جائے گا اس وقت حق بھی ایسا روشن ہوگا کہ کسی کے لئے شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ رہے گی اس پر بھی اگر کچھ دنیوی قوتیں اپنے زوال اقتدار و مملکت کے خیال میں آڑے آئیں گی اور دینِ الٰہی کے مقابل میں فوج کشی پر آمادہ ہوں گی تو ان کو اسی حیثیت سے جواب دیا جائے گا جس طرح پیغمبر اسلام نے کفّار کی سرکوبی کی تھی اور نتیجہ میں حق کا بول بالا ہوگا ابھی ساری دنیا پر حضرت کی ظاہری حکومت کا وقت نہیں آیا دنیا کو ڈھیل دی گئی ہے اس کی مشیئت میں جتنی جابر و ظالم سلطنتوں کا آنا ہے وہ آتی رہیں سب کے زمانے گزر جائیں تب حجّت خدا کی حکومت دنیا کے سامنے قائم ہو پھر یہ بھی کہ کفار و منافقین کی اولاد میں صاحب ایمان بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں جب یہ سب امانتیں جو ان کے اصلاب میں ہیں باہر آ جائیں گی اس وقت حضرت کا ظہور ہوگا اور کفر و نفاق کا ایسا خاتمہ ہوگا کہ زمین ان نجاستوں سے بالکل پاک وصاف ہو جائے گی۔ یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ پ ۲۱ ع ۱۴

فوائد وجود اقدس

قرآن میں سب سے اول غیبت پر ایمان لانے والوں کا ذکر ہے سورۂ الحمد کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ یہی آیت ہے الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ یعنی یہ وہ کتاب ہے جس کے کتاب

الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں یہ ان پرہیزگاروں کے لئے رہنما ہے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ خداوند عالم کے اس فرمان کے بعد ہر مسلمان کے لئے غیب پر ایمان لانے کی اہمیت ظاہر ہے اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ بندوں کو اپنی زندگی میں غیب کی باتوں کا اقرار کئے بغیر چارۂ کار نہیں یہی وجہ ہے کہ لامذہب شخص کو بھی اس کا قائل ہونا پڑتا ہے اور مذہب والے تو خدا کو مانتے ہیں وہ بلا تامل ایک ایسی طاقت کے سامنے سر جھکاتے ہیں جو نہ کسی کے مشاہدہ میں آئی اور نہ آسکتی ہے خدا کی نشانیاں نظر آتی ہیں مگر وہ خود نظر نہیں آتا پھر قیامت پر حساب وکتاب پر بہشت و دوزخ پر بے دیکھے ایمان لانا ضروری ہے پس ایسی تمام غیبی چیزوں پر ایمان رکھنے والے ہر منصف مزاج کو اس حجّت خدا کے غائبانہ وجود پر ایمان لانے اور فائدہ سمجھنے میں کوئی پس وپیش نہیں ہوسکتا جن کی موجودگی کی سینکڑوں دلیلیں موجود ہیں۔

موجودات عالم میں غیبت کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ وہ چیزیں نظر ہی نہ آتی ہوں جیسے کہ جنّت یا اصحاب کہف اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ غائب ذاتیں نظر تو آتی ہیں مگر ان کی پہچان نہیں ہوتی جیسے کہ جنات یا حضرت خضرؑ یا حضرت الیاسؑ وغیرہ بس یہی صورت حضرت حجّت علیہ السلام کی ہے کہ لوگ حضرت کو دیکھتے ہیں لیکن پہچانتے نہیں ہیں اور اس غیبت کا صرف یہ مطلب ہے کہ امامِ زمانہ درپردہ منصب امامت کی ذمّہ داری انجام دے رہے ہیں جنّت درپردہ موجود ہے مگر نہ اس کی نعمتیں ہم تک آتی ہیں نہ ہم وہاں پہنچ سکتے ہیں پھر بھی کوئی عاقل اس وقت اس کے وجود کو بے فائدہ نہیں کہہ سکتا اس لئے کہ اس کے تذکرے اطاعت الٰہی کی طرف متوجہ کرتے ہیں لہٰذا جب غیبت میں جنّت کا وجود مفید ہے تو کم از کم اسی طرح بحالت غیبت امام زمانہ کا وجود مفید ہے خدا کی بنائی ہوئی جنّت کو اس وقت لوگ نہیں دیکھتے لیکن اس کے بنائے ہوئے امام وحجّت کو پہلے بھی دیکھا گیا اور اب بھی خوش قسمت صاحبان زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔

ہر امام کا کام دین وملّت کی حفاظت ونگہداشت ہے وہی رہنمائے عالم ہوتا ہے

لیکن اس رہنمائی کی دو صورتیں ہیں اگر اس کو دنیوی اقتدار بھی حاصل ہے تو کارِ ہدایت حکومت کے ذریعہ سے انجام پائے گا اور اگر مخالف قوتوں کی مزاحمت سے ایسا تسلّط نہ ہوگا تو اس کار منصبی کی تکمیل مخفی طریقے پر ہوتی رہے گی جیسی کہ اس زمانہ میں ہو رہی ہے کہ اصول اسلام و قانون شریعت محض فیوض امام علیہ السلام سے باقی ہیں اور جزوی مسائل میں ہر شخص کے لئے حضرت کے احکام نافذ نہ ہونے سے منصب امامت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا کیونکہ دنیا والوں نے بدقسمتی سے اپنا یہ نقصان آپ کیا ہے ان کے مظالم اور کمزوریاں ہی اس پردۂ غیبت کا باعث ہیں اور یہ سب کچھ ان کے کردار کا نتیجہ ہے انبیاءؑ ہوں یا آئمہ جب سب کا تقرر خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور یہ دین و دنیا دونوں کے بادشاہ ہوتے ہیں کسی کی رعیّت نہیں ہوتے اگر کہیں دنیوی ریاست و حکومت پر دوسرے لوگ قابض ہو جائیں تو اس سے ان کی نبوّت و امامت میں کوئی فرق نہیں آتا اسی طرح یہ حضرات حاضر ہوں یا غائب ہوں ہر حالت میں نبی و امام رہتے ہیں حضور و عدم حضور یا غیبت و ظہور سے شان نبوت و امامت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی انبیاءؑ کی بھی غیبتیں ہوئیں نبی تھے اور نبی رہے اسی طرح حضرت حجّت علیہ السلام ہر حال میں امام ہیں اور حضرت کا وجود مبارک تمام عالم کے لئے خدا کی رحمت و نعمت ہے۔

حضرت حجّت علیہ السلام اسی نور رسول اللہ کے حامل ہیں جس سے خطاب الٰہی ہوا تھا لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ۔ یعنی تم نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا پس عالم کی پیدائش جس پر موقوف ہے اسی پر عالم کا بقا موقوف ہے اگر یہ نہ ہو تو ساری دُنیا ختم ہو جائے اسی لئے تو اس نور کے حامل امام علیہ السلام موجود ہیں اور ہر قسم کی نعمتیں عام خلائق کے شامل حال ہیں آسمان سے بارش ہوتی ہے زمین سے دانہ اگتا ہے درختوں میں پھل آتے ہیں عقلوں میں سمجھنے کی قوت ہے آنکھوں میں بصارت ہے کانوں میں سماعت ہے زبان میں گویائی ہے اور ان انعامات الٰہیہ کا ذریعہ روئے زمین پر حجّت خدا کا وجود ہے جو رحمۃ للعالمین کے فرزند ہیں جن کی برکت سے دنیا باوجود ان بد کرداریوں کے جو سابقہ امتوں پر نزول عذاب کا باعث ہوتی رہی ہیں عذابوں سے

محفوظ ہے اور پہلے کے عالم گیر عذاب مسخ و خسف غرق و حرق یعنی صورتوں کا بدل جانا زمین میں دھنسنا پانی میں ڈوبنا آگ میں جلنا سب کے سب انہیں کے سبب سے رُکے ہوئے ہیں کیونکہ عذاب نازل نہ ہونے کے دو سبب قرآن میں بیان ہوئے ہیں یا رسول اللہ کی موجودگی یا بندوں کا استغفار، "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ پ ۹ ع ۱۸ یعنی اے رسول جب تک تم ان میں موجود ہو خدا ان پر عذاب نہ کرے گا اور نہ ایسی حالت میں عذاب نازل فرمائے گا کہ لوگ استغفار کرتے رہیں" پس اب نہ رسول اللہ تشریف فرما ہیں نہ سب بندے معافی کے خواہاں ہیں توبہ و استغفار مثل نہ ہونے کے ہے پھر عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا صرف اس لئے کہ وہ قائم مقام رسول ہمنام رسول موجود ہیں جو فرزند رسول ہیں وارث رسول ہیں جن کا فعل فعل رسول ہے جن کا وجود وجود رسول ہے جن کا نور نورِ رسول ہے اور وہ اسی نور مبارک کے حامل ہیں جو غایت خلقت عالم اور سبب بقاء عالم ہے یہی مطلب اس فرمان نبوی کا ہے اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَاءِ وَاَهْلُ بَيْتِىْ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ ۔ یعنی ستارے اہلِ آسمان کے لئے امان کا سبب ہیں اور میرے اہلبیتؑ زمین والوں کے واسطے باعث امن و امان ہیں۔ ستارے نہ ہوں تو آسمان والوں کے لئے مصیبت ہے اور میرے اہلبیتؑ میں سے کوئی نہ ہو تو زمین والوں کے لئے مصیبتیں ہیں۔ یہ بھی حضرت کا ارشاد ہے کہ اگر ایک ساعت بھی روئے زمین حجّت خدا سے خالی ہو جائے تو ساری زمین تباہ و برباد ہو جائے گی اور حجّت خدا نہ ہونے کی صورت میں زمین اس طرح موجیں مارے گی جس طرح سمندر موج زنی کرتا ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری نے رسول اللہ سے سوال کیا تھا کہ آیا زمانہ غیبت میں قائم آل محمدؐ سے دوستوں کو فائدہ پہنچے گا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اے جابر اس خدا کی قسم جس نے مجھ کو نبی بنا کر بھیجا ہے یقیناً ان کی غیبت میں وہ ان سے منتفع ہوں گے اور ان کے نور ولایت سے اسی طرح روشنی حاصل کریں گے جس طرح

لوگ آفتاب سے فائدے حاصل کرتے ہیں اگرچہ اس پر بادل چھایا ہوا ہو" یہ پیغمبر اسلام کا مختصر کلام ہے جس میں حضرت نے اپنے فرزند کو آفتاب سے تشبیہہ دی ہے اس پر جتنا بھی غور کیا جائے گا اتنا ہی آنکھوں میں نور دل میں سرور پیدا ہوگا جس طرح آفتاب سے دنیا روشن رہتی ہے وہ کائناتِ عالم کی زندگی کا ذریعہ ہے اس کی روشنی سے مخلوقات کے کام نکلتے ہیں ضروریات پوری ہوتی ہیں حاجات برآتی ہیں اسی طرح وجود عالم کی روشنی امام علیہ السلام سے ہے انہیں کے ذریعہ سے دنیا میں نور ہدایت قائم ہے وہی علوم و معارف کا وسیلہ ہیں ان کے توسل سے حاجت روائی ہوتی ہے بلاؤ مصیبت کے ایسے موقعوں پر کہ جب کوئی فریاد رس نہ ہو امیدوں کے دروازے ہر طرف سے بند ہو چکے ہوں مایوسی کا عالم ہو تو وہی بارگاہ الٰہی میں شفاعت کرتے ہیں اور ساری بلائیں دفع ہو جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جیسا مکان ہوتا ہے ویسی ہی اس میں روشنی پہنچتی ہے جتنی بھی حائل ہونے والی چیزیں کم ہوں گی اتنی ہی اس میں دھوپ آئے گی جتنے وسیع دروازے ہوں گے جتنے روشن دان ہوں گے اتنی ہی شعاعیں کمروں میں داخل ہوں گی اسی طرح انسان جس قدر علائق جسمانیہ سے منزہ اور معارف روحانیہ پر فائز ہو گا اسی قدر اس کا سینہ امام علیہ السلام کے انوار امامت کی روشنی سے منوّر ہوگا یہاں تک کہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو آسمان کے نیچے ہو اور چاروں طرف سے آفتاب کی راحت رساں روح افزا شعاعیں اس پر پڑ رہی ہوں،، پھر یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ایک بستی میں سورج نظر نہ آئے تو دوسری آبادی میں چھپا رہے بلکہ بیک وقت کسی شہر میں دھوپ ہوتی ہے کسی میں گھٹا ہوتی ہے کسی ملک میں دن ہے کسی میں رات ہے کہیں دھوپ میں مصلحت ہے۔ جب آفتاب صاف دکھائی دے رہا ہو تو تھوڑی سی دیر بھی آنکھیں کھول کر اس کی طرف نظر قائم نہیں رہتی اور ایسی صورت سے ہر شخص اس کی روشنی کا متحمل نہیں ہو سکتا بلکہ بعض اوقات ایسے عمل سے بینائی جاتی رہتی ہے اسی طرح یہ ایسا وقت ہے کہ اگر امام علیہ السلام ظاہر ہو جائیں تو بہت سے لوگ حضرت کو دیکھنے سے بالکل اندھے اور حق سے منحرف ہو سکتے ہیں کیونکہ ان

ہیں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے وہ کمزوریاں پیدا ہو چکی ہیں کہ حقیقت حق کے تحمل کی قوت باقی نہیں رہی حالانکہ وہ بظاہر اس زمانہ غیبت میں اسلام پر قائم ہیں اس وقت حضرت حجّت علیہ السلام کی مثال آفتاب کی مثال ہے جب کہ وہ بادل میں پوشیدہ ہو کر ایسی حالت میں بھی اس کی روشنی سے دنیا فائدے اٹھاتی ہے اگرچہ بے بصارت آدمی محروم رہتا ہے اسی طرح امام علیہ السلام کے فیوض سے ایمان کی بینائی والے مستفیض ہو رہے ہیں لیکن بے بصیرت لوگ محروم ہیں۔ اور یہ کہ باوجود ابر کے بھی بعض اہل نظر سورج کو اسی طرح دیکھ لیتے ہیں کہ یکایک ذرا بادل ہٹا اور ان کی نگاہ اس پر پڑ گئی مگر دوسروں کو دکھائی نہیں دیا آفتاب کے مقابل ابر کا حصّہ دفعتہً ہلکا ہوا اور تیز نظر لوگوں نے قرص آفتاب کو دیکھ لیا لیکن عام طور پر سب لوگوں کی نظریں اس پر نہ پڑ سکیں اسی طرح کچھ خوش قسمت لوگ موجودہ زمانہ غیبت میں بھی امام علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور ان کو شرف ملاقات ہو سکتا ہے۔

یہ خیال غلط ہے کہ اس زمانۂ غیبت میں امام زمان علیہ السلام کی کہیں حکومت نہیں ہے باطنی حکومت تو سارے عالم میں ہے جس سے کوئی خطہ خالی نہیں اور ظاہری سلطنت بھی قائم ہے وہ حصۂ ارض وہ آبادیاں وہ شہر جن تک دنیا والے حکمرانوں کا دسترس نہیں ہوا ان سب میں حضرت ہی کی حکومت ہے جہاں نیکی ہی نیکی ہے بدی و نافرمانی کا نام نہیں اور بڑی تعداد و مخلوق خدا کی حضرت کی سلطنت کے ظاہری فوائد سے بھی مستفید ہو رہی ہے " اس کے علاوہ دوسرے ملکوں کے رہنے والوں کی حیرانی و پریشانی کے مواقع پر حضرت امداد فرماتے ہیں بلکہ اس طرح بھی ہدایات ہو جاتی ہیں کہ جیسے انسان کا قلب جو اس کے اعضا و جوارح پر خدا کا بنایا ہوا حاکم ہے ہر ایک عضو کو شک و شبہ کے موقع پر اس صورت سے ہدایت کر دیتا ہے کہ دوسرے عضو کو خبر نہیں ہوتی۔ ان سب باتوں کا مفصل تذکرہ آگے چل کر حضرت کے قیام گاہ کے بیان اور ذکر واقعات ملاقات میں آئے گا۔

ایمان بالغیب و انتظار ظہور ضرور دشوار گزار منزل ہے مگر ایسی مبارک کہ جناب

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جن میں ایک شخص اجر وثواب میں تمہارے پچاس آدمیوں کے برابر ہوگا انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت ہم نے تو بدر واحد وحنین میں جہاد کیئے ہمارے تذکرے قرآن میں ہیں فرمایا کہ اگر ان کے جیسے مصائب وصعوبتیں نہیں پیش آئیں تو تم ان کی طرح صبر نہیں کر سکتے" جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ظہور کے منتظر رہنا کیونکہ خدا کے نزدیک بہترین عمل انتظار ظہور ہے اور ہمارے امر کا منتظر مثل اس شخص کی ہے جو راہ خدا میں شہید ہو اور اپنے خون میں لوٹے" اس طرح بہت سی احادیث میں منتظرین ظہور کے مدارج بیان ہوئے ہیں پھر اس کے بعد انتظار ظہور کے اجر وثواب کا کیا ٹھکانا ہے جبکہ رسولِ خدا کو قیامت کے فیصلوں کا انتظار ہے اور امام منتظر کے منتظر ہیں۔ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۵ پ۱۱ ع ۷۔

دسواں بیان ذکر طول عمر حضرت حجّت علیہ السّلام

اس بات کے سمجھنے کے بعد کہ خداوند عالم نے ہر زمانہ میں اپنی حجّت کا وجود واجب ولازم قرار دیا ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے موجودہ زمانہ کے امام علیہ السلام کے متعلق طول عمر وغیرہ کے شبہات وغیرہ محض شیطانی وسوسے ہیں جب خدا کے نزدیک مدت دراز سے امامت کو ایک ذات خاص میں منحصر رکھنا مصلحت ہے تو وہی اپنی قدرت سے طویل عمر بھی کرامت فرمائے گا جس میں بیجا خیالات کا پیدا ہونا خود شان الٰہی میں اور امام عصر علیہ السلام کی موجودگی میں شک وشبہ کے معنی ہے اس لئے اوّل بنیادی مسئلوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کی ضرورت ہے ورنہ حضرت کے سن وسال کے سلسلہ میں بات چیت بے کار ہے پھر بھی لمبی لمبی عمروں کی چند مثالیں پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

شیخ صدوق ابن بابویہ علیہ الرحمۃ و علّامہ مجلسی اعلی اللہ مقامہ اور دیگر حضرات علماء کی کتابوں میں طویل عمر لوگوں کی طویل فہرستیں موجود ہیں جن کے مفصّل حالات کتب تواریخ میں نقل کئے گئے ہیں یہ مسئلہ سمجھنے کے لئے تو صرف حضرت خضر کی ذات کافی ہے جن کے روئے زمین پر موجود ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ ذوالقرنین کو معلوم ہوا تھا کہ جو شخص چشمۂ آبِ حیات کا پانی پی لے اس کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک کہ صور کی آواز نہ سُنے یا خود موت کا خواہش مند نہ ہو ذوالقرنین تلاش میں نکلے بارہ برس کا سفر کیا ظلمات میں گشت کرتے رہے مگر چشمہ نہ ملا لیکن ان کے ہمراہی حضرت خضر کو مل گیا پانی بھی پیا غسل بھی کیا اور اب تک زندہ ہیں پس جب کہ قدرت نے آب حیات میں یہ اثر دیا ہے تو حضرت حجّت علیہ السلام کی طولانی حیات پر کیسے تعجّب ہو سکتا ہے۔ جو خدا کی طرف سے سارے عالم کی حیات اور وجود آب حیات کا باعث ہیں حضرت ادریسؑ حضرت الیاسؑ حضرت عیسٰیؑ اب تک زندہ ہیں جن کو خزانۂ غیبت سے روزی مل رہی ہے اصحاب کہف سو رہے ہیں زندہ ہیں ان کا کتّا تک بقید حیات ہے۔ دجال ابھی تک موجود ہے۔

حضرت آدمؑ کی عمر نو سو چھتیس سال حضرت شیثؑ نو سو بارہ سال حضرت نوحؑ ڈھائی ہزار برس سام بن نوحؑ کی چھ سو برس لقمان حکیم کی ایک ہزار برس لقمان بن عاد کی تین ہزار برس اوج بن عناق دشمن خدا تین ہزار چھ سو برس شداد کی نو سو برس عمر ہوئی اسی طرح سلاطین و بزرگان عجم میں بڑی لمبی عمروں والے ہوتے رہے۔ جمشید نے پانچ سو سال سلطنت کی ضحاک نے ایک ہزار برس کی فریدون عادل کی ایک ہزار سال سے زائد عمر ہوئی ژال کی چھ سو پانچ برس رستم کی چھ سو سال ہوئی عرب کے معمر لوگوں میں عمر بن عامر کی عمر آٹھ سو برس اس کے چاروں بیٹوں کی پانچ پانچ سو سال جلہمہ بن ادو بن زید کی پانچ سو برس اس کے بھتیجے کی بھی پانچ سو سال قیس بن ساعدہ کی چھ سو برس عبید بن سرید جرہمی کی ساڑھے تین سو سال عبد المسیح کی بھی اتنی ہی وغیرہ وغیرہ ان صورتوں سے یہ صحیح اندازہ ہو سکتا ہے کہ خدا کی مصلحت کے ماتحت باعتبار

قوت و طبیعت اور بلحاظ اوقات و مقامات کے مختلف مقدار کی عمریں ہوتی رہی ہیں اب اگرچہ اس زمانہ میں طول عمر کی وہ صورتیں نہیں ہیں جو پہلے زمانوں میں تھیں، نہ ہوں لیکن حضرت حجّت علیہ السّلام کی عمر کا طویل ہونا اور ۲۵۵ھ سے دنیا میں ذات اقدس کی موجودگی کو جو حامل نور الٰہی ہے بعید از عقل سمجھنا یا خلاف عقل کہنا بالکل غلط ہے کیونکہ اوّل تو کسی امر کا خلاف عادت وجود میں آنا خلافِ عقل نہیں ہوتا ہے موجودہ زمانہ میں برقی قوت کے کیسے کیسے حیرت انگیز کرشمے دنیا دیکھ رہی ہے جو کبھی خواب و خیال میں بھی نہ آتے تھے ماہرین فنون کی کیسی کیسی ایجادات نظروں کے سامنے ہیں جن کا تصوّر بھی نہ ہوتا تھا۔

حکما کے نزدیک انسان کی عمر طبعی ایک سو بیس سال سہی لیکن وہی یہ بھی کہتے ہیں کہ دیگر امور و عوارض کی وجہ سے ہر زمانہ میں اس مقدار میں کمی بیشی ہو سکتی ہے" اسلام کی تو یہ تعلیم ہے کہ نظم قدرت کسی وقت کسی امر میں مخلوق کے اقتضاء طبیعت و نظام فطرت کا پابند نہیں ہو سکتا اور اتباع شان الوہیت کے خلاف ہے پھر یہ کہ اس آخر زمانہ میں نئی نئی چیزوں کی پیداوار کے علاوہ پرانی باتیں بھی لوٹ کر آ رہی ہیں سابقہ امتوں میں کیسی کیسی طویل عمر والی شخصیتیں گزر چکی ہیں اس لئے اس امت میں بھی طویل عمر رہنما کا آنا ضروری تھا چنانچہ پیغمبر اسلام خود فرما گئے تھے بلکہ اس گھر کے بعض غلاموں اور مصاحبین کی عمریں بھی طویل ہوئی ہیں۔

نجم ثاقب میں ہے کہ شیخ بہاؤ الدین اعلیٰ اللہ مقامہ کے جد امجد شیخ شمس الدین محمّد بن علی جو صاحب کرامات عالم تھے انہوں نے عالم جلیل سیّد تاج الدین محمد بن معیہ حسنی سے جن کی عظمت شان و جلالت قدر میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا جن سے شہید اوّل نے اجازہ حاصل کیا تھا ماہ شعبان ۸۵۹ھ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ان کے والد جلال الدین قاسم بن حسین فرماتے تھے کہ ایک شخص معمر غوث سنبسی نام دو مرتبہ حلّہ میں وارد ہوئے ایک کبھی پہلے زمانہ میں اور دوسری دفعہ اس وقت آئے جبکہ میری عمر آٹھ سال کی تھی اور فقیہ اعظم مفید الدین بن جہم کے یہاں چند روز مہمان رہے ان کی زیارت کے

لئے لوگوں کی بہت زیادہ آمدورفت رہتی تھی میں بھی اپنے ماموں کے ساتھ گیا تھا دیکھا کہ وہ بلند قدوقامت کے آدمی ہیں ہاتھوں کی یہ حالت ہے کہ سوائے پوست واستخواں کے کچھ باقی نہیں وہ اپنے کو امام حسن عسکری علیہ السلام کے غلاموں میں سے ایک غلام بیان کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ وہ زمانہ ولادت حضرت حجّت علیہ السّلام میں موجود تھے محدث جلیل سید نعمت اللہ شرح کتاب غوالی اللیالی میں فرماتے ہیں کہ سید معتمد ہاشم بن حسین احسائی نے مدرسہ دار العلم شیراز میں یہ بیان کیا کہ میرے اُستاد معظم شیخ محمد ہر خوشی جو اکابر علماء عاملین وفقہاء کاملین میں بڑے محقق و مدقق تھے اور جن کا انتقال ۱۰۵۹ھ میں ہوا ہے کہتے تھے کہ میں جس زمانہ میں شام میں تھا تو ایک روز میرا گزر اس مسجد کی طرف ہوا جو آبادی سے دور ہے وہاں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا جو روشن رخسار سفید کپڑے پہنے بڑی اچھی ہیئت میں بیٹھے ہوئے تھے دیر تک میری ان سے بات چیت ہوتی رہی اور میں نے ان کو ایسا علم والا پایا جو بیان سے باہر ہے تب میں نے نام وغیرہ دریافت کیا انہوں نے کہا کہ میں معمر ابو الدنیا مصاحب امیر المومنین علیہ السلام ہوں میں جنگ صفین میں حضرت کی خدمت میں حاضر تھا میرے سر اور چہرہ پر جو نشان دیکھتے ہو یہ اس چوٹ کا اثر ہے جو حضرت کے گھوڑے کے پاؤں سے لگی تھی۔ میں نے ان سے روایت کتب اخبار کے اجازہ کی خواہش کی جس پر انہوں نے امیر المومنینؑ وجملہ آئمہ طاہرینؑ سے یہاں تک کہ حضرت حجّت علیہ السلام سے روایات کا مجھ کو اجازہ دیا۔ آقا نعمۃ اللہ جزائری فرماتے ہیں کہ شیخ ہر خوشی نے اس طریقہ کا اجازہ اپنے شاگرد سید احسائی کو دیا اور ان سے میں نے حاصل کیا ایسا اجازۂ عالیہ علماء ومحدثین متقدمین ومتاخرین میں سے آج تک کسی کو نہیں مل سکا۔ اس واقعہ کے علاوہ معمّر ابو الدنیا کی ملاقات کے بہت سے طویل واقعات مختلف مقامات پر مختلف زمانوں میں بکثرت نقل ہوئے ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ بلاد مغرب کے رہنے والے تھے جن سے مصر میں بھی لوگ ملے ہیں مکۂ معظمہ میں بھی دیکھے گئے ہیں پیغمبر اسلام کی زیارت سے تو مشرف نہ ہو سکے تھے مگر تینوں خلافتوں کے زمانے دیکھے تھے اور امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت

ہیں روز شہادت تک حاضر رہے امام حسن علیہ السلام کے ساتھ ساباط مدائن ہیں موجود تھے سفر کربلا میں جناب سید الشہداء کے ہمراہ تھے شہادت قسمت میں نہ تھی چلے آئے اور مغربی شہروں میں قیام اختیار کیا۔

پس ان دونوں معمّرین کی عمریں کتنی طویل ہوئیں قطع نظر اس کے کہ یہ کب پیدا ہوئے تھے اور کب تک زندہ رہے صرف واقعات مذکورۂ بالا کے اوقات کے لحاظ سے کم از کم غوث سنبسی کی عمر چھ سو سات سو سال کے درمیان اور ابوالدنیا کی عمر ایک ہزار سال سے زیادہ ہوئی ہے حالانکہ اس زمانہ میں بھی اتنی لمبی عمریں نہ ہوتی تھیں۔

حضرت خضرؑ و حضرت الیاسؑ جو ہزاروں برس پہلے سے دُنیا میں موجود ہیں ان کا یہ بقا اور عمر کی درازی اس کی غرض ان کی پیغمبری نہیں ہوسکتی جس کا آئندہ وہ اظہار فرمائیں نہ ان پر کوئی آسمانی کتاب نازل ہونے والی ہے جس کے انتظار میں ان کو زندہ رکھا گیا ہو نہ آگے چل کر ان کے پیش نظر کسی شریعت تازہ کی ترویج ہے نہ ان کے متعلق کسی ایسی پیشوائی کی خبر دی گئی ہے جس پر بندوں کے لئے ان کی اقتدا و اطاعت فرض ہو بلکہ ان کی زندگی کا فلسفہ یہ ہے کہ مخلوق خدا ان کے طول عمر کو دیکھتے ہوئے آخری حجّت خدا کی عمر طویل ہونے سے متعجّب نہ ہو اور حضرت کے وجود سے انکار نہ کرے اور اس حیثیت سے بھی بندوں پر حجّت الٰہیہ قائم ہو جائے۔ اسی طرح اس وقت حضرت عیسٰےؑ کے زندہ رہنے کی حکمت یہ ہے کہ ان کی تصدیق سے پیغمبر اسلام کی رسالت پر اہل کتاب ایمان لائیں اور ان کی زندگی سے حضرت حجّت علیہ السلام کی زندگی کا ثبوت ہو جائے کیونکہ خاتم الانبیاء کے بعد کسی کی نبوت و رسالت کا وقت نہیں رہا۔ حضرت عیسٰےؑ امام زمانہ کی متابعت کریں گے اور دعوت اسلام میں ان کے معین و مددگار ہوں گے اور چالیس برس رہ کر دنیا سے رحلت فرمائیں گے، وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ پ ۶ ع ۲

گیارھواں بیان ذکر وجود اولاد حضرت حجّت علیہ السّلام

حضرت حجّت علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں بعض صاحبان متحیّر رہتے ہیں جس کی وجہ

یہ ہے کہ بیشتر محافل و مجالس میں ایسی باتوں کا ذکر نہیں ہوتا اور خود فرصت نہیں کہ ان کتابوں کو دیکھیں جن میں اس قسم کے تذکرے ملتے ہیں بہت سی روایات میں اس قسم کے بیانات ملتے ہیں اور عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے کیونکہ علمی طور سے کسی امر پہ ہمارا مطلع نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا ہم کیا اور ہمارا علم کیا اگر ایک چیز ہمیں معلوم نہیں ہے تو اس سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا کہ اس شے کا وجود ہی نہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں ایک بات کی اطلاع نہ ہو لیکن دوسرے لوگ اس سے مطلع ہوں۔

بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت کے بالکل اہل و عیال نہ ہوں اور عقد ہی نہ فرمایا ہو اور جد امجد کا وہ طریقہ چھوڑے ہوئے ہوں جس پر چلنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور جس کے ترک پر کافی تہدید وارد ہے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باہم نکاح کرو نسل بڑھاؤ اس لئے کہ میں تمہاری کثرت سے یہاں تک کہ ساقط ہوئے بچہ پر قیامت کے دن دوسری امتوں کے مقابل فخر کروں گا۔ حضرت ہی کا ارشاد ہے کہ تمہارے مردہ لوگوں میں وہ مرد اور عورت بُرے ہیں جو بے نکاح رہے ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ دو رکعت نماز جو بیوی والا شخص پڑھتا ہے ان ستر رکعتوں سے افضل ہے جو بے زوجہ والا پڑھے ہر زمانہ کے امام علیہ السلام احکام اسلام کے سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں اور ان کے لئے کسی ایسے حکم سے کوئی وجہ استثناء نہیں ہو سکتی نکاح نہ کرنا خصائص امام علیہ السلام میں بھی شمار نہیں کیا گیا۔

مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار میں ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے جمال الاسبوع میں شیخ ابراہیم کفعمی علیہ الرحمۃ نے مصباح میں اور دیگر علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرات آئمہ طاہرینؑ پر اس صورت کے سلام و صلوات اور ایسی ادعیہ و زیارات نقل فرمائی ہیں جن میں حضرت حجّت علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ ساتھ آپکے متعلقین کے بالفاظ مختلفہ تذکرے ہیں کسی میں حضرت کی ذریّت پر سلام ہے کسی میں حضرت کی عترت طاہرہ پر سلام ہے کسی میں حضرت کے اہلبیت پر سلام ہے کہیں لفظ آل بیت ہے کہیں لفظ ولی عہد ہے کہیں لفظ

اولاد ہے ونیز بعض واقعات ملاقات میں بھی حضرت کے صاحبزادوں کے متعلق بیانات ہیں، ان تمام باتوں کے بعد حضرت کی ازواج واولاد کے وجود میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا یہ تفصیل معلوم نہیں کہ حضرت کے کتنے فرزند ہوئے یا اولاد کی کتنی تعداد ہے۔ جب حضرت پردۂ غیبت میں ہیں تو حضرت سے تعلق رکھنے والی بعض باتیں بھی پردے میں ہیں۔" صاحبزادوں کی آبادیاں اور ان کی حکومتوں کا تذکرہ آگے چل کر بیان واقعات ملاقات میں آئے گا۔

غرضکہ بیوی اور اولاد ہونے کی ایسی اہمیت ہے کہ خداوند عالم نے قرآن میں اپنے خاص بندوں کے واقعات بیان کرتے ہوئے اس وصف کا بھی ذکر فرمایا ہے، کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ہماری بارگاہ میں عرض کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا ان لوگوں کو بہشت میں ہمیشہ کے لئے بڑا بلند مقام ملے گا اور انہیں تحیہ وسلام ہوگا

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ پ ۱۹ ع ۴

بارھواں بیان ذکر قیام گاہ حضرت حجّت علیہ السّلام

حضرت حجّت علیہ السّلام کی قیام گاہ یا سلطنت ومملکت کے ذکر پر جزیرہ خضرا یا کچھ نامعلوم مقامات کے نام سُننے سے بعض لوگوں کے کان کھڑے ہونے لگتے ہیں اور اس بات کو بڑے تعجّب کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ ایسے روشنی کے زمانے میں جبکہ دُنیا کے اندر کیسے کیسے ذرائع تحقیقات مہیّا ہوچکے ہیں برّ و بحر کے سیّاحوں کو گوشہ گوشہ کی اطلاع ہے روئے زمین کا چپّہ چپّہ ان کی نگاہوں کے سامنے ہے مشرق ومغرب جنوب

وشمال زمین و آسمان ایک کر دیئے ہیں تمام دنیا کی آبادیاں پیش نظر ہیں صفحات عالم کے نقشے مرتب ہیں مگر نہ اس جزیرے کا پتہ ہے نہ ان آبادیوں کے نام ہیں جو حضرت کی مملکت یا سکونت سے منسوب کئے جاتے ہیں پھر ان روایات میں بھی اختلافات ہیں کسی میں اس مقام کا کچھ نام ہے کسی میں کچھ نام ہے اس لئے یہ باتیں عقل میں نہیں آتی ہیں"

اس سلسلہ میں اوّل یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ حضرت حجّت علیہ السلام کی قیام گاہ کا سوال ایک جزوی مسئلہ ہے اور اصل اصول حضرت کے وجود مبارک کا اقرار و اعتقاد ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر دوسری صحیح خبروں سے کسی شخص کی زندگی کا یقین ہوتا ہے تو اس کی جائے قیام کا پتہ معلوم نہ ہونے سے اس کی موجودگی کے یقین پر کوئی اثر نہیں پڑا کرتا پس جب حضرت حجّت علیہ السلام کے وجود مبارک کا یقین ہے لوازم حیات محل و مقام وغیرہ کا ہونا بھی یقینی ہے لیکن چونکہ حکم خدا سے حضرت کی غیبت ہے اس لئے قدرتی طور پر قیام گاہ بھی پوشیدہ ہے بلکہ جب حضرت موجود ہیں تو اہل وعیال کا ہونا بھی قرین عقل ہے اور غیبت کی اس طویل مدّت میں سلسلۂ اولاد کئی پشتوں کا ہو سکتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ کسی نہ کسی حصّۂ ارض پر جملہ حضرات کی ایسی آبادی ہو جہاں اطمینان کے ساتھ سب کے سب متعلقین تشریف فرما ہیں اور وہاں کسی غیر کا داخلہ نہ ہونے پائے جس کا پہنچنا فلسفۂ غیبت کے خلاف ہو۔

ابتدا میں حضرت کا مقام سامرے کا مکان رہا لیکن جس وقت حضرت کے تجسّس میں حکومت کی طرف سے خانہ تلاشی کا حکم ہوا تو آنے والے آئے حضرت مکان کے سرداب میں جس کو تہ خانہ کہا کرتے ہیں تشریف رکھتے تھے وہاں سے اعجازی شان کے ساتھ حضرت ان لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے" اس احترام کی نظر سے زائرین سرداب مقدس میں خداوند عالم سے دعائیں کرتے ہیں زیارتیں پڑھتے ہیں اور جن مقامات مخصوصہ پر غیبت صغرٰے میں حضرت کا قیام رہا ہے اس زمانہ کی قیام گاہ کو ناحیۂ مقدسہ کہا جاتا ہے جس سے نائبین و وکلاء مطلع رہتے اور وہاں حاضر خدمت ہوتے تھے اس کے بعد جب غیبت کبرٰی ہو گئی تو حضرت کی جائے قیام بھی سب پر مخفی ہے" حضرت

کے اذکار ہیں جن جگہوں کے نام آئے ہیں مثلاً کرعہ یا ذی طوبیٰ یا کوئی جنگل یا بہت سے شہروں کا کوئی جزیرہ یا جزیرۂ خضرا وغیرہ یہ سب کے سب اس زمانہ میں حضرت کے مقامات رہائش نہیں ہیں بلکہ کسی کا تعلق قرب ظہور کے وقت سے ہے کوئی مقام وقت خروج سے متعلق ہے کوئی صرف وقتی زیارت کا مقام تھا کوئی منزل سفر ہے کوئی منزل حضر ہے کسی میں حضرت کے فرزندوں کی حکومت کا ذکر ملتا ہے۔ پھر یہ بھی کہ تعدّد اسماء تعدّد مسمّٰی کو مستلزم نہیں ہے یعنی یہ لازم نہیں ہے کہ اگر کئی نام ہوں تو نام والے بھی کئی ہوں بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ چیز ایک ہوتی ہے مگر اس کے نام متعدد ہوتے ہیں۔ ان مقامات کے بیانات میں کوئی اختلافی صورت نہیں ہے اور ان کو کہیں حضرت کی جائے سکونت اس وقت کے لئے نہیں کہا گیا۔ رہے وہ مقامات جو وادی السلام و مسجد سہلہ وغیرہ میں حضرت سے منسوب ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ وہاں حضرت کے معجزات دیکھے گئے ہیں بہت سے لوگ حضرت کی زیارت سے وہاں مشرف ہوئے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔

جزیرۂ خضرا جس کا روایات میں ذکر ہے اور آگے چل کر واقعات ملاقات میں بیان ہوگا اس کا پتہ نہ لگنا کوئی غیر معقول بات نہیں ہے آج وہ دنیا والے جن کا یورپ کے محققین کی تحقیقات پر ایمان ہے جن کی دماغی کوششوں کا کلمہ پڑھا جاتا ہے جن کی معلومات پر یہ لوگ فریفتہ اور ان کی مادی قوت و طاقت سے ایسے مرعوب ہیں کہ علمی میدان میں ان کے سامنے سپر انداختہ ہو چکے ہیں اگر ان لوگوں کا خدا پر ایمان ہے تو ذرا دیکھیں کہ جزیرۂ گرین لینڈ جس کا شمالی حصّہ قطب شمالی سے قریب ہے اس میں داخل ہونے سے قابل حیرت ساز و سامان والے بڑے بڑے مدبرین کے قدم پیچھے ہٹے ہوئے ہیں وہاں پہنچنے سے عاجز و قاصر ہیں برف کے دریا کو عبور نہیں کر سکتے وہاں جا کر کوئی زندہ نہیں آسکتا سینکڑوں میل تک کوئی انسان و حیوان نظر نہیں آتا یہ سارا رقبہ برف کے پردوں میں ڈھکا رہتا ہے صحیح طور پر اندرونی حالات کی آج تک خبر نہیں حالانکہ ایک خاص قسم کی روشنی کبھی کبھی دکھائی دے جاتی ہے مگر سردی کی شدت برف باری کی کثرت کچھ نہیں ہونے دیتی اور برّ و بحر پر اقتدار والے اہل مملکت یہاں مجبور و ناچار ہیں اور

ان کے لئے بھی اس موقع پر قدرتی اسباب کا سمندر حائل ہو رہا ہے پھر کون سے تعجب کی بات ہے اگر عالم کے اندر گرین لینڈ سے بالاتر قدرتی پردوں میں زمین کا ایسا حصّہ بھی ہو جس کے حالات دنیا سے بالکل پوشیدہ ہوں اور خداوند عالم نے اس مقام کو سمندر کے قلعہ میں ایسا محفوظ رکھا ہو جس کا احساس ان دوربین نظروں کی قوت سے باہر ہو اور جہاں تک کہ رسائی کے لئے ہوائی و برقی جملہ آلات بھی ناکام رہیں گرین لینڈ کا ترجمہ اُردو میں سبز زمین ہے جہاں برف کا سفید دریا ہے اور یہی معنی جزیرۂ خضرا کے ہیں یعنی سبز جزیرہ اس سبز جزیرہ کو حضرت کے صاحبزادوں کی حکومت کا مقام کہا گیا ہے اس کا تعلق بھی بحر ابیض یعنی سفید دریا سے ہے گرین لینڈ کا سبزہ سال میں کچھ دنوں کے لئے چھوٹی چھوٹی جھاڑیوں پر مشتمل بتایا جاتا ہے لیکن جزیرۂ خضرا گلشن رسالت و گلزار امامت کا ہمیشہ پر بہار و بے خار سبزہ زار ہے جاڑے گرمی سے انسان طبعی متاثر ہوا کرتا ہے مگر روحی انسانوں پر یہ چیزیں اثر انداز نہیں ہوتیں، جزیرۂ خضرا کا نام حضرت کے متعلقین و مومنین و مخلصین کی آبادی کے سلسلہ میں مبہم طریقہ پر بتایا گیا ہے یہی فلسفہ غیبت کا مقتضیٰ تھا تاکہ مقام کا ذکر بھی ہو جائے اور پردہ بھی رہے دوستوں کے دل روشن ہوں اور اس ابہام سے دشمن حیران رہیں اور ان کو خضرا کے سبزے یا ابیض کی سفیدی کے سوا کچھ معلوم نہ ہو سکے کہ وہاں کتنے صحرا ہیں کتنے دریا ہیں کتنے پہاڑ ہیں کتنی آبادیاں ہیں اور کون کون شخصیتیں آباد ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ زمین و آسمان برّ و بحر کی وسعت کو خدا ہی جانتا ہے جو ان کا بنانے والا ہے دنیا والوں کو اس کا پورا علم نہیں ہو سکتا وہ لوگ جو عقل و حکمت کے فرمانروا سمجھے جاتے ہیں آج تک یہ بھی نہیں سمجھ سکے کہ ہم کس لئے پیدا ہوئے ہیں اور ہماری خلقت کی غرض و غایت کیا ہے اور ان کی عقلیں تو دنیا کی دولت و مملکت کی باتوں میں الجھ کر رہ گئی ہیں مادیّت کی تاریکی اور روحانیت کی روشنی میں زمین و آسمان کا فرق ہے خدا خدا ہے بندے بندے ہیں کہاں قوت الٰہیہ اور کہاں طاقت بشری اس کا اس کا کیا مقابلہ۔ کائنات عالم کی تفصیلات اور کل ارض و سماوات کے حالات رب العالمین

ہی خوب جانتا ہے یا وہ حضرات جانتے ہیں جن کو یہ باتیں اس نے تعلیم فرمائی ہیں اور انہوں نے دوسروں کو سمجھائی ہیں اس لئے ایسی آبادیاں جو حضرت حجت علیہ السلام سے منسوب ہیں ان کی خبریں بالکل قرین عقل ہیں اور جزیرۂ خضرا وغیرہ کو دنیا کے قابل فخر و ناز جغرافیائی معلومات والوں کا نہ دیکھنا بھی ٹھیک ہے اور خدا والوں کا دیکھنا بھی صحیح ہے۔

مسلّم معقولی مسئلہ ہے کہ عدم علم کو علم بالعدم لازم نہیں ہے یعنی کسی امر کے نہ معلوم ہونے سے اس کے نہ ہونے کا یقین نہیں ہو سکتا کچھ مقامات کو اہل تحقیقات کا نہ دیکھنا وجود مقامات کی نفی نہیں کر سکتا دنیا بھر کی سیر و سیاحت والے فضاء عالم میں پرواز کرنے والے اگر جزیرۂ خضرا وغیرہ کے حالات سے مطلع نہیں ہو سکتے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے قادر مطلق کے سامنے دنیا کی ساری مشینیں اور آلے بے کار ہیں قدرت کے آگے مملکتوں کو ہتھیار ڈالنے پڑتے ہیں حکیم برحق کی حکمت کے مقابل کسی کا فلسفہ و فن ہیئت کامیاب نہیں ہو سکتا تمام عالموں کی تمام مخلوق مل کر بھی حجاب قدرت کو نہیں ہٹا سکتی جو چیزیں اس نے پردے میں رکھی ہیں جب تک اس کی مصلحت ہے وہ پردے ہی میں رہیں گی لہٰذا اس وقت دنیا والوں کا جزیرۂ خضرا کو نہ دیکھنا اور مخصوص حصّۂ ارض کا ان کے علم میں نہ آنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا معجزہ خلاف عقل نہیں ہوتا بلکہ صرف عادت کے خلاف ایسی بات ہوا کرتی ہے جس کو وجود میں لانا اس وقت کے لوگوں کی طاقت بشری سے باہر ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کو پیغمبر اسلام کے یہ معجزات تسلیم ہیں کہ حضرت کعبہ و بیت المقدّس کی طرف رخ کئے ہوئے حجر اسود کے مقابل نماز میں مشغول ہیں مگر کسی کو نظر نہیں آتے یا حضرت ایک صحابی کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں جو دشمن تلاش میں تھے انہوں نے ان صحابی سے پوچھا کہ محمدؐ کہاں ہیں جواب دیا میں نے نہیں دیکھا یہ سُن کر وہ ڈھونڈنے والے واپس ہو گئے یا ہجرت کے موقع پر گھر کا محاصرہ ہے لیکن حضرت باہر آئے اور دشمنوں کے سامنے سے نکل کر تشریف لے گئے اور کسی نے نہ دیکھا گھر کے اندر بے خوف و خطر بڑے اطمینان سے تلواروں کے سایہ میں حضرت کی جگہ شیر خدا علی مرتضیٰ سو رہے نیچے بستر رسول اوپر چادر رسول یعنی جانشینی کا فریضہ ادا ہو رہا تھا بیان کیا جاتا ہے کہ جب

حضرت غار کے اندر پہنچے اور ہمراہی پریشان ہوئے تو حضرت نے اپنا پائے مبارک غار کی پشت پر مارا فوراً دروازہ نمودار ہوا اور ایک دریا دکھائی دینے لگا جس میں کشتی بھی تھی حضرت نے فرمایا کہ گھبراؤ مت اگر کفار یہاں داخل ہونے لگے تو ہم اس راستہ سے نکل جائیں گے،، پس جب خدا کی قدرت سے یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ذات آنکھوں کے سامنے ہوتے ہوئے نگاہوں سے پوشیدہ رہے یا خشکی میں دریا نظر آجائے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بہت سے پر رونق مقام ہزاروں لاکھوں آدمیوں سے آباد ہوں اور عام نظروں میں بالکل خالی دکھائی دیں یا بحر ذخار و میدان سبزہ زار نظر آئیں خداوند عالم ارشاد فرمارہا ہے،،

وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۙ پ ۱۵ ع ۵ یعنی اے رسول جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک گہرا پردہ ڈال دیتے ہیں،، مفسرین نے لکھا ہے کہ خدا نے اپنے رسول کو کافروں کے شر سے اس طرح محفوظ رکھا کہ حضرت قرأت و ذکر الٰہی میں معروف رہتے اور یہ لوگ آپ کے پاس سے گزر جاتے مگر حضرت پر کسی کی نظر نہ پڑتی،، جب قدرت نے اپنے رسول کی حفاظت کا ایسا انتظام کر دیا تھا تو نائب رسولؐ امامؑ کی حفاظت کے لئے اس انتظام پر حیرت نہ ہونی چاہیئے کہ ان کی جائے سکونت پر دنیا کی نظریں نہ پڑ سکیں اور جہاں حضرت کی اولاد آباد ہے اس طرف سے گزرنے والوں کے اور اس مقام کے درمیان ایسے ایسے حجاب حائل ہو جائیں کہ وہاں سوائے سمندر یا بیابان اور سبز میدان کے کچھ دکھائی نہ دے بالآخر باغ ارم قصر شدّاد کا قرآن میں ذکر ہے مگر نظر خلائق سے غائب ہے جس کے حالات علماء اسلام و مورخین نے نقل کئے ہیں حالانکہ صحرائے یمن میں اس کا وقوع بیان کیا جاتا ہے یہ وہ مہتم بالشان چیز تھی جس کی تعمیر سارے دنیا کے باشاہ خدائی کے دعویدار شدّاد نے کی تھی اور اپنے دادا کے نام پر اس کا نام ارم رکھا تھا اور پیغمبروں کی زبانی بہشت کے حالات سن کر اس کے مقابلہ میں یہ باغ تیار کیا گیا تھا جو دوسو برس میں مکمل ہوا اس کی چار دیواری کی انٹیں سونے چاندی کی تھیں شگافوں میں ہیرے موتی بھرے گئے

تھے اس میں ہزار محل تھے ہزار بالاخانے تھے ہزار ایوان تھے ہر مکان کے سامنے ایک ایسا درخت تھا جس کی ڈالیاں سونے کی پتے زبرجد کے خوشے موتیوں کے تھے لیکن، عمارت کی تکمیل کے بعد جب اس کے افتتاح کے لیئے شداد آیا تو ایک پاؤں اندر تھا اور ایک باہر تو اس کی روح قبض کر لی گئی اور اسی وقت سے یہ بے مثال بے نظیر مکان دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہے" اس کے علاوہ حد سکندر کا کہیں پتہ نہیں لگتا جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے جو دنیا بھر کے بادشاہ برگزیدۂ خدا سکندر ذوالقرنین نے تیار کی تھی اور وہ لوہے کی دیوار ہے جو قوم یاجوج و ماجوج کو حملہ سے روکے ہوئے ہے یہ لوگ حضرت یافثؑ بن نوحؑ کی اولاد سے لاکھوں کی تعداد میں دو گروہ ہیں یہ آبادی نظر سے مخفی ہے ان کا خروج بھی قیامت کی علامت ہے جب اس کا وقت آئے گا یہ دیوار گر جائے گی اور یاجوج ماجوج کے لیئے راستہ کھل جائے گا، اصحاب کہف والا غار بھی کسی کو نظر نہیں آتا حالانکہ ان چیزوں کے تذکرے قرآن میں موجود ہیں لیکن یہ مقامات اور آبادیاں تحقیقاتی دنیا کے سیاحوں کی نگاہوں سے غائب اور تمام قوتیں ان تک پہنچنے سے قاصر ہیں اور تاقیامت عاجز رہیں گی اسی طرح حضرت حجتؑ علیہ السلام کا مسکن عام نظروں سے مخفی ہے اور جب تک خدا کی مصلحت ہے مخفی رہے گا ظہور کا وقت آنے پر دیکھنے والے دیکھیں گے تو جنت کا نمونہ نظر آئے گا کہ وہاں ہر طرح کی نعمت اور بہت بڑی مملکت ہے حضرت خضرؑ حضرت الیاسؑ کو دنیا زندہ کہہ رہی ہے مگر کسی کو ان حضرات کے مقامات رہائش معلوم نہیں پھر بھی ان برگزیدگان خدا کی زندگی سے انکار نہیں ہے یہی صورت حضرت حجتؑ علیہ السلام کے مقام رہائش کی ہے۔ بکثرت اخبار اس مضمون کی وارد ہیں کہ روئے زمین پر مشرق و مغرب میں دو بڑی آبادیاں ہیں جن کو جابلسا و جابلقا کہتے ہیں وہاں کے تمام رہنے والے حضرت حجتؑ علیہ السلام کے انصار ہیں، حضرات آئمہ علیہم السلام معالم دین کی تعلیم کے لیئے اوقات معینہ میں ان مقامات پر پہنچتے رہے ہیں ان لوگوں کی عمریں طویل ہوتی ہیں اور ایسے قوی ہیں کہ اگر حملہ کریں تو دونوں طرف کے درمیان کی آبادی کو ختم کر دیں موجودہ لوہا ان کے جسم پر اثر نہیں کر سکتا ان کی

تلواریں دوسری قسم کی ہیں جن کی ضرب سے پہاڑ کے بھی ٹکڑے ہو جائیں یہ سب حضرت حجّت علیہ السلام کے ظہور پر جہاد میں شریک ہوں گے اور ان کے مقابلہ میں مخالفین کے تمام آلاتِ جنگ بے کار رہیں گے یہ ہر طرح کے ہتھیار والوں پر غالب ہوں گے ان لوگوں کے ایسے حالات ہیں لیکن ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں ہیں بہت بڑی آبادی ہے مگر ہماری آنکھوں سے وہ بالکل ہر طرح سے پوشیدہ ہے اسی طرح حضرت کی قیام گاہ بھی نظر نہیں آتی چونکہ روایات صحیحہ کی بنا پر تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جب حضرت حجت علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو دنیا بھر کے سارے وہ خزانے اور دفینے ظاہر ہو جائیں گے جو اس وقت خلائق کی نظروں سے مخفی ہیں اور تمام دنیا حضرت کے قبضہ واختیار میں آجائے گی اور کل جہان حضرت کے نور سے روشن ہو جائے گا اس وقت یہ سب کچھ خدا کی قدرت و رحمت سے ہوگا تو کون سے تعجّب کی بات ہے کہ خداوند عالم نے اس وقت بھی حضرت کو وہ قوت وطاقت کرامت فرمائی ہے کہ روئے زمین کے ایسے علاقے قبضہ میں ہیں جن سے دنیا کے صاحبان مملکت واقتدار خبردار نہیں انہیں میں حضرت کی قیام گاہ ہے کہ وہاں تک بغیر حکم کے کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی انہیں میں حضرت کے متعلقین کی رہائش ہے انہیں میں خدّام مومنین رہتے ہیں یہاں بڑی بڑی آبادیاں ہیں اور ایک ہی نہیں بلکہ بہت سے جزیرے ہیں جن کے نام بھی بعض موقعوں پر بتائے ہیں مبارکہ وزاہرہ ورائقہ وصافیہ وناعمہ وصالحیہ و نوریہ وبیضاویہ وخضرویہ وعقلمیہ وغیرہ ان سب میں اسوقت بھی حضرت کی عظیم الشان سلطنت ہے جس کے کچھ حالات بعض واقعات ملاقات میں بیان ہوں گے۔

خلاصہ یہ کہ جب اس وقت حضرت حجّت علیہ السلام کی غیبت ہے تو حضرت سے متعلق بعض دیگر امور مکان وغیرہ بھی عوام الناس کے لئے حجاب غیبت میں ہیں اور اس کا منشا کہ حضرت نظر خلائق سے غائب ہیں یہی ہے کہ حضرت کی رہائش دنیا والوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے "جس طرح اس زمانہ میں بعض خوش قسمت مومنین حضرت کی ملاقات سے مشرف ہو سکتے ہیں اسی طرح حضرت کی حیات طیبہ سے تعلق رکھنے والے دوسرے معاملات کی بھی اطلاع خاص لوگوں کو ہو سکتی ہے اور ایسی باتوں کو بعید از عقل سمجھنا ایمانی کمزوری کی دلیل ہے

اس ذات اقدس کی خصوصیت یہ معجزہ ہے کہ اگر کسی بے آب و گیاہ مقام پر بھی مع اپنے خواص کے قیام فرمائیں تو وہ سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے وہاں نہریں جاری ہونے لگتی ہیں اور جب حضرت وہاں سے تشریف لے جاتے تو وہ منزل اپنی پہلی صورت اختیار کر لیتی ہے جس معجز نما کی یہ شان ہو تو اس کی جائے سکونت اسکا دار السلطنت اس کے لوازم مملکت سب کے سب آیات الٰہیہ ہوں گے۔ پس یہ راز کی باتیں جو پردے کے اندر ہیں ان کو عقل ونقل دونوں کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے" وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُوْرًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّوْرٍ ۵ پ ۱۸ ع ۱۱۔

تیرھواں بیان ذکر ظہور حضرت حجّت علیہ السّلام

ضرورت ظہور

چونکہ سینکڑوں دلائل عقلیہ ونقلیہ سے حضرت حجت علیہ السّلام کی امامت ثابت اور موجودگی محقق ہے لیکن بمصالح الٰہیہ اس وقت حضرت کی غیبت ہے اور غائبانہ طور پر حضرت کے مبارک وجود سے سارا عالم مستفید ہو رہا ہے مگر احساس نہیں ہے آنکھوں پہ پردے پڑے ہوئے ہیں لہٰذا اس کے بعد ایک ایسے وقت کا آنا بھی بحکم الٰہی یقینی اور لازم وضروری ہے جس میں کھلّم کھلّا اس جمال جہاں آرا سے دنیا روشن و منوّر ہو حضرت کا ظہور پُرنور ہو جائے اور وہ سماں بھی سب کی آنکھیں دیکھ لیں جس کی پیشین گوئیاں ہزاروں برس پہلے سے ہوتی چلی آرہی ہیں دنیا میں شاید ہی کوئی مذہب ایسا ہو جو کسی آنے والے کا انتظار نہ کر رہا ہو۔

جب حضرت کی ذات اقدس سے تمام انبیاؑ و اولیاء کی خدمات کا آخری نتیجہ وابستہ ہے اور خلافت الٰہیہ کا سلسلہ حضرت پر ختم ہے اور یہی آخری حجّت خدا ہیں تو خداوند عالم آپ ہی کے واسطے ایسے اسباب سلطنت مہیا فرمائے گا کہ سارا عالم مسخّر ہو جائے گا کوئی آبادی ایسی باقی نہ رہے گی جہاں سے کلمہ طیّبہ کی آوازیں بلند نہ ہوں یہی اس وعدہ وفائی کا

وقت ہوگا جس کا آیۂ استخلاف میں ذکر ہے "وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۵ پ ۱۸ ع ۱۳ -

یعنی تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان سے خدا نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں روئے زمین پر ضرور خلیفہ بنائے گا جس طرح ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کو فرو داس دین پر پوری قدرت دے گا جو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا کہ وہ میری عبادت کریں اور کسی کو میرا شریک نہ بنائیں اور جو شخص بھی اس کے بعد ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ بدکار ہیں، اس آیت میں علاوہ اس کے کہ خداوند عالم نے واضح الفاظ کے ساتھ یہ فرمادیا ہے کہ وہی خلیفہ مقرر فرماتا ہے یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جو وعدے اس نے فرمائے ہیں وہ اب تک پورے نہیں ہوئے اور کوئی وقت اسلام کے لئے ایسا نہیں آیا جس میں صاحبان ایمان اور اعمال صالحہ والے بندگان خدا کی حکومت روئے زمین پر رہی ہو اور خدا کے پسندیدہ دین کے لئے ان کو پوری قدرت حاصل ہوئی ہو اور خوف امن سے بدل گیا ہو بلکہ ان تینوں وعدوں کے پورا ہونے کا وقت آنے والا ہے یہ وہی وقت ہے جب آخری حجّت خدا کا ظہور ہوگا جس کا انتظار کرنا چاہیئے۔" قُلِ انْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ پ ۸ ع ۷

علاماتِ ظہور

یہ سوال کہ حضرت حجّت علیہ السلام کا ظہور کب ہوگا اس کو تو خدا ہی جانتا ہے مگر موجودہ زمانہ کے حالات بتاتے ہیں کہ وہ وقت قریب ہے جس کے متعلق سینکڑوں برس پہلے پیشین گوئیاں ہو چکی ہیں یہ اسلام اور پیغمبر اسلام کی سچائی ہے کہ رسول و اہلبیت رسول نے جو خبریں دی ہیں اور آخر زمانہ کی علامتیں بیان فرمائی ہیں وہ رفتہ رفتہ سامنے آرہی ہیں اگرچہ ظہور

مبارک کے لئے ان میں کچھ باتیں حتمی ہیں مگر سب ایسی نہیں ہیں واقعات کے اوقات مصالح الٰہیہ سے بدل سکتے ہیں اور بدلتے رہے ہیں بحکم الٰہی ہر چیز میں تبدیلی ہو سکتی ہے نظام عالم تابع قضا و قدر ہے خالق کائنات قادر مطلق ہے مختار کل ہے جس وقت جو چاہے کرے چاہے نہ کرے یہی مطلب ان احادیث کا ہے جو عمر کی کمی بیشی کے سلسلہ میں وارد ہیں۔

اخبار کا خلاصہ یہ ہے کہ قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ ہدایت عالم کے لئے اس وقت ظاہر ہوں گے جب دنیا میں عظیم انقلابات رونما ہوں گے دنیا میں بے دینی پھیل جائے گی دین دنیا سے بیچا جائے گا. خواہش نفس کی پیروی ہوگی، نماز کی طرف توجہ نہ رہے گی. حج تجارت اور دکھاوے کے لئے ہوگا، خمس و زکوٰۃ متروک ہو جائیں گے مسجدوں میں آرائش ہونے لگے گی ان کے منارے بلند بنائے جائیں گے. وہاں لوگ صف بستہ ایک دوسرے سے قریب ہوں گے ظاہری اجتماع ہوگا مگر باطنی افتراق رہے گا دل بھیڑیوں کے جیسے ہوں گے راہ خیر بند ہو جائے گی شر کے دروازے کھل جائیں گے۔ حرام حلال ہونے لگے گا لوگ حق کا راستہ بھول جائیں گے. فسق و فجور بڑھ جائے گا۔ علانیہ بدکاریاں ہوں گی۔

علماء و محدثین ذلیل و حقیر سمجھے جائیں گے۔ واعظوں کا قول و فعل یکساں نہ رہے گا۔ کتاب و سنت معطل ہو جائیں گے۔ قاریان قرآن فاسق و فاجر ہوں گے، اہل باطل اہل حق پر غالب آئیں گے۔ مومنین تنگی میں فاسقین عیش میں ہوں گے اولاد نافرمان اور ماں باپ کے مرنے سے خوش ہوگی۔ چھوٹے بڑوں کا وقار نہ کریں گے۔ بڑوں کی چھوٹوں پر مہربانی نہ رہے گی۔ پڑوسی سے پڑوسی کو اذیت ہوگی سچے جھوٹے اور جھوٹے سچے سمجھے جائیں گے امین خائن اور خائن امین سمجھا جائے گا۔ وعدہ خلافی اور عہد شکنی ہونے لگے گی غیبت عیب نہ رہے گی۔

شراب خوری و سود خوری بڑھ جائے گی شراب کھلم کھلا فروخت ہوگی خونریزی پھیلے گی کسی کو مار ڈالنا معمولی بات ہو جائے گی۔ چوریوں کی زیادتی ہوگی یہاں تک کہ قبریں کھود کھود کر مُردوں کے کفن نکالے جائیں گے۔ لہو و لعب کے جلسے ہوں گے۔ گانے بجانے کی محفلیں ہوں گی کوچہ بازار گلی در گلی گانا ہوگا جس کی کوئی روک ٹوک نہ ہوگی حرم خدا

ورسول میں ساز و تنبور کے ناشائشتہ اعمال برملا ہونے لگیں گے۔

زناکاری کی زیادتی ہوگی۔ مرد عورتوں کی کمائی کھائیں گے۔ قرمساقی کا زور ہوگا۔ بیویاں شوہروں پر مسلّط ہوں گی۔ بے حیائی کی یہ حالت ہوگی کہ مقاربت پردے میں نہ رہے گی بلکہ دوسرے حیوانوں کی طرح سڑکوں پر یہ عمل ہونے لگے گا۔ عورتوں کا پردہ اُٹھ جائے گا، مثل مردوں کے عورتوں کے بھی جلسے ہونے لگیں گے۔ مرد اپنے لئے عورتوں کی صورت اختیار کریں گے عورتیں مردوں کی شبیہہ ہوں گی۔ عورتیں مردانہ لباس پہنیں گی عورتیں گھوڑوں پر سوار ہوں گی۔ مرد مردوں پر اکتفا کریں گے۔ عورتیں عورتوں پر اکتفا کریں گی۔ شوہروں کے ناجائز تعلقات جن مردوں سے ہوں گے ان سے ساز باز بیویوں کا ہوگا۔

جور و ظلم بڑھ جائے گا۔ امراء وزراء ظالم ہوں گے۔ سچی شہادت رد کردی جائے گی رعایا میں سرکشی ہوگی۔ جان و مال کا نقصان ہوگا۔ ہر چیز کی گرانی ہوگی۔ وبائی امراض ہوں گے۔ موتوں کی کثرت ہوگی۔ درخت کم پھولے پھلیں گے۔ کھیتیاں کم بڑھیں گی۔ میووں میں برکت نہ رہے گی۔ حلال روزی حاصل کرنے پر مذمّت اور حرام کمائی پر مدح ہوگی فقیروں کو دینا رحم وکرم کی بنا پر نہ ہوگا بلکہ مسخراپن کیا جائے گا۔ ہر سال تازہ بدعت نمودار ہوگی۔ انسانوں کی آنکھیں خشک ہو جائیں گی لوگوں کے لئے ذکر خدا سنگین ہوگا۔

رکن و مقام کے درمیان آل محمدؐ میں سے ایک جوان نفس زکیہؑ قتل کئے جائیں گے شام سے سفیانی اور یمن سے یمانی لشکر کثیر کے ساتھ نکلیں گے۔ ہزاروں آدمی قتل ہوں گے سینکڑوں عورتوں کی فضیحت ہوگی۔ لشکر سفیانی کے آدمی اطراف کوفہ کو تباہ کریں گے مدینہ میں تین شبانہ روز لوٹ مار ہوگی۔ جب مکّہ کی طرف چلیں گے اور ارض بیدا پر پہنچیں گے آخر کار حکم الٰہی سے سب زمین میں دھنس جائیں گے سارا لشکر ختم ہو جائے گا۔ دجّال نکلے گا جو درحقیقت ایک بلا و فتنہ ہے جیسے کہ قوم موسٰے کے لئے گوسالہ اسی وجہ سے پیغمبر اسلام ہی نہیں بلکہ ہر پیغمبر اس فتنہ سے مخلوق خدا کو ڈراتا رہا ہے مگر ابھی وہ پیش نہیں آیا اور خداوند عالم نے تاخیر فرمائی ہے دنیا کے ابتلا و امتحان کے لئے شیطان کی طرح خلاق عالم نے اس کو بھی ڈھیل دے دی ہے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ دجّال کا نام صائد بن صید ہے وہ

ایک جزیرے میں مقید ہے یہ بدترین خلائق بشر اصفہان موضع یہودیہ سے برآمد ہوگا داہنی آنکھ ندارد بائیں خونی پارچہ کی طرح پیشانی پر اور گدھے پر سوار آگے آگے دھوئیں کا پہاڑ پیچھے کوہ سفید جس کو قحط کے زمانہ میں لوگ روٹیوں کا پہاڑ سمجھیں گے جس چشمہ یا جس کوئیں پر پہنچے گا وہ خشک ہو جائے گا خدائی کا دعوئے کرتا ہوگا اس کے یار و مددگار ولدالحرام ہوں گے جن کے سروں پر سبز ٹوپیاں ہوں گی اس کے تابعین زیادہ یہودی اور عرب کی جنگلی عورتیں مرد ہوں گے حضرت صاحب العصر علیہ السلام یا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے شام میں درّۂ عقبہ پر مارا جائے گا۔

نبوّت کا جھوٹا دعوئے کرنے والے تقریباً ساٹھ آمیوں کا گزرنا، ۱۵ ر ماہ رمضان کو سورج گہن۔ دمدار ستارہ کا مشرق سے طلوع، مسجد براثا کی بربادی، دیوار مسجد کوفہ کا انہدام جانب غرب سے ایک لشکر کا اٹھنا اور سمت شرق سے اس کا مقابلہ، مشرق سے عالمگیر فتنہ کا اس طرح بلند ہونا کہ جیسے کتّا پیشاب کرتے وقت اپنی ٹانگ اونچی کیا کرتا ہے، مغرب کی جانب بڑی آگ کا بھڑکنا، خراسان کی طرف سے سیاہ جھنڈوں کا بلند ہونا، عجم کی دو جماعتوں میں جدال وقتال، ترکوں کا بعض جزیروں میں فرد کش ہونا، اہل مصر کا اپنے امیر کو قتل کرنا، مصر میں ایک مغربی شخص کا ظاہر ہونا اور شام کے شہروں پر اس کی حکومت۔ شام کی خرابی عراق میں بدامنی" بغداد میں اول روز سیاہ آندھیوں کا آنا پھر زلزلہ سے بہت سی عمارتوں کا منہدم ہونا، ٹڈیوں کا ہجوم، کھیتوں کی تباہی۔ یہ سب صورتیں قرب قیامت کی علامات ہیں پس ایسے خوفناک دور میں اور ایسی گمراہی کے زمانہ میں اس رہنما کا ظہور ہوگا جو سارے جہان کے لئے ہدایت و رحمت ہے تاکہ دنیا کو امن و امان کا پیغام پہنچائے اور مادہ پرستی کے طوفان عظیم میں سفینۂ عالم کی ناخدائی کرے" صفحۂ عالم ظلمت کفر و معصیت سے پاک ہو اور ہر ہر حصّہ ارض نور ایمان سے جگمگا اُٹھے۔

یہ قیامت کی ایک روشن دلیل ہے اور یہی صراط مستقیم ہے۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ٥ پ ۲۵ ع ۱۲ -

واقعات وقتِ ظہور

مذکورہ بالا علامات کے بعد جب حضرت حجّت علیہ السّلام کے ظہور پرنور کا وقت آئے گا تو حسب روایات حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ندائے آسمانی بلند ہوگی جس سے تمام عالم متنبہ ہو جائے گا ہر شخص اپنی اپنی زبان میں اس آواز کو سُنے گا سوتے ہوئے لوگ اٹھ بیٹھیں گے بیٹھے ہوئے آدمی کھڑے ہو جائیں گے کھڑے ہونے والے بیٹھ جائیں گے، حضرت مکّہ معظمہ میں ظاہر ہوں گے حضرت کے اعضاء وجوارح پر بوڑھاپے کے آثار مطلق نمایاں نہ ہوں گے بلکہ تیس چالیس سالہ جوان کی شکل ہوگی، سر پر سفید ابر کا سایہ ہوگا پیراہن رسول بر میں اور ذوالفقار حیدری کمر میں ہوگی" علاوہ پیغمبر اسلام کی اس زرہ کے جو ہر امام کے جسم پر پوری اتری ہے اور امامت کی علامت بنی رہی ہے دوسری زرہ بھی حضرت کے مبارک قد پر ٹھیک ہوگی" رسول اللہ کا وہ علم حضرت کے ساتھ ہوگا جو سوائے جنگ بدر اور جنگ جمل کے کہیں نہیں لہرایا گیا" مکّہ سے واپسی کے بعد دارالسلطنت کوفہ ہوگا۔ جو سال بھی ہو کسی طاق سال میں محرّم کی دسویں تاریخ روز جمعہ حضرت کھڑے ہوں گے" حضرت عیسٰے کا نزول ہوگا وہ حضرت کے پیچھے نماز پڑھیں گے" حضرت کے تین سو تیرہ اصحاب بتعداد اصحاب بدر جمع ہو جائیں گے خدا کی شان یہ صاحبان اپنے اپنے دور دراز مقامات سے رات کو چلیں گے اور صبح مکّہ میں ہوں گے تلواریں حمائل کئے ہوئے ہوں گے جن پر کلمہ طیبہ لکھا ہوگا بروایت مقدس اردبیلی قدس اللہ سرّہ ان تین سو تیرہ ابتدائی با اخلاص حضرات میں سے چار پیغمبر حضرت عیسٰے حضرت ادریسؑ حضرت خضرؑ حضرت الیاسؑ ہوں گے چار صاحبان اولاد امام حسنؑ سے بارہ اولاد امام حسینؑ سے چار اولاد حضرت عقیل سے چار بنی تمیم سے تین بنی عروہ سے تین بنی حبّہ سے دو بنی اسد سے،، چار نفر مکّہ سے چار بیت المقدس سے چار خراسان سے چار کرمان سے چار جرجان سے چار نیشاپور سے چار واسط سے چار رے سے پانچ کوہپایۂ رے سے چار مصر سے چار خوار سے چار کوس سے،، تین آذر بائیجان سے تین دامغان سے تین موالیہ سے تین مروہ سے تین غزنین سے تین ماوراءالنہر سے تین حبش سے تین حلب سے سات طوس سے سات شیراز سے سات بغداد سے سات بصرہ سے چھ نواحی

بصرہ سے سات کوہستان سے بارہ یمن سے بارہ شام سے بارہ سبزوار سے بارہ قسم سے بارہ کوفہ سے دو طبرستان سے ایک اصفہان سے ایک مکران سے پانچ ہندوستان سے ہوں گے جس کا ایک حصّہ اب پاکستان کے نام سے موسوم ہے خداوند عالم ان سب کو بیک وقت ایک جگہ جمع فرمادے گا اَیْنَ مَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہ پ ۲ ع ۲-

حالات بعد ظہور

احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حجت علیہ السلام کے خروج کے بعد ظلم وجور سے بھری ہوئی زمین عدل وداد سے پر ہو جائے گی" تمام خزانے اور دفینے خودبخود زمین سے باہر آ جائیں گے زمین وآسمان کی نعمتوں کی ایسی فراوانی ہوگی جو پہلے کبھی نہ ہوئی تھی" آسمان سے بارانِ رحمت وبرکات کا نزول ہوگا" زمین سے پیداوار کی کثرت ہوگی اور ایسی سرسبزی وشادابی کہ اگر کوئی عورت بھی پا پیادہ عراق سے شام تک کا سفر کرے تو اس کا ہر قدم سبزے پر پڑے گا" ساری زمین کفر وشرک سے پاک ہوگی" درختوں کے پھل دگنے ہوجائیں گے وحشی جانور آدمیوں میں پھرتے نظر آئیں گے نہ ان کو ان سے وحشت ہوگی نہ انہیں ان سے اذیت ہوگی، باہم حیوانات کی عداوت اٹھ جائے گی بکری بھیڑیا گائے اور شیر ایک گھاٹ پانی پیئیں گے ہر حیوان دوسرے حیوان سے محفوظ رہے گا دریاؤں میں مچھلیاں آشیانوں میں پرندے اپنے انڈوں بچوّں سے بے پروا ہوں گے، زہریلے جانوروں کے زہر زائل ہو جائیں گے، ایسا امن وامان ہوگا کہ کسی کو کسی سے ضرر نہ پہنچے گا ہر طرح خیر کا وجود ہوگا اور شر بالکل مفقود ہو جائے گا لوگوں میں علم وحکمت کی کثرت ہوگی، اخلاص ویقین زہد وتقویٰ صداقت وعبادت عادت بن جائیں گے بغض وحسد کینہ وعداوت طبیعتوں سے دور ہو جائیں گے مساوات کا دور ہوگا، برتری کا دعوےٰ نہ رہے گا بڑوں کی چھوٹوں پر مرحمت ہوگی چھوٹے بڑوں کا احترام کریں گے نماز وقت پر پڑھی جائے گی زکوٰۃ وقت پر ادا ہوگی حضرت کے اعوان انصار میں ہر ایک کی قوت چالیس آدمیوں کے برابر ہوگی ان کے دل لوہے کی طرح مضبوط ہوں گے وہ جسمانی آفت وبلا سے محفوظ رہیں گے" حضرت کے اصحاب میں خلاف عادت ایسی

قوت بصارت وسماعت ہوگی کہ بغیر کسی آلہ کے مشرق سے مغرب میں مغرب سے مشرق میں بھائی بھائی کو دیکھے گا میلوں کی مسافت سے گفتگو کر سکیں گے، ان صاحبان کی عمریں طویل ہوں گی۔ حضرت کے لشکر میں آدمیوں کی کثیر تعداد کے علاوہ ملائکہ وجن کا لشکر بھی ہوگا جملہ امور میں علم امامت سے احکام جاری ہوں گے۔ کسی معاملہ میں گواہوں کی ضرورت نہ ہوگی تعلیم قرآن اس ترتیب سے ہوگی جس طرح وہ نازل ہوا تھا اس میں مدنی سورے مکی سوروں سے اول نہ ہوں گے مکی آیات مدنی آیتوں میں مخلوط نہ ہوں گی اس وقت علم شریعت کی یہ صورت ہوگی کہ گھروں میں عورتیں خدا کی کتاب اور سنت رسول کے مطابق" احکام جاری کریں گی حضرت کی سلطنت زمانہ رجعت تک رہے گی اور مدت کا خداوند عالم ہی خوب عالم ہے اگرچہ اس کی خبر دی گئی ہے مگر روایات میں اختلاف ہے اور بظاہر یہ اختلافات مختلف تعبیرات کی بنا پر ہیں کسی میں ہمارے اس زمانے کے حساب سے مقدار بیان کی گئی ہے کسی میں اس زمانہ کے شب و روز کا حساب ہے کہیں ایک حیثیت کا لحاظ ہے کہیں دوسری حیثیت ملحوظ ہے کیونکہ موجودہ زمانہ سے وہ آئندہ زمانہ ایسا مختلف ہوگا کہ اس وقت کا ایک دن اس وقت کے دس دنوں کے برابر ہوگا اس بنا پر ستّر برس بھی بیان کیئے گئے ہیں اور سات سال کا بھی ذکر ہے اس کے علاوہ دیگر حیثیتوں سے بھی تذکرے ہیں حضرت کا ظہور تو قرب قیامت کی علامت ہے اس لئے قیامت کے قریب رات دن کے اس تغیّر و تبدّل پر تعجّب نہ ہونا چاہیئے قرآن میں روز قیامت کی مقدار ہزار برس کی بیان ہوئی ہے جس میں آسمان وزمین کے خالق آفتاب و ماہتاب کے پیدا کرنے والے دن کو دن رات کو رات بنانے والے کے لئے زمانہ کی رفتار میں تبدیلی ہر طرح ممکن ہے شق القمر کا معجزہ ہو چکا ہے سورج غروب ہو کر پلٹ چکا ہے روز قیامت تو صورت فلکیہ وارضیہ ایسی بدلے گی کہ زمین اور ہوگی آسمان اور ہوگا رات اور ہوگی دن اور ہوگا، یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہ پ ۱۳ ع ۱۹۔

رجعت

حضرت حجّت علیہ السلام کے ظہور پر نور کے بعد حضرت معصومین علیہم السلام پھر دنیا میں

تشریف لائیں گے بلکہ ہر طبقہ سے بہترین خالص نیک کردار اور بدترین محض بدکار قیامت سے قبل زندہ کئے جائیں گے تاکہ خدا ورسول واہلبیت رسول کے سچے دوست اور پکے دشمن ثواب وعذاب آخرت سے پہلے اپنے اپنے اعمال کا کچھ نتیجہ دنیا میں دیکھ لیں اسی واپسی اور دوبارہ دنیا میں آنے کا نام رجعت ہے جس پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے" تین روز ایامُ اللہ ہیں ایک یوم قیام قائم دوسرا یوم رجعت تیسرا یوم قیامت ان سب کی تہ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار ہر مومن کے لئے لازم ہے زیارت یَا وَارِث میں جس کو مومنین معمولاً پڑھا کرتے ہیں اسی کی شہادت کے متعلق یہ الفاظ ہیں" وَاُشْهِدُ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَنْبِيَآءَهٗ وَرُسُلَهٗ اَنِّیْ بِكُمْ مُؤْمِنٌ وَبِاِيَابِكُمْ مُوْقِنٌ - یعنی خدا کو اور اس کے ملائکہ کو اور اس کے انبیاءؑ اور اس کے رسولوں کو گواہ کرتا ہوں کہ آپ سب حضرات پر میرا ایمان ہے اور آپ کی رجعت کا یقین رکھتا ہوں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم و امیرالمومنین علیہ السلام وسیدالشہدا صلوات اللہ علیہ کی رجعت مواترات سے ہے سیدہؑ عالم ودیگر آئمہ علیہم السّلام کی تشریف آوری بھی روایات صحیحہ میں ہے۔ اس آخر زمانہ میں یہی حضرات روئے زمین کے مالک وحاکم ہوں گے اگر سب حضرات بیک وقت جمع ہو جائیں تو ایک بزرگوار کی حکومت سب کی حکومت ہوگی نماز میں جس کو آگے بڑھائیں وہی مقدّم رہیگا البتہ رسول خدا اور امیرالمومنینؑ سے کوئی مقدم نہیں ہوسکتا"

زمانہ رجعت میں واپس آنے والوں کی تھوڑی سی تعداد ہوگی جو قیامت صغریٰ ہے لیکن قیامت کبریٰ میں سارا عالم زندہ کیا جائے گا اور کوئی باقی نہ رہے گا۔ رجعت میں سب مظلومین وظالمین اور مقتولین وقاتلین واپس آئیں گے جس ظالم نے جیسا ظلم کیا ہوگا ویسا ہی بدلا لیا جائے گا اور عذاب آخرت اس کے علاوہ ہے" مومنین کی رحلتیں ہوں گی جس کے بعد قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے اور دشمنانِ دین معذب ہوں گے مرتے رہیں گے پھر روز قیامت پیشی ہوگی زمانہ رجعت میں ہزارہا ملائکہ وجن کا لشکر ہوگا تمام شیاطین کی جماعت بھی ہوگی ابلیس مع اپنے ساتھیوں کے آئے گا ان شیطانوں سے ایسا معرکہ جدال وقتال ہوگا کہ اوّل روز خلقت سے کبھی پیش نہیں آیا نتیجہ میں ابلیس اور اس کے جملہ تابعین ہلاک ہوں گے۔"

سب سے اول جناب سید الشہداؑء کی رجعت ہوگی جملہ شہداء کربلا ساتھ ہوں گے بلکہ بارہ ہزار مومنین کی جماعت ہمراہ ہوگی قاتلان سیّد الشہداؑ سب کے سب زندہ کئے جائیں گے بارھویں امام علیہ السلام اپنے جدِ بزرگوار اور ان کے اعوان و انصار کے خون کا انتقام لیں گے اور اپنے ہاتھ سے ان ظالموں کو قتل کریں گے" پھر امیر المومنین علیہ السّلام تشریف لائیں گے حضرت کی سب اولاد جمع ہوگی بعد ازاں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مع شہداء، مہاجرین وانصار ظہور فرمائیں گے وہ لوگ بھی حاضر کئے جائیں گے جنھوں نے حضرت کی تکذیب اور حضرت کے احکام و ہدایات سے روگردانی کی تھی اسی طرح سیّدۂ عالم اور باقی آئمہ طاہرینؑ کی واپسی ہوگی ان حضرات پر ظلم کرنے والے بھی ہوں گے اور یہ حضرات اپنی اپنی مصیبتیں بارگاہِ رسالت میں بیان فرمائیں گے ان حضرات کی تشریف آوری کا منظر بڑا قیامت خیز ہوگا۔ امیر المومنین علیہ السلام سیّدۂ عالم صلوات اللہ علیہا امام حسن علیہ السلام کی شکایات کے بعد جناب سید الشہداؑ اپنے مصائب بیان کریں گے جس پر نانا اپنے نواسے کو گلے لگا کر اس طرح روئیں گے کہ تمام اہل زمین و آسمان میں کہرام ہو جائے گا سیّدۂ عالم کا گریہ ایسا دردناک ہوگا کہ زمین متزلزل ہو جائے گی جب بارھویں امام علیہ السلام وفات پائیں گے تو جناب سیّد الشہداؑ غسل دیں گے حنوط فرمائیں گے کفن پہنائیں گے نماز پڑھیں گے دفن کریں گے۔" جناب سیّد الشہداؑ کی مملکت اتنے بڑے زمانہ تک رہے گی اور اتنی عمر ہوگی کہ حضرت کی ابروئے مبارک آنکھوں پر آجائیں گی اسی طرح امیر المومنین علیہ السلام کی سلطنت بہت طویل مدّت تک رہے گی تمام انبیاء و مرسلینؑ آئیں گے اور دشمنانِ دین کے قتل میں امیر المومنینؑ کے ساتھ شریک ہوں گے رجعت کا زمانہ اور اس میں کسی نہ کسی حجّت خدا کا وجود اور خدا والوں کی حکومت مخلوق کی ہدایت کا سلسلہ قیامت کبریٰ تک جاری رہے گا جو بظاہر سینکڑوں برس کا زمانہ ہے اصل حقیقت کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔

رجعت کے بارے میں تقریباً دوسو حدیثیں پچاس سے زیادہ علمائے اعلام نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل فرمائی ہیں اور تمام اعصار و امصار میں اس مسئلہ کا چرچا رہا ہے مذاکرات و مباحثات ہوتے رہے ہیں قرآن نے بتا دیا ہے کہ یوم رجعت اور ہے اور یوم قیامت اور ہے

چودھویں پارے کے تیسرے رکوع میں اور تیئسویں پارے کے چودھویں رکوع میں یہ آیات ہیں۔ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ٥ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ٥ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمُ ٥ یعنی ابلیس نے کہا اے میرے پروردگار مجھ کو اس دن تک کی مہلت عطا فرما کہ جب سب لوگ اٹھائے جائیں گے خداوند عالم نے فرمایا کہ تجھے مقررہ وقت کے دن تک مہلت دی گئی" ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ جب خداوند عالم نے ابلیس کو حکم دیا تھا کہ تو جنت سے نکل جا تو مردود ہے اور تجھ پر روز جزا تک لعنت ہوتی رہے گی تو اس نے یوم قیامت تک کے لئے خدا سے مہلت چاہی تھی مگر اس کی یہ درخواست منظور نہیں ہوئی اور روز قیامت تک کی مہلت نہیں دی گئی بلکہ یوم وقت معلوم تک مہلت ملی ہے اور یہی یوم رجعت ہے اگر قیامت کے دن تک کی مہلت ہوتی تو صرف اتنا ارشاد الٰہی کافی تھا کہ اچھا منظور ہے لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ اس کی درخواست پر یہ حکم ہوا کہ خاص معیّن وقت تک مہلت دی جاتی ہے جو قیامت کے علاوہ ہے اور اسی کو احادیث میں یوم رجعت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مزید برآں یہ امر کہ ابلیس کو جس وقت تک مہلت دی گئی ہے وہ رجعت ہی کا وقت ہے اس کی یہ دلیل بھی بہت واضح ہے کہ جب یہ بات سب کو تسلیم ہے کہ روز قیامت سے قبل اور مہدیؑ موعود کے ظہور کے بعد تمام روئے زمین پر ہر طرف حق ہی حق ہوگا باطل کا نام و نشان باقی نہ رہے گا تو شیطان کو اغوا شرک و وغیرہ بندوں کو بہکانے کی ساری کارستانیاں ختم ہو جائیں گی شیطان و شیطنت کا خاتمہ ہوگا درآنحالیکہ رجعت کا زمانہ مہدیؑ موعود کے ظہور ہی کا سلسلہ ہے اس لئے یہ صورت و حقیقت اس کا زبردست ثبوت ہے کہ آیۂ مذکورہ میں جس وقتِ معلوم تک ابلیس کو ڈھیل دی گئی ہے وہ روز جزا اور قیامت کا دن نہیں ہے بلکہ وہ وقت رجعت ہے جس میں وہ ہلاک ہوگا بیسویں پارے کے تیسرے رکوع میں ارشاد الٰہی ہے" وَیَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ٥۔

یعنی اس دن کو یاد کرو جب ہم ہر امّت میں سے ایک ایسے گروہ کو جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے پھر وہ ترتیب سے کر دیئے جائیں گے۔ چونکہ اس آیت میں ہر امّت

سے ایک ایک گروہ زندہ کرنے کی خصوصیّت ہے اس لئے یہ دن قیامت کا روز تو نہیں ہو سکتا کیونکہ قیامت میں تو سب کے سب زندہ کیئے جائیں گے اور کوئی باقی نہ رہے گا جیسا کہ پندرھویں پارے کے اٹھارھویں رکوع میں فرمایا ہے، وَحَشَرْنٰھُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْھُمْ اَحَدًا - یعنی ہم سب کو اس روز جمع کریں گے پس ان میں سے کسی ایک کو نہ چھوڑیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس دن کل لوگ زندہ کیئے جائیں گے وہ دن اور ہے اور جس میں بعض لوگ زندہ ہوں گے یہ دن اور ہے اور یہی یوم رجعت ہے۔

پیغمبر اسلام کا فرمان ہے کہ اس امّت میں وہ سب باتیں ہوں گی جو گذشتہ امتوں میں ہوتی رہی ہیں" قرآن میں احادیث میں پچھلی امتوں کے بہت سے واقعات بیان ہوئے ہیں جو مثل رجعت کے ہیں حضرت حزقیل کا گزر ہڈیوں کے ایک ڈھیر کی طرف ہوا جو عرصہ دراز سے پڑی ہوئی تھیں اور ان لوگوں کی تھیں جو ہزاروں کی تعداد میں طاعون کے خوف سے بھاگے تھے اور ایک آواز غیبی پیدا ہوئی تھی جس سے سب ہلاک ہو گئے تھے حضرت حزقیلؑ نے دعا کی حکم ہوا کہ چلّو میں پانی لے کر ان پر چھڑکو حضرت پانی چھڑک رہے تھے اور مُردے زندہ ہوتے چلے جاتے تھے یہ واقعہ نوروز کے دن کا تھا۔ حضرت موسےٰ ستّر آدمیوں کا انتخاب کرکے کوہ طور پر لے گئے ان سب پر بجلی گری اور ہلاک ہو گئے پھر حضرت کی دُعا سے زندہ ہوئے مدّت تک زندہ رہے نکاح ہوئے اولاد ہوئی اور پھر اپنی موت سے مرے۔ حضرت عیسٰےؑ کے کتنے معجزے ہیں کہ بحکم الٰہی مردے زندہ کیے جاتے تھے پھر وہ ایک زمانہ تک زندہ رہتے تھے۔ یا اصحاب کہف تین سو نو برس تک غار میں سوتے رہے گویا کہ مُردہ پڑے رہے پھر اُٹھائے گئے پھر سو رہے اس طرح کہ دیکھا جائے تو یہ سمجھ میں آئے کہ جاگ رہے ہیں پیغمبر اسلام کے زمانہ میں چونکہ پھر سو گئے اور اب اس وقت جاگیں گے جب حضرت حجّت علیہ السلام کا ظہور ہو گا حضرت ارمیا یا حضرت عزیر سو برس تک مُردہ رہے جب اہل وعیال سے جُدا ہوئے تھے تو پچاس سال کا سن تھا بیوی حاملہ تھیں لڑکا پیدا ہوا جب زندہ ہو کر آئے تو خود پچاس سال کے تھے اور بیٹا سو سال کا۔ ذوالقرنین ایک دفعہ پانچ سو برس مردہ رہے پھر زندہ ہو کر آئے اور ساری دنیا کے بادشاہ ہوئے۔ حضرت جرجیس پیغمبر چار

دفعہ قتل کئے گئے بادشاہ کے حکم سے ان کے سر میں آہنی میخیں ٹھوکی گئیں پارہ پارہ کرکے کنوئیں میں ڈال دیا،، میکائیل نے آواز دی صحیح سالم باہر آگئے پھر آگ میں جلائے گئے راکھ ہو گئی اور بقدرت خدا زندہ ہوئے پھر ان کے دو ٹکڑے کرکے دیگ میں پکایا لیکن اُٹھ کھڑے ہوئے ہر مرتبہ زندہ ہو کر تبلیغ رسالت کی پھر قتل ہوئے بالآخر ظالموں پر عذاب آگیا۔ بنی اسرائیل میں ایک جوان بے قصور قتل کر دیا گیا قاتل کا پتہ نہ لگتا تھا حکم الٰہی ہوا کہ ایک گائے ذبح کرکے اس کا کوئی ٹکڑا لاش پر مارو یہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتادے گا چنانچہ یہی ہوا اور مقتول زندہ ہونے کے بعد ایک سو تین سال زندہ رہا یہ سب رجعت کی واضح مثالیں ہیں اور دنیا کے اندر جو دار تکلیف ہے ایک بار سے زیادہ مرنے جینے کے واقعات ہیں رجعت میں بھی کچھ لوگوں کے لئے زندگی اور موت ہے۔ روز قیامت بارگاہ الٰہی میں کفار یہ شکایت کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار تونے ہم کو دو مرتبہ مارا اور دو مرتبہ زندہ کیا اب ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے تو کیا اسوقت یہاں سے نکلنے کا بھی کوئی راستہ ہے رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ ۵ پ ۲۴ ع،

چودھواں بیان ذکر ملاقات حضرت حجت علیہ السلام

حضرت سے ملاقات کے متعلق غیبت صغریٰ کے زمانہ میں تو کوئی اشکال ہی نہیں ہے مومنین حضرت کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے ہیں مگر اس زمانۂ غیبت کبریٰ میں کچھ لوگوں کو یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ حضرت علی العموم سب کی نظروں سے پوشیدہ ہیں اور کسی شخص سے بھی حضرت کی ملاقات معنیٔ غیبت کے خلاف ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ غیبت کبرے کا منشاء یہ ہے کہ غیبت صغرےٰ میں خاص خاص صاحبان سے جو ملاقات کی صورت تھی وہ ختم ہو گئی اور حضرت کی قیام گاہ پر حاضری کا پہلا طریقہ باقی نہیں رہا اب حضرت کا محل و مقام نظروں سے پوشیدہ ہے اور اس کا مطلب کہ حضرت نظر خلائق سے غائب ہیں یہی ہے کہ حضرت کی رہائش گاہ سوائے مامورین خدمت کے دنیا والوں کی نگاہوں سے غائب ہے وہاں ملاقات

ناممکن ہے البتہ دیگر مقامات پر شرف زیارت حاصل ہو سکتا ہے چنانچہ مشرف ہونے والے حضرات کسی مسجد میں کسی روضۂ مبارک میں کسی مجلس میں کسی جنگل وغیرہ میں حضرت کی زیارت سے شرف یاب ہوئے ہیں جس کو کسی طرح معنیٔ غیبت کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

عقلاً اوّل تو یہ بات ہے کہ اگرچہ حضرت کی ذات بابرکات معجز نما ذات ہے خدا کی قدرت سے سب کچھ ہو سکتا ہے مگر پھر بھی ایک انسان کے لئے دنیا میں روئے زمین پر سینکڑوں برس زندگی بسر کرنا کہ ہمہ اوقات تنہائی ہی تنہائی ہو نہ وہ کسی کے پاس جائے نہ اس کے پاس کوئی آئے یہ صورت خلاف دستور ہے بلکہ انسان کی زندگی کا مدار میل جول پر ہے گھر والے ہوتے ہیں دوست واحباب ہوتے ہیں ملازم وخدمت گار رہوتے ہیں جو اپنے سردار کے ضروری کام انجام دیتے رہتے ہیں ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی نام کو بھی اس کا رفیق ہو مونس تنہائی نہ ہو اس لئے حضرت کی بارگاہ میں حاضر رہنے والے خدّام کا وجود لازمی ہے جس کا ثبوت اخبار سے بھی ملتا ہے پس جس طرح حضرت کی خدمت میں ایسے اشخاص کی حاضری رہتی ہے اوران خادموں کا حضرت کو دیکھنا معنی غیبت کے خلاف نہیں ہے اسی طرح دوسرے مومنین صالحین میں سے کسی کا در پردہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہونا منشاء غیبت کے منافی نہیں ہو سکتا۔

عقل یہ بھی کہتی ہے کہ حضرت سے جن مومنین کی ملاقات میں وجوہ غیبت حائل نہ ہوں ان کا زیارت سے محروم رہنا بلاوجہ ہوگا مثلاً ہر زمانہ کے وہ مجتہد اعظم جو سب کا مرجع ہوتے ہیں اور جن کے احکام اس وقت امام علیہ السلام کے احکام ہیں ان کی حضرت سے ملاقات صرف ممکن ہی نہیں بلکہ بعض اوقات ضروری ہو جائے گی، کیونکہ ہو سکتا ہے ان کے لئے کسی موقع پر ایسے امور پیش آجائیں جن میں خاص حضرتؑ کا حکم درکار ہو تو ایسی صورت میں مصالح الٰہیہ کے ماتحت حلّ مشکل کے لئے کسی نہ کسی حیثیت سے ان بزرگوار کو ضرور شرف ملاقات حاصل ہوگا۔ یا ایسے کامل الایمان صاحبان جن کے کمال ایمان کا امتحان ہو چکا ہو ایسی پاکیزہ ہستیاں جن کی بینائی خوفِ الٰہی میں روتے روتے کم ہو گئی ہو پیاس سے ہونٹ خشک رہتے ہوں ذکر الٰہی سے مُنہ خوشبودار ہو بھوک کی وجہ سے شکم پشت سے لگا ہوا ہو کثرت سجود سے کمر خمیدہ ہو ایسے برگزیدہ حضرات جن میں یہ سب علامات پائی جاتی ہوں جو امیر المومنین علیہ السّلام

نے اپنے سچے دوستوں اور تابعین کی بیان فرمائی ہیں حضرت کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو سکتے ہیں یہ ان کا حق ہے اور بارگاہ امامت میں کوئی حقدار اپنے حق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ عقلی حیثیت سے مسئلہ غیبت اور ملاقات میں منافات نہیں ہے ملائکہ نظر سے غائب ہیں مگر حضرات انبیاء و مرسلینؑ کے پاس ان کی آمد و رفت سے انکار نہیں کیا جا سکتا گروہ جن نظروں سے مخفی ہے لیکن بعض لوگ ان کو دیکھتے ہیں اور ملاقات ہوتی ہے حضرت خضرؑ و حضرت الیاسؑ کی غیبت ہے مگر کچھ لوگ ان دونوں حضرات سے ملتے رہتے ہیں پس جس طرح باوجود مقام و مکان معلوم نہ ہونے کے ان سے ملاقات ہو سکتی ہے اسی طرح حضرت سے ملاقات ہو سکتی ہے اور پردۂ خفا بھی باقی رہتا ہے۔"

بکثرت حدیثیں اس مضمون کی ہیں کہ حضرت ہر سال حج فرماتے ہیں وہاں لوگ حضرت کو دیکھتے ہیں حضرت سب کو پہنچانتے ہیں مگر وہ سب حضرت کو نہیں پہنچانتے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بحالت غیبت قائم آل محمدؐ سے مومنین اسی طرح فیض حاصل کریں گے جس طرح بادل میں ہوتے ہوئے سورج سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اس ارشاد کی تشریح بیان غیبت میں ہو چکی ہے اور یہ تشبیہ اس کا ثبوت ہے کہ ایمان والوں کو حضرت کی زیارت ہوتی ہے۔ بعض مقامات پر ایسے بیانات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر با عمل مومن اپنی زندگی میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہو سکتا ہے شیخ صدوقؒ و شیخ طبرسیؒ و محمدؐ بن جریر طبری نے علی بن مہزیار اہوازی کا واقعہ نقل فرمایا ہے اہواز سے کوفہ پہنچنا کوفہ سے مدینہ اور مدینہ سے مکّہ آنا اور حضرت کے حالات کی تلاش میں رہنا یہاں تک کہ بحالت طواف ایک جوان سے ملاقات ہوئی جوانؑ کو اپنے ساتھ لے کر طائف کے قریب گئے اور حضرت کی خدمت میں پہنچا دیا جب یہ جوان ملے ہیں جو حضرت کے خواص میں سے تھے تو اوّل انہوں نے ابن مہزیار سے پوچھا کہ تم کس جستجو میں ہو کیا چاہتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ وہ امام جو حجاب میں ہیں فرمایا کہ وہ تم سے حجاب میں نہیں ہیں مگر تم لوگوں کی بدعملی نے پوشیدہ کر رکھا ہے" اس کلام میں یہ اشارہ ہے کہ اگر کردار و گفتار گناہوں کی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو تو حضرت کی خدمت میں پہنچنے سے کوئی امر مانع نہیں ہے۔ ایسی حالت

یں کہ شدت کا وقت ہو جان پر بن رہی ہو امام زمان علیہ السلام سے استغاثہ کا حکم ہے جس ملک میں جس شہر میں جس زبان میں پکارا جائے حضرت آواز سنتے ہیں پس جب بے یار و مددگار مجبور و ناچار مومنین کے لئے حضرت سے فریاد کرنے کی ہدایت ہے تو امداد فرمانا امام وقت کا منصب ہے اور اس فریاد رسی میں حضرت کی زیارت ہو سکتی ہے۔

مومنین متقین کے جنازوں پر حضرت کی شرکت ہوتی ہے اور عام طور پر حاضرین کو خبر بھی نہیں ہوتی ہر زمانہ کے امام ایسے موقع پر شریک ہوا کرتے ہیں چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے مثل ابن شہر آشوب و قطب الدین راوندی وغیرہ کی ایک طویل روایت نقل فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نیشاپور میں مومنین نے جمع ہو کر تیس ہزار اشرفیاں دو ہزار کپڑوں کا سامان امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پہنچانے کے لئے ابو جعفر محمد بن ابراہیم نیشاپوری کو معین کیا ایک بوڑھی فاضلہ عورت نے بھی جس کو شطیطہ کہتے تھے ایک درہم اور چند گز کرپاس سفید سوتی کپڑا جس کی قیمت چار درہم ہوتی تھی دینا چاہا مگر لے جانے والے صاحب نے کہا کہ حضرت کی خدمت میں اس کو پیش کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے مومنہ نے جواب دیا کہ میرے مال میں اس حق سے خدا تو حیا نہیں فرماتا تھوڑا ہو یا بہت ہو میں یہ نہیں چاہتی کہ ایسی حالت میں مروں جو امام علیہ السلام کا کوئی حق میری گردن پر ہو بالآخر وہ لے کر روانہ ہوئے جب کوفہ پہنچے تو حضرت کی خبر شہادت سنی مدینہ آئے اور یہ سب مال امام موسٰے کاظم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا حضرت نے اس ضعیفہ مومنہ کے لئے فرمایا کہ اس کو ہمارا بہت بہت سلام کہہ دینا اور یہ کہ اس کا کپڑا میں نے اپنے کفنوں میں رکھ لیا ہے اور ایک کپڑا ان کفنوں میں سے اس کے کفن کے لئے بھیجتا ہوں اور اپنے پاس سے چالیس درہم دیئے کہ یہ بھی اس کو دے دینا وہ انیس روز کے بعد فوت ہو جائے گی اور میں اس کے جنازہ پر نماز پڑھوں گا جب اس وقت تم مجھے دیکھو تو کسی پر ظاہر نہ کرنا غرضکہ وہ صاحب یہاں سے فارغ ہو کر نیشاپور واپس آئے اور حضرت کا عطیہ اس مومنہ کو پہنچایا تو مارے خوشی کے اس کی یہ حالت ہوئی قریب تھا کہ کلیجہ پھٹ جائے انہیں صاحب کا بیان ہے کہ جس وقت کے لئے حضرت نے فرمایا تھا اسی روز اس کا انتقال

ہوا جنازے پر مومنین کا ہجوم تھا میں نے دیکھا کہ حضرت بھی اونٹ پر تشریف لا رہے ہیں اتر کر سب کے ساتھ نماز پڑھی اور قبر میں میت کو رکھتے وقت اس پر خاک شفا چھڑکی فراغت کے بعد ناقہ پر سوار ہو گئے اس کا رخ صحرا کی طرف کر دیا اور مجھ سے فرمایا کہ اپنے لوگوں کو میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہہ دینا کہ جہاں کہیں بھی تم ہو ہم اہلبیتؑ میں سے ہر امام کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ تمہارے جنازوں میں شریک ہوں پس خدا سے ڈرتے رہو پرہیزگاری اختیار کرو اپنا کردار نیک بناؤ اور اپنی نجات کے لئے ان امور سے ہماری مدد کرو اس سے معلوم ہوا کہ جب ہر امام کے لئے اپنے زمانہ کے مومنین صالحین کے جنازوں پر شرکت فرمانا ضروری ہے تو موجودہ زمانہ میں امام عصر علیہ السلام بھی صاحبان خیر و تقویٰ کے جنازوں پر یقیناً شریک ہوتے ہیں اور حاضرین جنازہ کو شرف زیارت ہو سکتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ برادران یوسفؑ پیغمبروں کی اولاد تھے حضرت یوسف کے بھائی تھے ان سے ان لوگوں نے غلّے کا معاملہ کیا باتیں بھی ہوئیں مگر ان کو پہچان نہ سکے جب تک کہ حضرت یوسفؑ نے خود یہ ظاہر نہ کیا کہ میں یوسف ہوں پھر کون سی تعجّب کی بات ہے کہ حجّت خدا خلائق کے شہروں میں پھریں ان کے فرشوں پہ قدم رکھیں اور لوگ ان کو نہ پہچانیں جب خداوند عالم یہ حکم نہ دے کہ وہ اپنے کو ظاہر کریں۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بغیر پہچانے حضرت کی زیارت ہوتی رہتی ہے اور گفتگو وغیرہ کے لئے اصولاً کوئی امر مانع نہیں ہے۔"

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ صاحب الامر کے واسطے غیبت ضروری ہے اور غیبت میں عزلت لازمی ہے اور تیس کے ساتھ کوئی وحشت نہیں یعنی تیس مومنین مونس و ہمدم ہوں گے ان کی حاضری رہے گی اور عام مخلوق سے علیحدگی میں کوئی افسردگی نہ ہوگی۔ پس اس حدیث کی بنا پر جو اسناد معتبرہ سے منقول ہے جب تیس صاحبان ہر زمانہ میں حاضر خدمت رہتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے بظاہر وہ طول عمر نہیں ہے جو حضرت کے واسطے ہے تو ان کی رحلتوں پر ایک بزرگ کے بعد دوسرے نئے بزرگ آکر اس جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں اس طرح ہر دور میں ہر عصر میں یہ تعداد قائم رہتی ہے اور آئندہ

عمر بھر حضرت کی زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں" علامہ مجلسی نے ان حضرات کو رجال الغیب سے تعبیر فرمایا ہے۔"

کفعمی علیہ الرحمتہ نے حاشیۂ مصباح میں ذکر دعاء اُم داود کے موقع پر فرمایا ہے کہ کہا گیا ہے زمین ایک قطب چار اوتاد چالیس ابدال ستر نجبا تین سو ساٹھ صالحین سے خالی نہیں رہتی امام علیہ السلام قطب ہیں دنیا خیمہ کی مانند ہے جس کا ستون امام زمانہ ہیں اور چار نفر منجیبں، طنابیں ہیں ظاہرا حضرت خضرؑ حضرت الیاسؑ اوتاد میں سے ہیں جو دائرۂ قطب سے ملے ہوئے ہیں ان کے بعد ابدال کا درجہ ہے پھر نجباء ہیں پھر صالحین ہیں ان چاروں کے درجات میں سے کسی ایک ذات کی حلت پر ماتحت درجہ کا شخص قائم مقام ہو جاتا ہے اوتاد میں کمی پر ابدال سے آتا ہے اور ابدال میں سے کم ہونے پر نجباء میں سے بدل ہو جاتا ہے اور نجباء میں کمی پر صالحین میں سے اور صالحین میں کمی پر دیگر مومنین سے انتخاب ہوتا رہتا ہے' اس ترتیب و تفصیل کے متعلق متقدمین کی کسی نہ کسی کتاب میں جس کا اس وقت پتہ نہیں کوئی خبر کفعمی علیہ الرحمتہ کی نظر سے ضرور گزری ہوگی ورنہ وہ ہرگز تحریر نہ فرماتے" بہر طور جو جماعتیں بھی حضرت سے تعلق رکھتی ہیں ان کو دربار معلّٰی میں شرف باریابی حاصل ہے ان کے مفصل حالات و خدمات عام مومنین سے پوشیدہ ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ بالفرض ان میں سے اگر کوئی کسی امر کے لئے حضرت کی طرف سے مامور ہو کر آئے گا تو حضرت کا کوئی نہ کوئی معجزہ لے کر آئے گا جیسا کہ اطمینان مومنین کے واسطے غیبت صغریٰ کے زمانہ میں حضرات نائبین کے لئے ہوتا رہا ہے۔

غرضکہ جب حضرت سے امکان ملاقات کا مسئلہ عقلاً و نقلاً ثابت و محقق ہے تو ان واقعات ملاقات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی جو بڑے بڑے علماء متکلمین و محدثین کی کتابوں میں منقول ہیں جن کی روایات مدار شریعت ہیں جن کی عظمت و جلالت سب کو تسلیم ہے یہاں منجملہ ایسے صدہا واقعات کے تھوڑے سے واقعے بیان کئے جائیں گے جن میں ان بزرگان ملت کی ملاقات کے بھی بیانات ہیں جن کے علم و فضل تقویٰ و تقدس میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا بلکہ ان حضرات کے مقامات عالیہ و کرامات باہرہ سے غیروں کو بھی انکار نہیں ہے۔"

یہ واقعات ملاقات حضرت کے وجود مبارک کی مستحکم دلیل ہیں اور ان معجزات کی طرح نہیں ہیں جو حضرات آئمہ علیہم السلام کی شہادتوں کے بعد بھی ان کے مزاروں سے آشکار ہیں بلکہ حضرت کے یہ معجزے ذات اقدس کی موجودگی و بقا سے وابستہ ہیں جن سے ان تنگ نظر لوگوں کو تسکین ہو سکتی ہے جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ جب حضرت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا تو وجود بے کار ہے" حضرت کے معجزات کی تو یہ شان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انبیاء و اوصیاء کے معجزوں میں کوئی معجزہ ایسا نہیں ہے جس کو خداوند عالم اتمام حجّت کے لئے ہمارے قائم کے ہاتھ پر ظاہر نہ فرمائے ۔"

یہ واقعات ملاقات حضرت کی امامت کا ثبوت ہیں اور یہ معجزات ان معجزوں کے علاوہ ہیں جو بزمانہ غیبت صغریٰ ظاہر ہوتے رہے ہیں اور حضرت کی امامت کے لئے برہان قطعی ہیں" حضرت کی بارگاہ سے حل مشکلات روائے حاجات دینی امور میں ہدایات دنیوی مصیبتوں میں امداد رعایا کی دستگیری ایسی باتیں ہیں جن سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے کہ حضرت متصرّف عالم ہیں اور قدرت کی طرف سے سارا جہان حضرت کے زیردست ہے یہی وہ ریاست عالیہ ہے جس کا نام امامت ہے اور اس منصب کی ذمّہ داریاں مخفی طور پر انجام پا رہی ہیں۔"

ان واقعات میں بعض ایسی حکایات بھی ہیں کہ بحالت خواب شرف زیارت حاصل ہوا ہے یہ خواب میں زیارتیں ایسی ہی ہیں جیسے بیداری میں حضرت سے ملاقاتیں اس لئے کہ حسب احادیث حضرات معصومین علیہم السلام کو سوتے میں دیکھنا بھی ایسا ہی ہوتا ہے جیسا جاگتے میں دیکھنا کیونکہ ان حضرات کی مبارک شکلوں میں شیاطین نہیں آسکتے" بعض اخبار میں تو یہاں تک وارد ہے کہ اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم یا حضرات آئمہ علیہ السلام کو جس بستی کے اندر کوئی شخص خواب میں دیکھے تو اس آبادی میں امن و امان رہے گا ہر طرح کا خوف دفع ہوگا آرزوئیں پوری ہوں گی ۔"

ان واقعات مندرجہ میں چند ایسے واقعے بھی ہیں جن میں حضرت سے ملاقات کی وضاحت نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی واضح قرینہ ہے بلکہ احتمال ہوتا ہے کہ کسی دوسرے بزرگوار سے ملاقات ہوئی ہو لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ایسے موقعوں پر اگر خود حضرت کی زیارت نہ ہو تو حضرت کے زائرین

کی زیارت ہو جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت کے خدّام حضرت کے حکم سے حاجت مند مومنین کے کام آتے ہوں تو بھی ظاہر ہے کہ دنیا میں بڑی غیبی امدادیں ہوتی ہیں رجال الغیب بھی ایمان بالغیب والے ہیں امام غائب کے تابعین و زائرین صاحبان میں سے ہیں ان کی یہ استطاعت کہ دوسروں کی مدد کریں حضرت ہی کا فیضان ہے پھر حضرت خضرؑ و حضرت الیاسؑ اپنے اپنے کاموں میں ہیں جو امام زمانہ کی رفاقت میں ہوتے رہتے ہیں پس ایسا واقعہ جس میں حضرت کو دیکھنے کا یقین نہ ہو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقعاً حضرت ہی کو دیکھا یا حضرت کو دیکھنے والے کو دیکھا لیکن اس دوسری صورت میں بھی مقصد حاصل ہے اور اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ دیکھنے والے حضرت کو دیکھتے ہیں اور دنیا میں حضرت کا وجود مبارک ہے اسی لئے ایسے واقعہ کا حضرت سے ملاقات کے واقعات میں اندراج ہے جو بالکل صحیح ہے۔

ان واقعات ملاقات میں زیادہ تر ایسے غیبی مشاہدات ہیں جن میں حضرت کو اس طرح پہنچان کر نہیں دیکھا گیا کہ حاضر خدمت ہونے والے شخص کو اول ہی یہ یقین ہو کہ جن بزرگ سے ملاقات ہو رہی ہے وہ حجّت خدا امام زماں علیہ السلام ہیں بلکہ یہ بات اس کو کسی سابقہ یا لاحقہ قرینے سے معلوم ہوتی ہے اور بغیر اس علم کے حضرت سے گفتگو ہونے لگتی ہے پھر اثناء کلام میں احساس ہوتا ہے یا اس کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت جن بزرگوار کی زیارت ہوئی وہ امام زمانہ ہیں اس طرح حضرت کی زیارت مومنین کے لئے بہت بڑی نعمت ہے ہر شخص اپنے ذاتی حالات نفسانی کیفیات پر غور کرتے ہوئے اچھی طرح فیصلہ کر سکتا ہے کہ کہاں تک وہ اس رحمت کا مستحق ہے"

اس موقع پر یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگر کہیں ایسی روایت دیکھی یا سنی جائے جس سے یہ خیال پیدا ہونے لگے کہ بزمانۂ غیبت کبرٰے حضرت سے ملاقات نہیں ہو سکتی تو ایسا شبہہ آسانی سے رفع ہو سکتا ہے کیونکہ اصولی حیثیت سے کسی خبر واحد یا ضعیف روایت کی بنا پر ان روایات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو امکان ملاقات کے سلسلہ میں وارد ہیں اور نہ ان واقعات ملاقات سے انکار ہو سکتا ہے جو اکابر علماء کے بیانات میں اور وہ سب مل کر اس علم و یقین کا باعث ہیں کہ حضرت سے ملاقات ہو سکتی ہے کوئی عاقل ایسے

واقعہ کو تسلیم کرنے میں تامل نہیں کیا کرتا جس کے راوی معتمد اور خبریں مستند ہوا کرتی ہیں ورنہ دنیا میں تاریخی مشاہدوں کی کوئی اصلیت نہ رہے گی اور عینی شواہد بے کار ہو جائیں گے پس ایسی کوئی عبارت جس سے ملاقات کی ممانعت ظاہر ہوتی ہو اس میں یا تو وہ ملاقات مراد ہوگی جو غیبت صغرٰی کی طرح حضرت کی نیابت وسفارت کے دعوے کے ساتھ ہو کہ یہ صورت غیبت کبریٰ میں قطعاً باطل وغلط ہے اور ایسی ملاقات کا دعوے دار جھوٹا ہے یا وہ جس کا تعلق حضرت کی موجودہ قیام گاہ سے ہو یہ ملاقات بھی ناممکن ہے یا وہ ملاقات مراد ہوگی جو فلسفہ غیبت کے خلاف ہو جس کا امکان نہیں ہے بہرطور ملاقات کی نفی کسی نہ کسی قید سے مقیّد ہوگی اور علی الاطلاق حضرت کی زیارت ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتی جیسا کہ جزیرۂ خضرا کے واقعہ میں حضرت کے فرزند نائب خاص کا ارشاد ہے اور سید مرتضٰے علیہ الرحمتہ نے تنزیہ الانبیأ میں اور شیخ طوسی نے کتاب غیبت میں سید علی بن طاؤس نے کشف المحجہ میں مجلسی نے بحار میں بحر العلوم نے کتاب رجال میں یہی فرمایا ہے کہ غیبت کبریٰ میں حضرت سے ملاقات ہو سکتی ہے۔

حضرت کی ملاقات کا شرف حاصل ہونا یہ اپنی اپنی قسمت ہے بہت خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو مشرف ہوئے یا ہوں اس تاریکی کے زمانہ میں معرفت و ایمان کی روشنی والے بھی ہیں مختلف اوقات میں بڑی بڑی ہستیاں گزری ہیں بڑے بڑے صاحبان زہد وتقویٰ ہوتے رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کو حضرت کی زیارت ہوئی ہو اور واقعات کو اس خیال سے پوشیدہ رکھا ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اظہار سے خود نمائی ہو جائے جو واقعے یہاں بیان ہوں گے ان سے بہت کچھ رہنمائیاں ہوں گی طرح طرح کے سبق ملیں گے ایسے قصّوں کا پڑھنا سننا بھی عبادت ہوتا ہے قرآن میں بہت سے واقعات کا ذکر ہے اور خداوند عالم نے اپنے رسول کو حکم فرمایا ہے کہ یہ قصّے لوگوں سے بیان کرو تا کہ وہ ان میں غور کریں" فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۵ پ ۹ ع ۱۲۔

اعمالِ ملاقات

کربلائے معلّٰے روضۂ مبارک جناب سید الشہدا میں چالیس شب جمعہ شب بیداری یا مسجد

کوفہ میں چالیس شب جمعہ اور مسجد سہلہ میں چالیس شب چہارشنبہ حاضری حضرت حجّت علیہ السّلام کی زیارت سے مشرف ہونے کا بڑا مشہور عمل ہے اس سے ہر مقصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے" اگرچہ حضرت کی زیارت کے لئے خصوصیّت کے ساتھ مقامات مذکورہ میں چالیس روز تک ان اعمال کی بظاہر کوئی سند نہیں ہے لیکن ایسی سب چیزیں ایک عام دلیل عقلی و نقلی کے ماتحت ہیں اور کتاب وسنت سے چلّے کے عمل کا ثبوت ملتا ہے اسی لئے چالیس دن تک کسی خاص عمل کو پورا کرنا یا چالیس رات مخصوص طور پر عبادت الٰہی میں مشغول رہنا علماءؒ وصالحین کا طریقہ رہا ہے، کسی حاجت کے لئے متواتر چالیس روز کی دعا قبول ہوتی ہے پے درپے چالیس دن کسی عمل کی بجاآوری سے حالات زندگی میں تغیّر وتبدل ہو جاتا ہے حضرت موسیٰؑ کو بھی چلّہ کرنا پڑا چالیس شب وروز کسی خاص ذکر الٰہی میں رہے چالیس روزے بھی رکھے تب چالیس رات کے بعد توریت ملی اوّل تو خداوند عالم نے انسان کی خلقت ہی میں اس مدت کی رعایت رکھی ہے رحم مادر کے اندر چالیس روز نطفہ رہتا ہے پھر چالیس دن علقہ ہوتا ہے پھر چالیس روز میں مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے ان قدرتی باتوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ چالیس چالیس دن کی انسانی فطرت میں مدخلیّت ہے اور مادہ کی استعداد کیفیت وانقلابی صورت بھی چلّہ کی پابند ہے پھر یہ کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی چالیس صبح خداوند عالم کی عبادت میں مشغول رہے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے اُبل کر زبان پر جاری ہونے لگتے ہیں حضرات آئمہ علیہم السلام کے ارشادات ہیں کہ جو شخص چالیس صبح ذکر الٰہی میں مصروف رہتا ہے تو خداوند عالم اس کو زاہد بنا دیتا ہے" اسی طرح چالیس کے علاوہ کا دوسری باتوں میں بھی لحاظ ہے مثلاً ایک جگہ مل کر چالیس مومنوں کی دعا قبول ہے یا جو کوئی چالیس برادر ایمانی کے لئے دعا کرے تو اس کی دعا اپنے اور ان کے حق میں مستجاب ہوتی ہے اسی لئے نماز شب میں چالیس مومنین کے واسطے خواہ زندہ ہوں یا مردہ مغفرت کی دعا کی جاتی ہے یا نماز میّت میں چالیس مومن شریک ہوں اور یہ شہادت دیں کہ لَا نَعلَمُ مِنہُ اِلَّا خَیراً یعنی اس سے سوائے نیکی کے ہم کچھ نہیں جانتے تو خداوند عالم ان کی گواہی منظور فرماتا ہے اور مرنے والے کو بخش دیتا ہے۔ اس طرح کی بہت سی باتیں شریعت میں موجود ہیں پس ایسے حالات

ہیں اس مقصد عظیم کے لئے کہ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے مذکورہ مقامات مقدسہ پر عبادات الٰہیہ میں مشغولیت کا چلہ بڑے بڑے علماء کا آزمایا ہوا عمل ہے"

نجم ثاقب میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جو شخص بعد نماز فریضہ کے اس طرح دعا کرتا رہے تو وہ امام م ح م د بن حسن علیہ وعلیٰ آبائہ السلام کو ضرور بیداری یا خواب میں دیکھ لے گا۔ اَللّٰهُمَّ بَلِّغْ مَوْلَانَا صَاحِبَ الزَّمَانِ اَيْنَمَا كَانَ وَحَيْثُمَا كَانَ مِنْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا سَهْلِهَا وَجَبَلِهَا عَنِّيْ وَعَنْ وَالِدَيَّ وَعَنْ وُلْدِيْ وَاِخْوَانِي التَّحِيَّةَ وَالسَّلَامَ عَدَدَ خَلْقِ اللّٰهِ وَزِنَةَ عَرْشِ اللّٰهِ وَمَا اَحْصَاهُ كِتَابُهٗ وَاَحَاطَ بِهٖ عِلْمُهٗ اَللّٰهُمَّ اُجَدِّدُ لَهٗ فِيْ صَبِيْحَةِ هٰذَا الْيَوْمِ وَمَا عِشْتُ فِيْهِ مِنْ اَيَّامِ حَيَاتِيْ عَهْدًا وَعَقْدًا وَبَيْعَةً لَهٗ فِيْ عُنُقِيْ لَا اَحُوْلُ عَنْهَا وَلَا اَزُوْلُ اَبَدًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ اَنْصَارِهٖ وَنُصَّارِهِ الذَّابِّيْنَ وَالْمُمْتَثِلِيْنَ لِاَوَامِرِهٖ وَنَوَاهِيْهِ فِيْ اَيَّامِهٖ وَالْمُسْتَشْهِدِيْنَ بَيْنَ يَدَيْهِ اَللّٰهُمَّ فَاِنْ حَالَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ الْمَوْتُ الَّذِيْ جَعَلْتَهٗ عَلٰى عِبَادِكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا فَاَخْرِجْنِيْ مِنْ قَبْرِيْ مُؤْتَزِرًا شَاهِرًا سَيْفِيْ مُجَرِّدًا قَنَاتِيْ مُلَبِّيًا دَعْوَةَ الدَّاعِيْ فِي الْحَاضِرِ وَالْبَادِيْ اَللّٰهُمَّ اَرِنِي الطَّلْعَةَ الرَّشِيْدَةَ وَالْغُرَّةَ الْحَمِيْدَةَ وَاكْحُلْ بَصَرِيْ بِنَظْرَةٍ مِّنِّيْ اِلَيْهِ وَعَجِّلْ فَرَجَهٗ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ اَزْرَهٗ وَقَوِّ ظَهْرَهٗ وَطَوِّلْ عُمُرَهٗ وَاعْمُرِ اللّٰهُمَّ بِهٖ بِلَادَكَ وَاَحْيِ بِهٖ عِبَادَكَ فَاِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ فَاَظْهِرِ اللّٰهُمَّ لَنَا وَلِيَّكَ ابْنَ ابْنَةِ نَبِيِّكَ الْمُسَمّٰى بِاسْمِ رَسُوْلِكَ صَلَوٰاتُكَ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ حَتّٰى لَا يَظْفَرَ بِشَيْءٍ مِّنَ الْبَاطِلِ اِلَّا مَزَّقَهٗ وَيُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَيُحَقِّقَهٗ اَللّٰهُمَّ اكْشِفْ هٰذِهِ الْغُمَّةَ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بِظُهُوْرِهٖ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا وَنَرَاهُ قَرِيْبًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ -

دعا کے قبول ہونے کی سب سے بڑی شرط خدا کی معرفت اور توبہ خلوص ہے جب دعا کرے تو اس

کے قبول ہونے کا یقین ہو دل کو مضبوط رکھے ناکامی کا خیال بھی نہ آنے پائے تاخیر سے نہ گھبرائے تضرّع و زاری کے ساتھ حاجت پیش کرتا رہے ضرور مقصد حاصل ہوگا خداوند عالم نے صحیح دعا کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور وعدہ خلافی اس کی شان کے خلاف ہے،، وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ پ ۲۴ ع ۱۱۔

استغاثہ و عریضہ

حضرات محمدؐ و آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم سے اپنی دعاؤں میں توسل ان سے مدد طلب کرنا ان کو بارگاہ الٰہی میں شفیع بنانا دعا کے قبول ہونے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے یہ حضرات رحلت وشہادت کے بعد بھی ہمارے مددگار ہمارے حالات سے خبردار ہماری آوازوں کو سننے والے ہمارے لئے دونوں جہان میں فیوض الٰہیہ کا واسطہ ہیں اور انہیں کے طفیل سے اس کی رحمت کا سلسلہ جاری ہے یوں تو جملہ حضرات آئمہ علیہم السلام شہداء راہ خدا ہیں اور زندہ ہیں لیکن حضرت حجت علیہ السلام امام زمانہ ہیں اور متصرف عالم ہیں آپ ہی کے مبارک وجود سے نظام عالم وابستہ ہے اس لئے جب کوئی مددگار نظر نہ آئے صبر کی گنجائش نہ رہے تو ایسی پریشانی کے موقع پر حضرت سے فریاد اور حضرت کے آباء طاہرین کی خدمات میں حضرت سے سفارش کی درخواست ہر بلا سے نجات وروائے حاجات کے لئے بہت کامیاب صورت ہے۔ مصیبت کی شدت پر جتنا ہو سکے اس طرح استغاثہ کیا جائے" یَا مَوْلَایَ اَدْرِکْنِیْ یَا صَاحِبَ الزَّمَانِ اَدْرِکْنِیْ۔ جب کسی مومن کو کوئی بڑی مشکل پیش آئے دشمنوں میں گھر جائے کسی بلا میں مبتلا ہو روزی تنگ ہو تو یہ عریضہ لکھ کر حضرت آئمہ علیہ السلام کے مشاہد مطہرہ میں حاضر کرے یا پاک مٹی میں بند کر کے دریا یا نہر یا گہرے کوئیں میں ڈالے،، عرضی حضرت کی بارگاہ میں پہنچے گی حضرت کفیل ہوں گے خداوند عالم حاجت پوری فرمائے گا"۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تَوَسَّلْتُ اِلَیْکَ یَا مَوْلَایَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ م ح م د بْنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ مُوْسیٰ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ النَّبَاءِ الْعَظِیْمِ وَالصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَعِصْمَۃِ اللَّاجِیْنَ بِاُمِّکَ سَیِّدَۃِ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ وَبِاٰبَائِکَ الطَّاهِرِیْنَ وَبِاُمَّهَاتِکَ الطَّاهِرَاتِ بِیٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ

اَلْحَکِیْمِ وَالْجَبَرُوْتِ الْعَظِیْمِ وَحَقِیْقَۃِ الْاِیْمَانِ وَنُوْرِ النُّوْرِ وَکِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ اَنْ تَکُوْنَ سَفِیْرِیْ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی فِیْ حَاجَتِیْ ... ...

اپنی حاجت تحریر کرے" اگر دریا وغیرہ میں ڈالنے کا ارادہ ہو تو ڈالتے وقت حضرت کے نائبوں سے اس طرح خطاب کرے" یَا عُثْمَانَ بْنَ سَعِیْدٍ وَیَا مُحَمَّدَ بْنَ عُثْمَانَ وَاصِلْ قِصَّتِیْ اِلٰی صَاحِبِ الزَّمَانِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ یہ دونوں صاحبان باپ بیٹے یکے بعد دیگرے حضرت کے پہلے دوسرے نائب رہے ہیں"

ہر جمعہ کا دن ہر پنجشنبہ کو عصر کا وقت۔ اور روز عاشورا ۱۵ شعبان کے شب و روز ماہ رمضان کی شب ہائے قدر مدروز نوروز" خصوصیت کے ساتھ تعجیل ظہور کی دعاؤں کے واسطے اور حضرت سے استغاثہ و فریاد کے اوقات ہیں ضرورت پر ایمان والوں کے لئے ہر وقت ہر تکلیف میں حضرت سے متوسل ہونا خداوند عالم کی طاعت و عبادت ہے اور اس کی قربت کا وسیلہ ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ۔ پ ۶ ع ۱۰۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تذکرۂ واقعاتِ ملاقات و معجزات حضرتِ

صاحب الامر علیہ السّلام

حضرات چہاردہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے ہم عدد چودہ بیانات مذکورہ کے بعد اس زمانہ غیبت کبریٰ میں حضرت امام الانس والجان صاحب العصر والزمان عجل اللہ فرجہ سے ملاقات کے سینکڑوں واقعات میں سے صرف ایک سو چودہ واقعات و معجزات بیان کئے جاتے ہیں تاکہ قرات قرآن صامت میں جتنی صورتیں نگاہوں کے سامنے آتی ہیں کم از کم اتنی ہی صورتیں زیارت قرآن ناطق کی ناظرین کے پیش نظر ہو جائیں یہ جملہ حکایات بڑے بڑے علمائے کرام و فضلائے عظام مومنین متقین زاہدین عابدین معتمدین صالحین کے بیانات ہیں جو چودہ حصوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہیں خداوند عالم نے بھی قرآن میں بہت سے ہدایت آمیز قصّے اسی لئے بیان فرمائے ہیں کہ پڑھنے والے پڑھ کر سننے والے سن کر غور کریں سبق لیں ایمان لائیں اور ایمان والے صراط مستقیم پر ثابت قدم رہیں۔ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الۡقَصَصُ الۡحَقُّ وَمَا مِنۡ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ ط وَاِنَّ اللّٰہَ لَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۵ پ ۳ ع ۱۴

واقعاتِ متعلقہ عظمت شانِ ملاقات

جناب علامہ ملا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کی عظمت و جلالت دنیا کی نگاہوں کے سامنے ہے جن کی تصنیفات و تالیفات میں بحار الانوار ہی ایسی جامع کتاب ہے کہ نہ اس سے قبل لکھی گئی اور نہ اس کے بعد ہوئی جو سارے عالم میں پھیلی ہوئی ہے اور جس کا ہر معتبر پر نام لیا جاتا ہے یہ کتاب اخبار و آثار رسولِ مختار و آئمہ اطہار کا ایسا دریائے زخار ہے جس میں صدہا کتب و رسائل سے

ہر مضمون کی حدیثیں جمع کی گئی ہیں اور ساڑھے تین سو کتابیں اس کا ماخذ ہیں اس کتاب کی پچیس جلدیں ہیں۔

اگر ان سب کو ایک جلد اور حیوۃ القلوب کی جلدوں کو ایک جلد شمار کیا جائے تب بھی مجلسی کی مصنفہ و مولفہ ساٹھ کتابیں اور رسالے ہوتے ہیں بلاد اسلامیہ میں کوئی شہر ایسا نہ ملے گا جو مجلسی کی کتابوں سے خالی ہو ہر شیعہ بستی میں کچھ نہ کچھ موجود ہوں گی بلکہ علمی ذوق کا ہر شیعہ گھر کسی نہ کسی کتاب سے آباد ہو گا۔ مجلسی علیہ الرحمۃ ہزاروں اہل علم کے استاد تھے کیونکہ محصّلین تو آتے جاتے رہا کرتے ہیں اور مجلسی کی مجلس درس میں بیک وقت ایک ہزار صاحبان دیکھے گئے ہیں۔ مجلسی دار السلطنۃ اصفہان میں شیخ الاسلام تھے اور اس نظر سے کہ مجتہد اعظم ہی مستحق حکومت ہے شاہ حسین صفوی کی جانب سے گویا سر پر حکومت پر متمکن تھے کس قدر حیرت کی بات ہے کہ حکومت کے کاموں میں بھی مشغولیت تھی مقدمات کے فیصلوں کی بھی ذمہ داری تھی تصنیفات کا بھی کیسا عظیم الشان سلسلہ تھا درس کا بھی شوق تھا نہ کبھی نماز جماعت فوت ہوئی نہ نماز جنازہ۔ یہ کرامت اس دعا کی برکت ہے جو علامہ کے والد ماجد نے بارگاہ الٰہی میں اس طرح کی تھی کہ ایک مرتبہ نماز تہجد سے فراغت کے بعد ان پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی جس سے اندازہ کیا کہ یہ وقت دعا کے قبول ہونے کا ہے جو سوال کروں گا پورا ہو جائے گا اسی خیال میں تھے کہ صاحبزادے کے رونے کی آواز آئی وہ اپنی والدہ کے پاس سو رہے تھے پس فوراً پدر بزرگوار نے انہیں کے لئے دعا کی کہ پروردگار میرے اس بچہ کو مروّج دین و ملّت ناشر احکام شریعت قرار دینا اور اس سلسلہ میں توفیقات غیر متناہیہ شامل حال فرما۔ مجلسیؒ کی ولادت ۱۰۳۷ھ میں ہوئی اور ۱۱۱۰ھ میں وفات ہے اصفہان میں قبر منور ہے۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں منجملہ ایسے واقعات کے جو ان کے قریبی زمانہ کے لوگوں سے منقول ہیں مقدس اردبیلی علیہ الرحمۃ کے متعلق حضرت حجّت علیہ السلام سے ملاقات کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے۔ جناب محقق مدقق مولانا احمد بن محمد مقدّس اردبیلی اعلی اللہ مقامہ کا تقدس و تقویٰ اس درجہ کا تھا کہ مقدّس لقب ہو گیا تھا کہا جاتا ہے کہ جب کربلا معلّٰی میں مقیم ہوتے تو روضۂ مبارکہ سے ایک میل تک رفع حاجت نہ فرماتے تھے جب نجف اشرف سے کاظمین یا سامرہ کرایہ

کی سواری لے کر جاتے اور واپسی میں کوئی شخص کسی کے لئے خط دے دیتا تو اس کو جیب میں رکھ کر پیدل چلتے اور فرمایا کرتے تھے کہ مالک نے سواری پر اس خط کے بار کی صاف اجازت نہیں دی ہے جب گھر سے نکلتے تو سر پر بڑا عمامہ ہوتا تھا تاکہ اگر کوئی حاجت مند راستہ میں کپڑا مانگے تو اس میں سے پھاڑ کر دے دیں ۹۹۳ھ میں رحلت فرمائی نجف اشرف میں روضۂ مبارکہ کے منارے سے متصل قبر مقدّس ہے"

یہ واقعہ فاضل جلیل امیر علام سے نقل کیا گیا ہے جو مقدس اردبیلی کے خاص شاگرد اور اسم بامسمیٰ علاّمہ تھے ان کا یہ بیان ہے کہ ایک شب کو میں مطالعہ سے فارغ ہو کر صحن اقدس امیرالمومنین علیہ السلام میں اپنے حجرہ سے باہر آیا تو رات زیادہ گزر چکی تھی اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا کہ ایک صاحب روضۂ مبارکہ کی جانب آئے میں انکی طرف ذرا آگے بڑھا اگرچہ انہوں نے تو مجھ کو نہ دیکھا لیکن میں نے پہچان لیا کہ وہ استاد مقدّس اردبیلی ہیں میں ان سے اپنے کو چھپائے رہا یہاں تک کہ وہ در اقدس تک پہنچ گئے دروازہ مقفل تھا لیکن ان کے پہنچنے پر قفل گر پڑا دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گئے جس کے بعد ان کے بولنے کی ایسی آواز میں نے سُنی کہ جیسے وہ کسی سے باتیں کر رہے ہیں پھر وہ باہر آئے اور دروازہ بند ہو گیا اس کے بعد وہ چل پڑے میں بھی پوشیدہ طور سے ان کے پیچھے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ نجف سے نکل کر ان کا رخ مسجد کوفہ کی طرف ہو گیا میں نے بھی یہ راستہ ان کے ساتھ اس طرح طے کیا کہ انہوں نے مجھ کو نہ دیکھا بالآخر مسجد میں داخل ہوئے اور امیرالمومنین علیہ السلام کی محراب شہادت کی طرف آئے وہاں بہت دیر تک ٹھہرے اور طویل توقف کے بعد واپس ہوئے پھر مسجد سے باہر آ کر نجف ہی کی طرف چلے اب بھی میں پوشیدہ طریقہ سے ساتھ ساتھ رہا لیکن مسجد حنانہ کے قریب مجھے ایسی کھانسی اٹھی جس کو میں نہ روک سکا اور انہوں نے مجھ کو پہچان لیا اور فرمایا کہ امیر علاّم تم یہاں کیا کر رہے ہو میں نے عرض کیا کہ جب آپ روضۂ مقدسہ میں داخل ہوئے تھے اسی وقت سے میں آپ کے ساتھ ہوں آپ کو امیرالمومنین علیہ السلام کے حق کی قسم ہے کہ آج رات از اوّل تا آخر جو صورت پیش آئی ہے بیان فرما دیجئے روضۂ مبارک میں کس سے گفتگو ہوئی اور مسجد کوفہ میں کس سے ملاقات تھی فرمایا کہ اگر تم مجھ سے یہ عہد کرو کہ میری زندگی بھر کسی سے نہ کہو گے تو ظاہر کر سکتا ہوں چنانچہ

میں نے وعدہ کر لیا تب فرمایا کہ میں بعض مسئلوں میں بہت متفکر تھا جو حل نہ ہوتے تھے جس پر میرے دل میں یہی آیا کہ بارگاہ امیرالمومنین علیہ السلام میں حاضر ہو کر سوال کروں جب میں در مبارک پر پہنچا تو تم نے دیکھا کہ بغیر کنجی کے قفل کھل گیا اور اندر داخل ہو کر خداوند عالم سے تفرع وزاری کے ساتھ میں نے یہ دعا کی کہ میرے مولا کی طرف سے ان باتوں کا جواب مجھ کو مل جائے پس قبر منوّر سے آواز آئی کہ مسجد کوفہ جاؤ اور اپنے امام زمانہ سے پوچھو میں حسب حکم یہاں آیا اور جو کچھ دریافت کرنا تھا سب کے جوابات حضرت حجّت علیہ السّلام سے مل گئے اور اب اپنے گھر واپس جا رہا ہوں "

۲

جناب محقق علاّمہ شیخ جمال الدین ابو منصور عاملی فرزند عالم ربانی جناب شہید ثانی یکتائے روزگار جلیل القدر عظیم الشان عالم متبحر تھے مشہور کتاب معالم الاصول آپ ہی کی ہے قوانین و رسائل سے پہلے اسی پر اجتہاد کا دارومدار تھا آقا سید محمد علیہ الرحمۃ جن کی کتاب مدارک ہے علاّمہ کے بھانجے تھے دونوں ماموں بھانجے مقدس اردبیلی اور عبداللہ یزدی کے درس میں اس طرح شریک رہے ہیں کہ جیسے ایک ماں کے دو شیر خوار بچے اور ہر ایک کی یہ کوشش رہتی تھی کہ دوسرے سے آگے بڑھ جائے علاّمہ کی ولادت ۹۵۹ھ میں ہوئی اور ۱۰۱۱ھ میں وفات ہے دس پشتوں تک آپ کے آباؤ اجداد اکابر علماء و مجتہدین میں شمار ہوتے رہے ہیں۔

صاحب کتاب در منثور آقا شیخ علی جو علاّمہ موصوف کے پوتے اور مشاہیر اہل علم و کمال سے تھے اپنے جد بزرگوار کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب وہ حج کو تشریف لے گئے تو یہ فرمایا تھا کہ میں اس سفر میں اس کا بھی امیدوار ہوں کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے کیونکہ حضرت ہر سال حج فرماتے ہیں چنانچہ وقوف عرفات میں جب انہوں نے یہ چاہا کہ اطمینان کے ساتھ گوشہ تنہائی میں دعاؤں کا موقع مل جائے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم سب باہر چلے جاؤ اور در خیمہ پر بیٹھ کر مشغول دعا ہو۔ اس اثنا میں ایک صاحب جن کو وہ نہ پہچانتے تھے خیمہ کے اندر داخل ہوئے سلام علیک ہوئی اور بیٹھ گئے جد بزرگوار فرماتے تھے کہ اس وقت ان صاحب کے آنے سے ایسی ہیبت مجھ پر طاری

ہوئی کہ مبہوت ہو گیا اور بات کرنے کی طاقت نہ رہی انہوں نے مجھ سے کلام فرمایا اور اٹھ کر چلے گئے لیکن جس وقت وہ خیمہ سے نکل رہے تھے مجھے اپنی امید کا خیال آیا اور فوراً جلدی سے باہر نکلا مگر وہ صاحب دکھائی نہ دیئے تب میں نے اپنے ہمراہیوں سے پوچھا ان سب نے کہا کہ ہم نے تو اس وقت نہ کسی کو خیمہ میں داخل ہوتے دیکھا اور نہ کسی کو نکلتے ہوئے دیکھا۔

۳

علامہ آقا حسین بن محمد تقی نوری طبری علیہ الرحمتہ قریبی زمانہ کے علماء میں بڑے محقق متبحر عالم تھے حجتہ الاسلام سرکار میرزا محمد حسن شیرازی اعلی اللہ مقامہ کے معتمدین مخصوصین میں سے تھے علامہ نوری کی موئلفہ و مصنفہ کتب قابل قدر یادگار ہیں خصوصاً حضرت حجت علیہ السلام کے حالات بابرکات میں جنتہ الماویٰ و نجم ثاقب بڑی لاجواب عظیم الشان مشہور کتابیں ہیں ۱۲۵۴ھ میں پیدائش ہوئی اور ۱۳۲۰ھ میں انتقال فرمایا چھیاسٹھ سال عمر ہوئی نجف اشرف ایوان مبارک میں دفن ہیں دونوں مذکورہ کتابوں میں چند واقعات بحرالعلوم قدس سرہ کے بیان کیئے گئے ہیں۔ فخر الشیعہ زین الشریعہ آیتہ اللہ بحرالعلوم آقا سید مہدی طبا طبائی اعاظم علماء نجف اشرف سے صاحب کرامات و مقامات عالیات بزرگ گزرے ہیں جن کی یہ منزلت تھی کہ جب حجاز تشریف لے گئے ہیں تو اس سفر میں یہودیوں کی کثیر جماعت آپ کے حالات دیکھ کر ایمان لے آئی تھی۔ جناب غفران مآب مولانا سید دلدار علی صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ جو ہندوستان کو دارالایمان بنانے والے تیرھویں صدی کے رہنما ہیں بحرالعلوم کے درس میں شریک رہے تھے جب جناب غفران مآب نے تحصیل علم کے لئے سفر عراق فرمایا ہے تو ایک بزرگ مجاور نجف اشرف کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر بفرض محال اس زمانہ میں بحرالعلوم عصمت کا دعوےٰ بھی کریں تو کسی کو جرح قدح کی مجال نہیں ہے۔ یہ متواتر خبر ہے کہ بحرالعلوم کو بہت سی مرتبہ حضرت حجت علیہ السلام کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے نجف میں آپ کا جلیل خاندان آل بحرالعلوم کے نام سے مشہور ہے۔ ولادت ۱۱۵۵ھ میں کربلا معلیٰ میں ہوئی اور ۱۲۱۲ھ میں نجف اشرف میں رحلت فرمائی باب مسجد طوسی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

بحر العلوم کے متعلق یہ واقعہ صاحب جنتہ الماوی و نجم ثاقب نے اپنے دوست عالم عامل عارف کامل آغا علی رضا سے اور انہوں نے عالم جلیل مولانا آغا زین العابدین سلماسی سے نقل کیا ہے جو بحر العلوم کے خاص شاگرد اور مختار کار و داروغہ تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں بحر العلوم کی مجلس درس میں حاضر تھا کہ جناب محقق میرزا ابو القاسم علیہ الرحمتہ جب عجم سے عراق آئے تو بحر العلوم کی ملاقات کے لئے بھی تشریف لائے اس وقت سو آدمیوں سے زیادہ مجمع تھا جب سب لوگ چلے گئے اور صرف تین ایسے صاحبان بیٹھے رہ گئے جو مدارج اجتہاد پر فائز تھے تو محقق نے بحر العلوم سے کہا کہ آپ نجف اشرف میں مقیم ہیں جہاں قرب مکان ظاہری و باطنی اور ولایت روحانیہ و جسمانیہ حاصل ہے اس خوان نعمت کی نعمتوں میں سے اور اس باغ جنّت کے پھلوں سے کچھ ہمیں بھی تصدق دیجئے تاکہ ہمارے سینے منوّر ہوں بحر العلوم نے یہ سُن کر فوراً کہا کہ میں پرسوں شب جمعہ کو کوفہ میں تھا اور یہ ارادہ کئے ہوئے کہ اول صبح نجف پہنچ جاؤں گا تاکہ درس معطل نہ ہو اسی مقصد سے جب باہر آیا تو میرے دل میں مسجد سہلہ کا شوق پیدا ہوا لیکن اس تردد میں تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں ایک قدم آگے بڑھتا تھا ایک پیچھے ہٹتا تھا جو یکایک ایسی تیز ہوا چلی اور آندھی سی آئی جس نے اُٹھا کر مجھ کو مسجد سہلہ کے دروازے پر پہنچا دیا میں اندر داخل ہوا دیکھا کہ مسجد زائرین سے بالکل خالی ہے مگر ایک جلیل القدر بزرگ مناجات میں مشغول ہیں اور ایسے کلمات ادا کر رہے ہیں جن سے سخت دلوں پر بھی رقت طاری ہو جائے اور پتھریلی آنکھیں بھی آنسو بہانے لگیں میرے ہوش اڑ گئے حالت متغیّر ہو گئی پاؤں لرزنے لگے آنکھوں سے اشک جاری تھے ایسے الفاظ میرے کانوں نے کبھی سُنے تھے نہ ادعیۂ ماثورہ میں کبھی آنکھوں نے دیکھے تھے وہ اس مناجات سے فارغ ہو کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فارسی زبان میں فرمایا " مہدی بیا مہدی بیا " یعنی مہدی آؤ مہدی آؤ یہ سن کر میں آگے بڑھا اور ادب کے خیال سے چند قدم پر رک گیا پھر انہوں نے آگے بڑھنے کے لئے فرمایا جس پر اور تھوڑا سا بڑھا مگر پھر ٹھہرا تب انہوں نے یہ کہہ کر حکم دیا کہ ادب تعمیل حکم کا نام ہے یہ سُن کر میں آگے بڑھا اور اتنا قریب ہو گیا کہ میرا ہاتھ ان تک اور ان کا دست مبارک مجھ تک پہنچ جائے اس وقت

انہوں نے یہ بات فرمائی" آقا سلماسی کہتے ہیں کہ" یہاں تک بیان کرکے اس آخری فقرے کے بعد بحرالعلوم یکا یک رُک گئے اور اس بات کو ظاہر نہ کیا بلکہ کلام کا رخ بدل کر اس امر میں گفت گو کرنے لگے جس کا اس واقعہ کے بیان سے پہلے ذکر ہو رہا تھا اور محقق نے دریافت کیا تھا کہ آپ کی قلت تصانیف کا کیا سبب ہے لیکن باوجود ٹالنے کے محقق نے پھر اسی واقعہ کو چھیڑا کہ ان بزرگ نے کیا فرمایا تھا جس پر بحرالعلوم نے ہاتھ سے ایسا اشارہ کیا جس کا منشا یہ تھا کہ" بس اب یہ ایک راز ہے جو اس وقت بیان نہیں ہو سکتا "

جناب محقق میرزا ابوالقاسم بن حسن قمی جاپلاقی علیہ الرحمۃ علماء و فقہاء میں بڑے بلند پایہ صاحب کرامت فقیہہ محقق تھے اور استادالکل آقا محمد باقر بہبہانی کے خاص شاگرد تھے کتاب قوانین الاصول جو درس میں داخل ہے آپ ہی کی یادگار ہے ۱۲۳۱ھ میں انتقال فرمایا ہے۔

۴

مذکورہ بالا کتابوں میں یہ واقعہ بھی اسی سلسلہ سے نقل ہے آقا سلماسی بیان فرماتے ہیں کہ میں بحرالعلوم قدس سرّہ کی مجلس درس میں حاضر تھا ان سے ایک شخص نے زمانہ غیبت کبریٰ میں حضرت حجّت علیہ السلام کی ملاقات کے متعلق سوال کیا کہ آیا موجودہ زمانہ میں حضرت کی زیارت ممکن ہے" اس وقت ان کے ہاتھ میں حُقّہ تھا سائل کو کچھ جواب نہ دیا خاموش رہے اور سر جھکا کر آہستہ آہستہ بار بار یہ فرماتے رہے جو میں نے سُنا کہ اس شخص کو کیا جواب دوں حالانکہ حضرت نے مجھ کو اپنے سینہ سے لگایا ہے بالآخر سوال کرنے والے سے صرف اتنا جواب میں فرمایا کہ اخبار اہل عصمت میں تو حضرت کے دیکھنے کا دعوےٰ کرنے والے کو جھوٹا کہا گیا ہے۔ بیان ملاقات میں ایسے ارشادات کے مطلب کا ذکر ہو چکا ہے اور سائل کو علاّمہ مرحوم کا صاف صاف جواب نہ دینا کسی خاص وقتی شرعی مصلحت پر مبنی تھا۔

۵

انہیں کتابوں میں حکایت ہے کہ متورع متقی صالح صفی شیخ احمد نجفی نے نقل کیا

کہ ان کے دادا مولانا محمد سعید صد تو مانی جو بحر العلوم علیہ الرحمتہ کے شاگردوں میں سے تھے ان کا یہ بیان مجھ تک پہنچا ہے کہ ایک روز بحر العلوم کی مجلس میں واقعات ملاقات حضرت حجّت علیہ السّلام کا ذکر ہونے لگا منجملہ اور لوگوں کے بیانات کے خود بحر العلوم نے بھی فرمایا کہ ایک روز میرا دل چاہا کہ مسجد سہلہ میں جا کر نماز پڑھوں وقت ایسا تھا جس میں لوگوں سے مسجد خالی ہونے کا گمان تھا میں اسی خیال سے چلا جب وہاں پہنچا تو مسجد کو بھرا ہوا پایا ذکر و قرأت کی آوازیں بلند تھیں حالانکہ میں یہ سمجھے ہوئے تھا کہ اس وقت یہاں کوئی نہ ہوگا میں نے دیکھا کہ نماز جماعت کے لئے صفیں درست ہونے لگیں مجمع اتنا تھا کہ کہیں جگہ خالی نہ رہی تب میں ایک کنارہ پر دیوار سے مل کر ذرا اونچے مقام پر کھڑا ہوا تا کہ دیکھوں کہ کسی طرف کوئی گنجائش ہے یا نہیں صرف ایک صف میں اتنی جگہ دکھائی دی کہ ایک شخص کھڑا ہو سکے چنانچہ میں اس جانب گیا اور جا کر کھڑا ہو گیا۔ یہاں تک بحر العلوم نے فرمایا تھا جو حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب کہنے لگے کہ یہ بھی تو فرمائیے کہ میں نے حضرت کو دیکھا" اس کہنے پر بحر العلوم ساکت ہو گئے اور ایسے خاموش ہوئے گویا سو رہے ہیں اس کے بعد ہر چند کوشش کی گئی لیکن آپ نے اس بیان کو پورا نہ فرمایا۔

۶

صاحب جنتہ الماوئی کا بیان ہے کہ مجھ سے فاضل صالح مرزا حسین لاہجی نے جو علماء میں بڑے معتمد تھے عالم ربّانی مولانا زین العابدین سلماسی مذکور سے نقل کیا ہے کہ ایک روز علّامہ بحر العلوم اعلی اللہ مقامہ جب حرم امیر المومنین علیہ السلام میں آئے تو لحن کے ساتھ اس مصرعہ کو پڑھنا شروع کر دیا "چہ خوش است صورت قرآن ز تو دلربا شنیدن" یعنی مولا آپ کے قرآن پڑھنے کی کیسی پیاری آواز آ رہی ہے" جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ حرم محترم میں آ کر میں نے دیکھا کہ حضرت حجّت علیہ السلام قبر مبارک کے سرہانے بیٹھے ہوئے باواز بلند قرآن پڑھ رہے ہیں جس کو سن کر فوراً میں نے بھی یہ مصرعہ پڑھا اور حضرت اسی وقت تلاوت ختم فرما کر تشریف لے گئے"

۷

نجم ثاقب میں آقا سلماسی سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک روز حرم عسکرین علیہما السّلام میں

علّامہ بحرالعلوم کے ساتھ میں نماز پڑھ رہا تھا دوسری رکعت کا تشہد ختم کرکے اٹھنے کا قصد تھا کہ یکایک ان پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ اٹھنے میں کچھ توقف ہوا جس کے بعد کھڑے ہوگئے جب نماز سے فراغت ہوئی تو ہم سب متعجب تھے مگر کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئی اور نہ کسی کو ان سے دریافت کرنے کی جراُت ہوئی یہاں تک کہ قیام گاہ پر پہنچے دسترخوان بچھایا گیا اس وقت منجملہ اصحاب بعض سادات نے میری طرف اشارہ کیا کہ اس توقف کا سبب پوچھو لیکن میں نے انکار کیا اور کہا کہ آپ لوگ زیادہ قریب ہیں خود سوال کیجئے جس پر علّامہ متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا گفتگو ہے تب میں نے جسارت کی اور عرض کیا کہ یہ صاحبان اس کیفیت کی وجہ معلوم کرنا چاہتے ہیں جو اس وقت نماز میں پیش آئی جواب دیا کہ "حضرت حجّت علیہ السّلام اپنے پدر بزرگوار کے سلام کے لئے روضۂ مبارکہ میں تشریف لائے تھے جس سے میری یہ صورت ہوئی اور اس وقت تک رہی کہ حضرتؑ واپس ہوگئے"۔

۸

صاحب کتاب مذکور نے تحریر فرمایا ہے کہ عادل وامین ومعتمد آغا محمدؒ نے جو مجاور کاظمین اور چالیس سال سے روضۂ مبارکہ میں روشنی کے مہتمم ہیں اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کیا کہ ایک مرتبہ عالم ربّانی ومویّد سُبحانی مولانا آقا زین العابدین سلماسی ان کے اہل وعیال کا اور میرا سرداب مقدس میں روز جمعہ ساتھ ہوگیا وہاں موصوف اس طرح دعا وندبہ پڑھنے میں مشغول ہوئے کہ برابر رقّت طاری تھی اور بے قراری میں فریادیوں کی طرح گریہ وبکا کی آواز بلند تھی ہم لوگ بھی انہیں کے ساتھ دعا پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اس وقت سوائے ہمارے وہاں کوئی اور نہ تھا اسی اثنا میں یکایک مشک کی خوشبو سرداب میں ایسی پھیلی کہ تمام فضا معطّر ہوگئی اور ہماری یہ کیفیت ہوئی کہ اپنی حالت پر نہ رہے کلام کی قدرت نہ تھی نہ حرکت کی طاقت سب کے سب بالکل خاموش اور عالم حیرت میں تھے لیکن تھوڑی دیر میں وہ خوشبو بند ہوگئی جس کے بعد ہم سنبھلے اور پھر اسی طرح دعا میں مصروف ہوگئے جب واپس ہوئے اور گھر لوٹے تو میں نے آقا سلماسی سے اس خوشبو کی وجہ دریافت کی فرمایا کہ تمہیں اس سوال کی کیا ضرورت ہے اور جواب دینے سے اعراض کیا یہ بھی

لکھا ہے کہ مولانا علی رضا جو آقا سلماسی کے رازدار دوست تھے ان سے حضرت حجت علیہ السلام کی ملاقات کے متعلق اس خیال سے ایک مرتبہ سوال کیا کہ ان کو بھی اپنے استاد بحر العلوم کی طرح شرف حضوری حاصل ہے تو جواب میں انہوں نے حرف بحرف یہ واقعہ بیان فرمایا تھا۔

۹

اعلم اعظم جناب شیخ مرتضےٰ انصاری اعلی اللہ مقامہ کی عظمت و جلالت ان کی عظیم الشان تصنیفات سے ظاہر و روشن ہے ایک کتاب مکاسب اور دوسری رسائل جماعت علماء میں ایسی مقبول ہیں جو مدت سے درس میں داخل اور موجودہ زمانہ میں معیار اجتہاد ہیں ۱۲۱۴ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۲۸۱ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ کے متعلق یہ واقعہ صاحب کتاب دارالسلام نے اپنے ہم عصر برادر ایمانی فاضل ربانی آقا میرزا حسن آشتیانی سے نقل فرمایا ہے جو جناب شیخ موصوف کے شاگرد تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم کچھ طلبہ حرم امیرالمومنین علیہ السلام میں مشرف ہو رہے تھے جو ایک شخص کو صحن اقدس میں دیکھا کہ اس نے آکر شیخ استاد کو سلام کیا اور مصافحہ میں ہاتھوں کو چوما بعض لوگوں نے جناب شیخ سے اس کا تعارف کرایا کہ ان صاحب کا یہ نام ہے اور جفر و رمل کے بڑے ماہر ہیں بڑے روشن ضمیر ہیں دل کی بات بتا دیتے ہیں یہ سن کر شیخ متبسّم ہوئے اور بنظر امتحان فرمایا کہ اگر ایسی خبر دیتے ہو تو یہ بتاؤ کہ اس وقت میرے دل میں کیا ہے عرض کیا کہ آپ کے دل میں یہ سوال ہے کہ آیا میں نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھا ہے ؟ ہاں دو مرتبہ حضرت کی زیارت سے آپ شرف یاب ہوئے ہیں ایک دفعہ سرداب مقدس میں دوسری بار اور جگہ یہ سنتے ہی فوراً جناب شیخ کھڑے ہو گئے اور وہاں سے اس طرح تشریف لے گئے جیسے کہ وہ شخص جو دوسروں پر اپنی پوشیدہ بات کا اظہار نہ چاہتا ہو۔

کتاب دارالسلام عمدۃ العلماء شیخ محمود میثمی نجفی طہرانی کی مولفہ ہے جو صاحب تصنیفات عالم ہیں یہ کتاب ۱۳۰۱ھ کی تالیف ہے۔

جناب حاج محمد حسن قزوینی مرحوم کتاب ریاض الشہادۃ میں جو ۱۲۲۷ھ کی تالیف

ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں حضرت حجّت علیہ السلام کے جو معجزات ظاہر ہوتے رہے ہیں ان کا شمار نہیں ہو سکتا مجھ کو جب بھی سرداب مقدس میں تضرع وزاری کا اتفاق ہوا تو اسی شب کو حضرت کو نوازش فرماتے ہوئے خواب میں دیکھا اور دن میں وہ تمام خواہشیں پوری ہو گئیں جو عرض کی تھیں اور جن کے متعلق حضرت نے وعدہ فرمایا تھا بلکہ ایک دفعہ دشمنوں اور چوروں سے حفاظت کے بارے میں عجیب وغریب معجزہ ہو چکا ہے جس کی تفصیل بہت طویل ہے اور وہ لوگ جن کے متعلق میں نے یہ بھی سُنا ہے کہ وہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے یا میں نے خود ان صاحبان کو دیکھا ہے ان سب کی اتنی تعداد ہے جن کے واقعات جمع کرنے کے لئے بڑے بڑے مجلد درکار ہیں باوجود اہل سامرہ کے تعصب وعناد کے وہاں کے چھوٹے بڑے مرد عورت اور دیگر اطراف کے رہنے والے شیعہ واہلسنّت اور عرب وعجم کے زائرین سب سے متواتر طریقہ پر یہ خبریں سُنی ہیں کہ ہر سال وہاں حضرت چند مرتبہ زیارت کے لئے تشریف لاتے ہیں اور بیشتر تشریف آوری ایسی اندھیری راتوں میں ہوتی ہے کہ بادل گرج رہا ہے بارش ہو رہی ہے لیکن اس تاریکی میں ساری فضا زمین سے آسمان تک ایسی روشن ہو جاتی ہے کہ جیسے دن نکل آیا اور ہر چیز لکڑی وغیرہ جو بھی کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے اس کا سرا مثل شمع کے چمکنے لگتا ہے اور عورتیں بچے یہ تمام صورتیں دیکھ کر صدائے ہَلْہَلَہْ بلند کرنے لگتے ہیں جیسا کہ شادی اور خوشی کے موقع پر عربوں کا دستور ہے ایک مقدس بزرگ عالم دین کا یہ بیان ہے کہ ہم لوگ سامرہ میں روضۂ مبارکہ کے اندر مشغول زیارت تھے آدھی رات ہو چکی تھی اور علاوہ اس روشنی کے جو اندر باہر ہو رہی تھی ہم چھ سات آدمیوں کے ہاتھ میں شمعیں بھی تھیں جو یکایک سب گل ہو گئیں ہم نے دیکھا کہ کسی دوسرے نور سے ساری عمارت منوّر ہو رہی ہے عورتوں میں شور ہے اس وقت ہمارے بدنوں میں لرزہ پڑ گیا جسم ایسے کانپے کہ دانت سے دانت بجنے لگے دہشت عظیم طاری تھی بولنے کی قوت نہ تھی جس سے یقین ہو گیا کہ اب حضرت تشریف لائے ہیں نقل کرنے والے بزرگ نے قسم کھا کر یہ بھی جان لیا کہ میری جیب میں لوہے کی کنجی تھی جب اس کو نکالا تو وہ مشعل کی طرح چمک رہی تھی

۱۱

صاحب کتاب مفتاح النبوۃ فاضل ملا رضا ہمدانی نے اس کلام کے ضمن میں کہ حضرت حجت علیہ السلام کی زیارت سے مخصوص حضرات مشرف ہوتے رہے ہیں تحریر فرمایا ہے کہ اب سے پچاس سال پہلے منجملۂ علما متقین مولانا عبدالرحیم دماوندی کو بھی یہ شرف حاصل ہوا ہے جن کے صلاح و تقوے میں کسی کو کلام کی مجال نہیں انہوں نے خود اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے گھر کے اندر ایسی اندھیری رات میں جس کی تاریکی سے کوئی چیز نظر نہ آتی تھی حضرت کو اس طرح دیکھا ہے کہ جانب قبلہ تشریف فرما ہیں اور چہرۂ مبارک سے ایسا نور ساطع ہے جس کی روشنی میں قالین کے نقش و نگار دکھائی دینے لگے تھے۔

۱۲

صاحب جنۃ الماوی تحریر فرماتے ہیں کہ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا سید محمد رضوی نجفی معروف بہ ہندی نے جو اتقیاء علماء و آئمۂ جماعت حرم امیرالمومنین علیہ السلام میں سے تھے مجھ سے یہ بیان فرمایا کہ مرد صالح حاجی عبداللہ واعظ جن کی آمد و رفت مسجد سہلہ و مسجد کوفہ میں بہت زیادہ رہتی تھی ان کے متعلق عالم معتمد شیخ باقر بن شیخ ہادی کاظمی مجاور نجف اشرف نے شیخ مہدی زریجادی سے نقل کیا ہے کہ میں ایک مرتبہ مسجد کوفہ میں تھا جو حاجی عبداللہ کو دیکھا کہ وہ نصف شب کے بعد نجف جانے کا ارادہ کر رہے ہیں تاکہ علی الصباح وہاں پہنچ جائیں میں بھی ان کے ہمراہ ہو لیا جب ہم اس کنوئیں پر پہنچے جو وسط راہ میں واقع ہے تو ایک شیر نظر آیا جس کو دیکھتے ہی میں رک گیا جس پر حاجی عبداللہ نے کہا کیا بات ہے میں نے جواب دیا کہ وہ سامنے شیر بیٹھا ہوا ہے انہوں نے کہا کہ آؤ اور بالکل مت ڈرو میں نے کہا کہ میری تو ہمت نہیں ہوتی ان کا چلنے پر اصرار تھا اور میری طرف سے انکار یہاں تک کہ وہ کہنے لگے کہ اچھا میں بڑھتا ہوں شیر کے آگے کھڑا ہو جاؤں گا تو بھی چلو گے یا نہیں تب میں نے اقرار کیا کہ ہاں یہ ہو سکتا ہے چنانچہ یہی ہوا کہ وہ آگے بڑھے اور شیر کے پاس پہنچ کر اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا یہ دیکھ کر

ہیں بھی مارے خوف کے دوڑتا ہوا نکل گیا اور حاجی مذکور چل کر میرے پاس پہنچ گئے اور شیر وہیں بیٹھا رہا" انہیں کے متعلق یہ واقعہ آغا شیخ باقر موصوف نے بیان کیا کہ میرے ماموں قاری شیخ محمد علی جو فن قرأت میں تین کتابوں کے مصنف اور واقعات کربلا میں از اوّل تا آخر ایسی کتاب کے مؤلف ہیں جس کو بڑی خوبی سے ترتیب دیا گیا ہے اور احادیث منتخبہ پر مشتمل ہے ایک مرتبہ میں ایام جوانی میں ان کے ہمراہ مسجد سہلہ گیا اس زمانہ میں یہ موقع رات کو بہت وحشتناک رہتا تھا اور نئی آبادی نہ تھی مسجد میں پہنچ کر مقام حضرت حجّت علیہ السّلام میں ہم نے نماز تحیہ پڑھی فراغت کے بعد وہاں سے روانہ ہو گئے ماموں تمبا کو وغیرہ کی تھیلی اٹھانا بھول گئے جو مسجد کے دروازہ پر یاد آئی اور انہوں نے مجھ کو اس کے لانے کے لئے لوٹایا عشا کا وقت تھا میں واپس ہو کر اس مقام مقدس تک آیا وہ تھیلی مل گئی لیکن میں نے یہ دیکھا کہ وہاں درمیان حصّہ میں ایسی چمک ہے جیسے آگ کا بڑا انگارہ مشتعل ہوتا ہے جس سے میں ڈر گیا اور ہراساں ترساں اپنے ماموں کے پاس پہنچ کر یہ کیفیت میں نے بیان کی انہوں نے کہا کہ ہم ابھی مسجد کوفہ چلتے ہیں وہاں حاجی عبداللہ سے دریافت کریں گے وہ ضرور اس صورت سے واقف ہوں گے وہ یہاں بہت آتے جاتے رہتے ہیں چنانچہ ہم مسجد کوفہ پہنچے اور ماموں نے اس روشنی کے متعلق جو میں نے دیکھی تھی حاجی صاحب سے سوال کیا جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ میں بہت سی مرتبہ یہی صورت دیکھتا رہا ہوں اور جملہ مقامات زیارت میں حضرت حجّت علیہ السّلام کے مقام کی یہ خصوصیّت ہے۔

واقعات اعمال ملاقات

۱۳

جناب علّامہ سید محمد باقر قزوینی نجفی اعلی اللہ مقامہ اعیان علماء میں ایسے جلیل القدر صاحب کرامات بزرگ تھے کہ دو سال پہلے سے ۱۲۴۶ھ میں عراق کے اندر وباد طاعون پھیلنے کی خبر دے دی تھی اور ارشاد فرماتے تھے کہ اس موقع پر سب سے آخر میں میری موت واقع ہو گی جس کے بعد یہ بیماری دفع ہو جائے گی امیرالمومنین علیہ السّلام نے خواب

ہیں ان باتوں سے مجھ کو آگاہ فرما دیا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا مرحوم کا قابل حیرت کارنامہ اس زمانہ میں یہ تھا کہ شہر میں اور شہر سے باہر چالیس ہزار سے زیادہ مرنے والوں کی تجہیز و تکفین کے متکفل رہے اور سب پر خود نماز میّت پڑھی بیس بیس تیس تیس جنازوں پر ایک ساتھ نماز ہو جاتی تھی بلکہ ایک روز ایک ہزار نفر پر ایک ہی نماز پڑھی گئی" علامہ کے اخلاص کی یہ حالت تھی کہ کسی کو اپنے ہاتھوں کا بوسہ نہ لینے دیتے تھے لوگوں کو دست بوسی کے لئے حرم اقدس میں ان کے آنے کا انتظار رہا کرتا تھا جب وہاں پہنچتے تو یہ کیفیت ہو جاتی کہ لوگ ہاتھ چومتے اور علّامہ کو اس طرف توجہ نہ ہوتی تھی "

جنتہ الماویٰ میں ہے کہ مولانا سید محمد رضوی نجفی معروف بہ ہندی نے نقل فرمایا کہ علّامہ قزوینی موصوف کے فرزند سید جعفر نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں اپنے والد کے ساتھ مسجد سہلہ کی طرف جا رہا تھا جب ہم قریب مسجد کے پہنچے تو میں نے یہ عرض کیا کہ لوگوں سے یہ سنتے ہیں کہ جو شخص چالیس شب چہار شنبہ مسجد سہلہ میں حاضر ہو تو وہ صاحب الامر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اس کی کوئی اصل معلوم نہیں ہوتی جس پر انہوں نے غصّہ سے فرمایا کہ کیوں" کیا صرف اس وجہ سے کہ تم نے حضرت کو نہیں دیکھا اور جو تم نہ دیکھو تو اس کی کوئی اصلیت ہی نہیں، اسی طرح انہوں نے اور کلمات ادا فرمائے جن سے میں بہت نادم ہوا بالآخر ہم مسجد میں داخل ہوئے اس وقت وہ لوگوں سے خالی تھی والد دو رکعت نماز استجازہ کے لئے درمیان مسجد میں کھڑے ہو گئے جو ایک صاحب مقام حضرت حجّت علیہ السلام کی طرف سے تشریف لائے ان سے والد کا سلام و مصافحہ ہوا ذرا وہ ہٹے تھے کہ والد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جانتے ہو یہ کون تھے میں نے کہا کیا یہی امام زمانؑ ہیں فرمایا کہ پھر کون ہیں یہ سن کر میں دوڑا اور مسجد کے اندر باہر ہر طرف تلاش کیا مگر کوئی دکھائی نہ دیا "

۱۴

صاحب جنتہ الماویٰ نے تحریر فرماتے ہیں کہ عالم عامل فقیہہ کامل آقا سید محمّد کاظمی نے جو استاد اعظم شیخ مرتضےٰ انصاری طاب ثراہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں اور جن کا

خاندان باعتبار علم وفضل وصلاح وتقوٰی کے عراق میں مشہور ہے یہ واقعہ مجھ کو لکھا بھی اور زبانی بھی بیان کیا کہ ۱۲۷۵ھ میں جبکہ میں بسلسلۂ تحصیل علوم نجف اشرف میں مقیم تھا اکثر اہل علم و اہل دیانت سے ایک شخص کا تذکرہ سنا کرتا جس کا پیشہ سبزی کی تجارت تھی کہ اس نے حضرت حجّت علیہ السّلام کی زیارت کی ہے میں اس کی تلاش میں رہا یہاں تک کہ ملاقات ہوگئی میں نے اس کو مرد صالح ومتدیّن پایا اور یہ کوشش رہی کہ کہیں تنہائی کا موقع ملے تو زیارت کی کیفیت دریافت کروں جس کے اسباب میں نے اس طرح مہیّا کرنے شروع کئے کہ بیشتر اس کے پاس پہنچتا سلام علیک کرتا چیزیں خریدتا بالآخر دوستانہ تعلقات ہو گئے اور ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ بدھ کی رات کو اعمال کے لئے میں مسجد سہلہ کی طرف گیا تو دروازہ مسجد پر شخص مذکور کو کھڑا دیکھا اور یہ وقت غنیمت سمجھ کر میں نے خواہش ظاہر کی کہ اس شب کو وہ اور میں ساتھ رہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہاں سے فارغ ہو کر ہم مسجد کوفہ چلے گئے کیونکہ اس زمانہ میں یہی دستور تھا مسجد سہلہ میں قیام کی جگہ یا خادم وغیرہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مسجد کوفہ چلے جاتے تھے" وہاں پہنچ کر اوّل ہم اعمال بجالائے جب فارغ ہوگئے اور ایک جگہ ٹھہرے تو میں نے کہا کہ حضرت سے ملاقات کا پورا پورا واقعہ مجھ سے بیان کرو وہ اس وقت اس طرح یہ قصّہ مفصل سنایا کہ میں اکثر صاحبان معرفت سے یہ سنتا تھا کہ جو شخص حضرت کی ملاقات کے قصد سے چالیس شب چہار شنبہ مسجد سہلہ میں عمل استخارہ بجالائے اس کو حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے جس سے مجھ کو بھی شوق ہوا اور میں نے یہ عمل شروع کردیا برابر پابندی سے ہر بدھ کی رات کو وہیں رہتا کبھی امرِ کام کے آگے گرمی سردی یا بارش کی میں نے پرواہ نہ کی اور اسی حالت میں قریب ایک سال گزر گیا یہاں تک کہ ایک دفعہ منگل کے دن عصر کے وقت پیدل نجف اشرف سے چلا جاڑے کا موسم تھا بادل گھرا ہوا تھا مینہ برس رہا تھا یہ خیال تھا کہ دوسرے لوگ بھی مسجد میں آگئے ہوں گے لیکن جب پہنچا تو سورج چھپ گیا تھا مسجد بالکل خالی تھی وہ خادم بھی نہ تھا جو اس رات کو آیا جایا کرتا تھا اندھیری رات تھی بجلی کی کڑک بادل کی گرج تنہائی کی صورت سے میں بہت پریشان ہوا اور یہ رائے قائم کی کہ نماز مغرب پڑھ کر جلدی

عمل استخارہ کرلوں اور مسجد کوفہ پہنچ جاؤں چنانچہ میں نے مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد نماز استخارہ پڑھ رہا تھا کہ یکایک اس جگہ خوب روشنی دکھائی دی جو مقام حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے اور کسی کے نماز پڑھنے کی آواز بھی آنے لگی جس سے میں مطمئن ہو گیا کہ یہاں دوسرے زائرین بھی موجود ہیں پھر تو باطمینان خاطر میں نے اپنا عمل پورا کیا اور فراغت کے بعد اس مقام مقدس کی طرف گیا دیکھا کہ بڑی روشنی ہو رہی ہے لیکن کوئی چراغ نظر نہیں آتا جس سے میں مدہوش سا ہو گیا ایک باہیبت سید جلیل اہل علم کی ہیئت میں دکھائی دیئے جو کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے میں کسی قدر غور کے بعد سمجھا کہ یہ کوئی مسافر زائر ہیں و اہل نجف سے نہیں ہیں پس میں نے اس مقام مبارک کے اداب دستور کے مطابق زیارت امام عصر علیہ السلام کو پڑھنا شروع کر دیا اس کے بعد نماز زیارت پڑھی جب فارغ ہو گیا تو ارادہ کیا کہ ان صاحب سے مسجد کوفہ چلنے کی خواہش کروں لیکن ان کی عظمت و جلالت کی وجہ سے عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی باہر دیکھا تو بڑی تاریکی چھائی ہوئی تھی خوب بارش ہو رہی تھی تب ان صاحب نے میری طرف رخ کیا اور مہربانی اور تبسم کے ساتھ فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم مسجد کوفہ چلیں میں نے عرض کیا کہ یا سیدنا یہی خواہش ہے اور ہم اہل نجف کی عادت بھی یہی ہے کہ یہاں کے اعمال سے مشرف ہو کر وہاں چلے جاتے ہیں پس وہ کھڑے ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ چلو ہم روانہ ہو گئے اور مجھ کو ان کی ہمراہی سے بڑی مسرت ہوئی سارا راستہ روشنی و خشکی و خوشگوار ہوا میں اس طرح طے کیا کہ چلنے سے پہلے کی بارش اور اندھیرے کا تصور بھی نہ رہا اور گذشتہ حالات سے بالکل غافل ہو گیا اور یہاں تک کہ ہم مسجد کے باہر والے دروازے پر پہنچے وہ بند تھا میں نے کھٹکھٹایا تو خادم نے پوچھا کون ہے میں نے کہا دروازہ کھولو وہ کہنے لگا کہ اس تاریکی اور بارش کی شدت میں کہاں سے آرہے ہو میں نے جواب دیا کہ مسجد سہلہ سے یہ سن کر خادم نے دروازہ کھول دیا اب جو میں متوجہ ہوا تو ان سید جلیل کو نہ پایا اور وہ جناب نظر سے غائب تھے پھر تو وہی پہلا انتہائی اندھیرا تھا اور بڑے زور کی بارش ہو رہی تھی میں نے پکارنا شروع کیا یا سیدنا یا مولانا تشریف لائیے دروازہ کھل گیا اور میں پیچھے لوٹ کر

فریاد کرتا ہوا دوڑا مگر کوئی نظر نہ آیا اور اس تھوڑے سے وقت کی بارش اور سردی نے مجھ پر بہت اثر کیا آخر کار مسجد میں داخل ہو گیا اور اپنی غفلت پر ملامت کرتا رہا کہ کیسی کیسی علامات ظاہرہ دیکھیں مگر میں متنبہ نہ ہوا، مقام مقدس پر باوجود شمع نہ ہونے کے ایسی عظیم روشنی کہ اگر بیس چراغ بھی وہاں ہوتے تو اس کا مقابلہ نہ کر سکتے اور آنجناب کا میرا نام لینا حالانکہ میں نہ پہنچانتا تھا نہ دیکھا تھا اور مسجد سہلہ سے روانگی کے قبل فضا میں بہت تاریکی گرج چمک بارش کا زور شور لیکن ان جناب کے ہمراہ مسجد کوفہ تک ایسی روشنی کہ ہر قدم کے رکھنے کی جگہ نظر آتی تھی زمین خشک تھی ہوا طبیعت کے موافق چل رہی تھی پھر دروازے پر پہنچنے کے بعد جب وہ تشریف لے گئے تو وہی تاریکی تھی وہی سردی تھی وہی تیز ہوا تھی وہی بارش تھی اور ان کے علاوہ بھی دیگر عجیب صورتیں پیش آئیں یہ باتیں قطعی طور پر اس یقین کا باعث ہیں کہ وہ بزرگوار حضرت حجّت صاحب الامر علیہ السلام تھے جن کے جمال مبارک کی زیارت کا میں متمنّی تھا اور جن کی راہ میں مدّت تک میں بڑی بڑی گرمیوں سردیوں کو جھیلتا رہا اور اس عمل کو بجا لایا یہ خدا کی بڑی نعمت ہے جس پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں،، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ٥

۱۵

اسی کتاب میں عالم ثقہ جناب شیخ باقر سے ایک ایسے صادق وصالح شخص کا یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے جو اپنے بوڑھے باپ کا بڑا خدمت گزار بیٹا تھا اور اتنا حاضر باش کہ پاخانہ میں لوٹا رکھتا اور جب تک باپ فارغ ہو کر باہر نہ نکلتا یہ انتظار میں کھڑا رہا کرتا تھا ہر وقت باپ کی خبر گیری میں لگا رہتا اور اس کے پاس سے جدا نہ ہوتا البتہ شب چہار شنبہ کو مسجد سہلہ چلا جاتا تھا مگر ایک زمانہ میں اس نے وہاں جانا بھی چھوڑ دیا جب اس سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو کہنے لگا کہ ایک مرتبہ جب کہ چالیس چہار شنبوں سے برابر جا رہا تھا آخری بدھ کے روز ایسا اتفاق ہوا کہ دن میں روانہ نہ ہو سکا رات ہو گئی اگرچہ چاندنی تھی لیکن میں تنہا تھا چلتے چلتے تہائی راستہ باقی تھا کہ میں نے ایک عرب کو گھوڑے پر سوار اپنی طرف آتے دیکھا دل میں خیال کیا کہ اس وقت کپڑے اتر جائیں گے سوار نے قریب آ کر دیہاتی زبان میں مجھ سے کلام

کیا اور اول یہ پوچھا کہ کہاں جاتے ہو میں نے کہا کہ مسجد سہلہ کا قصد ہے پھر دریافت کیا کہ تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے میں نے کہا کہ کچھ بھی نہیں کہا کہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر دیکھو میں نے پھر وہی جواب دیا کہ کوئی چیز نہیں ہے جس پر کسی قدر جھڑکا تب میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا دیکھا کہ کشمکش کے کچھ دانے ہیں جو میں نے اپنے بچے کے لئے خریدے تھے اور اس کو دینا بھول گیا تھا اس کے بعد تین مرتبہ کہا کہ میں تمہارے بوڑھے باپ کے بارے میں تم کو نصیحت کرتا ہوں تنبیہ کرتا ہوں حکم دیتا ہوں یہ فرما کر وہ سوار میری نگاہ سے غائب ہو گئے اور فوراً مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ حضرت حجت علیہ السلام تھے جن کو ایک رات بھی باپ کی خدمت سے میری جدائی ناگوار ہے بس یہ وجہ ہے کہ شب چہار شنبہ کو مسجد سہلہ جانا بھی چھوٹ گیا۔

۱۶

کتاب دار السلام میں جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے مولانا عبد الحمید قزوینی نجفی کے متعلق ایک حکایت تحریر ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا مذکورہ مجھ سے بہت مانوس تھے پنجشنبہ کو مجلس عزا سید الشہداء میرے یہاں آیا کرتے تھے اور نجف سے کربلا زیارت مخصوصی کے لئے پیدل جاتے تھے ۱۲۹۴ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے چہار شنبہ کی شب میں جب بھی میں مسجد سہلہ ہوتا تو ان کو وہاں ضرور دیکھتا یا راستہ میں ملاقات ہو جاتی تھی اس سے میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ بھی اعمال مسجد سہلہ کے پابند ہیں ایک مرتبہ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ مسجد سہلہ میں جو راتیں گزارتے ہیں اس کا کوئی خاص سبب بھی ہے کہنے لگے کہ پہلی بات تو یہ ہوئی کہ مجھ پر قرضے کا بار تھا جس سے میں بہت متفکر و پریشان رہتا تھا ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا جنہوں نے فرمایا کہ مسجد سہلہ جاؤ چنانچہ میں نے تعمیل کی اور چہار شنبہ کی چند راتیں گزاری تھیں جو بالکل خلاف امید میرا سارا قرضہ ادا ہو گیا پھر تو اس عمل میں یہ اثر دیکھ کر چالیس چہار شنبوں میں یہاں حاضری کا میں نے ارادہ کر لیا کہ شاید حضرت حجت علیہ السلام کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو جائے اور برابر پابندی کے ساتھ آتا رہا یہاں تک کہ چالیسویں رات آ گئی چونکہ میرا یہ معمول تھا کہ عمل سے فارغ ہو کر آرام کے لئے اس مقام کی چھت پر چلا جاتا تھا جو مسجد کے غربی گوشہ میں واقع ہے اور آخر شب میں

اٹھ کر نماز شب پڑھا کرتا اس رات کو بھی ایسا ہی ہوا وہاں لیٹ کر مجھ کو کچھ نیند آ گئی تھی جو ایک شخص نے چھت پہ آ کر مجھے ہلایا اور یہ کہا کہ شاہزادے تشریف رکھتے ہیں اگر شرف ملاقات چاہتے ہو تو آؤ میں نے جواب دیا کہ شاہزادے سے مجھے کیا کام یہ سن کر وہ چلے گئے مگر میں اُٹھا اور صحن مسجد کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ مسجد کی ساری فضا روشن ہو رہی ہے اور حلقہ کی صورت میں ایک مجمع ہے جس کے درمیان میں ایک صاحب کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اس وقت میں یہ سمجھا کہ عجم کے شاہزادوں میں سے کوئی نجف آئے ہوں گے جو رات کے لئے یہاں آ گئے ہیں یہ خیال کر کے میں دوبارہ لیٹ گیا لیکن پھر یہ تصوّر ہوا کہ بغیر شمعوں کے اس وقت یہاں ایسی روشنی اور عبادت کی یہ صورت ان باتوں سے کسی شاہزادے کو کوئی مناسبت نہیں اس حیرت میں اُٹھ کر بیٹھا اور مسجد کے صحن کو دیکھا تو نہ وہ روشنی تھی نہ وہ حلقہ تھا جس سے میں سمجھ گیا کہ وہ شاہزادے میرے مولا و آقا حضرت حجّت علیہ السّلام تھے اور اپنی بد قسمتی پہ افسوس کرتا رہا کہ اس وقت حضرت کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب نہ ہو سکی صبح کو روتا ہوا نجف واپس آ گیا مگر میں نے اس عمل کو نہ چھوڑا اور برابر ہر بدھ کی رات کو مسجد سہلہ آتا رہا ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مسجد میں اوّل وقت نماز صبح پڑھ کر نجف جا رہا تھا تا کہ درس فوت نہ ہو جو ایک مرد عرب پیچھے سے آئے اور بعد سلام کہنے لگے کہ ملّا عبد الحمید تم چاہتے ہو کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھو یہ سن کر مجھے تعجّب ہوا کہ میرے ان کے جان پہچان نہیں یہ کون ہیں جو میرا نام لے کر یہ بات کہہ رہے ہیں مگر میں نے فوراً جواب میں کہا کہ "میرا ایسا نصیب کہاں" انہوں نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا کہ حضرت یہ ہیں اور نجف جا رہے ہیں بیعت کر لو میں نے تشریف لاتے ہوئے تو دیکھا لیکن متحیر ہو گیا کہ کیا کروں اگر بیعت کرتا ہوں تو ہو سکتا ہے کہ حضرت نہ ہوں اور اگر نہیں کرتا و آنحالیکہ حضرت ہی ہوں تو کیسا غضب ہو گا اسی کشش و پنچ میں اول یہ خیال کیا کہ حضرات انبیاء کی امانتوں کے متعلق سوال کروں اس کے جواب سے معلوم ہو جائے گا پھر دل میں آیا کہ نجف چل رہے ہیں بہتر یہ ہے کہ وہاں پہنچنے تک خاموشی اختیار کی جائے جلدی نہ کرنی چاہیئے یہ سوچنے کے بعد جو میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا نہ وہ عرب جنہوں نے

بیعت کے لئے کہا تھا نہ وہ صاحب جو تشریف لا رہے تھے پھر تو میں نے سمجھ لیا کہ جو کچھ دیکھا اس سے زیادہ میری قسمت میں نہیں ہے۔"

۱۷

جنۃ المادیٰ میں ہے کہ عالم و فاضل متقی سید محمدؑ بن سید امان اللہ بن سید معصوم قطیفی رحمہم اللہ تعالیٰ بڑے پرہیزگار بزرگ تھے اور دریائے محبت اہلبیتؑ میں ایسے غرق کہ زیادہ تر اپنے اوقات انہیں حضرات کے تذکروں میں صرف کیا کرتے تھے شاعر و ادیب ایسے کہ اکثر ادبی مسائل کے جوابات میں مرثیوں سے سند پیش فرماتے اور اسی سلسلہ میں نہایت خوب صورتی کے ساتھ ذکر مصائب تک پہنچ جاتے اور وہ صحبت شعر و ادب مجلس ماتم بن جاتی تھی وہ بہت سے ایسے قصیدوں مرثیوں کے مصنف تھے جو لوگوں کے زبان زد ہیں اور ایسے صالح و متقی عالم تھے کہ جناب شیخ علامہ عبدالحسین طہرانی اعلی اللہ مقامہ بہت کچھ مدح و ثنا کے ساتھ ان کا ذکر خیر فرمایا کرتے تھے۔

سید موصوف کا یہ بیان عالم جلیل فاضل نبیل حاجی ملا محسن اصفہانی مجاور کربلائے معلّٰی نے نقل کیا ہے کہ ایک ایسے زمانے میں شب جمعہ مسجد کوفہ کا میں نے قصد کیا جبکہ راستہ لٹیروں کی وجہ سے خوفناک ہو رہا تھا صرف ایک طالب علم میرے ساتھ تھا جس وقت ہم مسجد میں داخل ہوئے تو سوائے ایک شخص کے وہاں کوئی نظر نہ آیا ہم آداب مسجد بجالائے غروب آفتاب کے وقت ہم نے ہی مسجد کا دروازہ بند کیا اندر سے کچھ اینٹ پتھر بھی لگا دیئے تاکہ باہر سے کھلنے نہ پائے اور اطمینان سے رہیں اس کے بعد ہم نماز پڑھنے لگے جب فارغ ہوئے تو ہم دونوں مقام دکۃ القضا میں رو بقبلہ بیٹھ گئے اور تیسرا شخص باب الفیل کے قریب بلند آواز سے دُعاء کمیل پڑھنے میں مشغول تھا چاند کی چاندنی کھل رہی تھی میں آسمان کی طرف نظر لگائے ہوئے تھا کہ یکایک ساری فضاء ہوا میں ایسی خوشبو پھیلی جو مشک اذفر و نسیم سحر سے زیادہ خوشگوار اور روح افزا تھی اور چاند کی شعاعوں میں ایک ایسی شعاع بلند ہوئی جس سے آنکھیں چکا چوند ہونے لگیں دعاء کمیل پڑھنے والے کی بھی آواز بند ہو گئی میں ہر طرف نگاہ کر رہا تھا کہ ایک جلیل الشان شخص مسجد کے بند دروازہ کی طرف سے آتے دکھائی دیئے جو

اہل حجاز کے لباس میں تھے کاندھے پر جانماز اور نہایت سکون ووقار کی رفتار تھی ان کی ہیبت و جلالت سے میرے حواس گم ہو گئے انہوں نے ہمارے قریب پہنچ کر سلام کیا جس سے میرا ہمراہی تو بالکل بے قابو ہو گیا لیکن میں نے بڑی مشکل سے اپنے کو سنبھالا اور سلام کا جواب دیا جب وہ مسجد کے اندر داخل ہو گئے اور ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوئے تب ہمارے دل کی دھڑکن بند ہوئی کچھ ہوش آیا تو آپس میں کہنے لگے کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اسی گھبراہٹ میں ہم اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور دعا دکمیل پڑھنے والے کی طرف چلے دیکھا کہ اس نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے ہیں اور بڑی بے چینی کے ساتھ رو رہا ہے ہم نے کیفیت پوچھی جس پر اس نے کہا کہ میں چالیس شب جمعہ سے برابر یہاں آرہا تھا تاکہ ناموس دہر و خلیفۂ عصر عجل اللہ فرجہ کی ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے آج چالیسویں رات تھی اور چلّہ ختم تھا جس کے نتیجہ میں جو کچھ ہوا تم نے بھی دیکھا میں تو بیٹھا دعا میں مصروف تھا کہ حضرت سر پر تشریف لے آئے اور فرمایا چہ میکنی یعنی کیا کر رہے ہو جس کا میں کچھ جواب نہ دے سکا اور حضرت تشریف لے گئے" یہ بیان سُن کر ہم دروازہ کی طرف گئے دیکھا کہ وہ اسی طرح بند ہے جس طرح ہم نے بند کیا تھا پس نہایت مسرت کے ساتھ شکر خدا ادا کرتے رہے کہ زیارت کی نعمت مل گئی۔

۱۸

کتاب نجم ثاقب میں ہے کہ شیخ محمد طاہر نجفی جو برسوں مسجد کوفہ کے خادم رہے اور مع اہل و عیال کے وہیں رہتے تھے بہت دیندار پرہیزگار آدمی تھے آخر میں نابینا ہو گئے تھے ان کا بیان ہے کہ بعض علماء نجف اشرف نے جو مسجد کوفہ آیا کرتے تھے اور میں ان کی خدمت کیا کرتا تھا ایک وِرد مجھ کو تعلیم فرمایا جس کو بارہ برس ہر شب جمعہ مسجد کے ایک حجرے میں بیٹھ کر میں نے پڑھا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حضرات آئمہ طاہرین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین سے ترتیب وار متوسل ہوتا رہا یہاں تک کہ جب بارھویں امام علیہ السلام سے توسل کی نوبت آئی تو رات کو یکایک ایک صاحب حجرے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا معاملہ ہے جو برابر تمہارے ہونٹ ہلتے رہتے ہیں دیکھو ہر دعا کے لئے ایک

حجاب ہے وہ اٹھ جائے تو پھر سب قبول ہے یہ فرما کر وہ باہر تشریف لے گئے اور صحن حضرت مسلم کی طرف رخ فرمایا فوراً میں باہر نکلا تو کوئی نظر نہ آیا۔"

۱۹

جنتہ الماوٰی میں فاضل ثقہ شیخ باقر کاظمی کا یہ بیان نقل ہے کہ نجف میں ایک صاحب علم مرد مومن جن کا نام شیخ محمد حسن سریرہ تھا بہت پریشان اور فقر و فاقہ میں مبتلا تھے مریض بھی ایسے کہ کھانسی میں خون آتا رہتا تھا بیشتر تحصیل روزی کے لئے اطراف میں چلے جاتے تھے مگر اتنا حاصل نہ ہوتا تھا جو معمولی خرچ کے لئے بھی کافی ہو سکے اور باوجود ایسے حالات کے نجف ہی کے ایک خاندان میں عقد کے بھی خواہش مند تھے مگر لڑکی والے بوجہ ان کی معیشت کی تنگی کے منظور نہ کرتے تھے بالآخر وہ ان بلاؤں میں اس علاج کی طرف متوجہ ہوئے جو اہل نجف میں مشہور و معروف ہے کہ جو شخص چالیس شب جمعہ مسجد کوفہ میں گزارے وہ حضرت حجّت علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو کر اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتا ہے شیخ محمد حسن کہتے ہیں کہ جب چالیسویں شب آئی اندھیری رات تھی سردی کا زور تھا تیز ہوا چل رہی تھی بارش بھی تھی جس طرح ہو سکا مسجد پہنچا اور دروازہ ہی میں بیٹھ گیا اس وقت خون کی شکایت میں زیادتی تھی تھوکنے کے خوف سے اندر داخل نہ ہوا جاڑے کے مارے بے چین تھا تکلیف سے سینہ پھٹا جاتا تھا اور ساتھ میں یہ فکر و غم کہ آج آخری رات ہے ہر دفعہ آنے جانے کی کتنی مشقتیں اٹھائیں اور اب تک کچھ نہ ہو سکا تھوڑا سا قہوہ اپنے ساتھ لے کر آیا تھا اس کے گرم کرنے کے لئے آگ روشن کی جو یکایک ایک شخص کو میں نے باہر سے آتے ہوئے دیکھا خیال کیا کہ اطراف مسجد کے رہنے والوں میں سے کوئی اعرابی ہے اور قہوہ پینے کے لئے آ رہا ہے میری طبیعت مکدر ہوئی کہ اگر اس کو دیتا ہوں تو میں ویسے ہی رہ جاؤں گا آنے والے نے قریب آ کر میرا نام لے کر سلام کیا میں نے جواب سلام دیا لیکن پہچان نہ سکا اور اس تعجب میں تھا کہ یہ میرا جاننے والا کون ہے شاید نجف کے قرب وجوار کا رہنے والا ہو جہاں میری آمد و رفت رہتی ہے اس لئے میں نے دریافت کیا کہ تم فلاں قبیلے سے ہو کہا نہیں فلاں گروہ سے ہو جواب دیا کہ نہیں فلاں جماعت سے ہو کہا نہیں

تب میں نے اکتا کر کچھ الفاظ بے معنی طنز و مزاح کے استعمال کئے جس پر وہ متبسم ہوئے اور کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں میں جہاں کا بھی ہوں مگر تم یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیوں آئے ہو میں نے کہا کہ جب تم نہیں بتاتے تو میں بھی نہیں بتاتا پھر انہوں نے کہا کہ بیان کرنے میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے اس مرتبہ ان کی شیریں کلامی اور حسن اخلاق کا مجھ پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ ان کی طرف میرا دل کھچنے لگا اور فوراً میں نے قہوہ کا فنجان پیش کیا جس کو انہوں نے لے لیا اور تھوڑا سا پی کر واپس کیا اور کہا کہ یہ تم پی لو میں نے بے خیالی میں پی لیا اور یہ بھی کہا کہ خداوند عالم کے فضل سے اس وقت آپ میرے لئے مونس تنہائی ہو گئے اب آپ اور میں روضۂ حضرت مسلمؑ چلیں وہاں بیٹھ کر باتیں ہوں گی جواب دیا کہ اچھا مگر کچھ اپنا حال تو کہو تب میں نے اپنی عسرت و بیماری کی شکایت جہاں شادی کی تمنّا ہے وہاں سے انکار کی کلفت تینوں پریشانیاں بیان کیں اور یہ بھی کہا کہ نجف کے ملّا لوگوں نے یہ عمل بتا کر اور مصیبتوں میں ڈالا کہ چالیس راتیں جمعہ کی مسجد کوفہ میں بسر کروں تو امام زمانہ کی زیارت بھی ہو جائے گی اور ساری مشکلیں حل ہوں گی چنانچہ یہ عمل کیا اور بڑی مشقتیں جھیلیں آج آخری چالیسویں شب ہے لیکن ابھی تک میں نے کوئی اثر نہیں دیکھا یہ سن کر انہوں نے کہا کہ بیماری سے اچھے ہو جاؤ گے عنقریب عقد بھی ہو جائے گا مگر فقیری مرتے دم تک تمہارے ساتھ رہیگی" ان کے اس بیان کی طرف میں نے کوئی خاص توجہ نہ کی اور کہا کہ حضرت مسلمؑ کی طرف نہیں چلتے انہوں نے کہا کہ چلو کھڑے ہو جاؤ اس کے بعد میں اور وہ دونوں ساتھ بڑھے جب مسجد کی سرزمین پر پہنچے تو کہا کہ نماز تحیۂ مسجد پڑھ لو وہ بھی پڑھنے لگے اور میں بھی ان کے پیچھے کچھ فاصلہ سے کھڑا ہوا اور نماز شروع کی تکبیرۃ الحرام کہہ کر الحمد پڑھ رہا تھا کہ ان کے سورۂ فاتحہ پڑھنے کی آواز ایسے لب و لہجہ کے ساتھ میرے کان میں پڑی جو پہلے کبھی نہ سُنی تھی اور اس حسن قرأت سے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید یہی بزرگ حضرت صاحب الزّمان علیہ السّلام ہیں یکایک اسی حالت نماز میں چاروں طرف سے ایک نور عظیم نے ان کو گھیر لیا جس سے میری آنکھیں چکاچوند ہو گئیں جسم میں لرزہ پڑ گیا جوڑ بند کانپنے لگے مگر مارے خوف کے نماز قطع کرنے پر بھی قادر نہ تھا جس طرح ہو سکا نماز کو پورا کیا مگر یہ

دیکھا کہ وہ نور مبارک بلند ہونے لگا بے ساختہ میری آواز گریہ بلند ہوئی اور وہ روشنی حضرت مسلم کی طرف بڑھتی ہوئی نظر آئی خوب روتا رہا آگے چلنے پر قادر نہ تھا وہیں بیٹھا رہ گیا اور اپنی بے ادبیوں پر اس قدر افسوس میں رہا کہ صبح طالع ہوگئی اب جوان کے فرمانے کی طرف متوجہ ہوا اور غور کیا تو نہ وہ سینہ کا درد تھا نہ کھانسی تھی بلکہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ خداوند عالم نے عقد کا مرحلہ بھی آسان فرما دیا اور وہیں میرا نکاح ہوگیا جہاں کا میں آرزو مند تھا لیکن حسب فرمان میری فقیری باقی رہی۔"

۲۰

صاحب کتاب مذکور تحریر فرماتے ہیں کہ عالم جلیل فاضل نبیل شیخ علی رشتی نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ زیارت جناب سید الشہداء سے فارغ ہو کر فرات کے راستہ سے نجف کا میں نے ارادہ کیا ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار ہو گیا جس میں سب لوگ حلّہ کے تھے اور طویرج سے نجف و حلّہ کا راستہ کٹ جاتا تھا میں نے دیکھا کہ ساری وہ جماعت لہو ولعب میں مشغول ہے سوائے ایک شخص کے جو اس ہنسی مذاق سے بالکل علیحدہ ہے یہاں تک کہ ایک مقام پر پانی کم ہونے کی وجہ سے ہم سب کو نہر کے کنارے کنارے پیدل چلنا پڑا اور اس شخص کا اور میرا ساتھ ہو گیا تب میں نے کچھ حال پوچھا جس پر اس نے کہا کہ یہ لوگ میرے رشتہ دار مگر مذہب میں غیر ہیں میرا باپ بھی انہیں میں سے ہے لیکن ماں شیعہ ہے میں خود بھی انہیں کے مذہب میں تھا مگر حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی برکت سے شیعہ ہو گیا ہوں یہ سُن کر میں نے اس کی وضاحت چاہی تو اس نے بیان کیا کہ میرا نام یاقوت ہے اور مشغلہ گھی کی تجارت ہے ایک سال مال کی خریداری کے لئے میں حلّے سے باہر دیہات میں گیا ہوا تھا واپسی میں حلّے کے رہنے والوں کا ساتھ ایک جگہ آرام کے لئے ہم سب اُترے اور سو گئے جب میں اٹھا تو دیکھا کہ سب چلے گئے ہیں کسی کا پتہ نہیں جلدی میں نے اپنا سامان خچر پر لادا اور ساتھیوں کا پیچھا کیا مگر غلط راستہ پر پڑ گیا متحیر تھا کہ کیا کروں پیاس کی شدّت درندوں کا خوف اس حالت میں تضرع وزاری کے ساتھ میں نے خلفاء و مشائخ سے فریاد شروع کی مگر کچھ نہ ہوا اس وقت مجھے خیال آیا کہ میں نے اپنی والدہ کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ ہمارے امام زندہ ہیں ان کی

کنیت ابو صالح ہے وہ گم گشتہ راہ کو راستہ بتا دیتے ہیں بیکس و بے بس کی فریاد کو پہنچتے ہیں ضعیفوں کی مدد کرتے ہیں پس میں نے خدا سے یہ عہد کیا کہ ان سے استغاثہ کرتا ہوں اگر انہوں نے مجھ کو نجات دے دی تو اپنی ماں کے مذہب پر ہو جاؤں گا اس کے بعد میں نے ان کو پکارا اور فریاد کی یکایک دیکھا کہ ایک صاحب میرے ساتھ چل رہے ہیں جن کے سر پر سبز عمامہ ہے انہوں نے مجھ کو راستہ بتایا اور ماں کا مذہب اختیار کرنے کا حکم دیا یہ بھی فرمایا کہ بہت جلد تم ایسی بستی میں پہنچ جاؤ گے جہاں کے رہنے والے سب شیعہ ہیں اس وقت میں نے عرض کیا یا سیّدی آپ میرے ساتھ اس آبادی تک نہ چلیں گے فرمایا کہ نہیں کیونکہ بہت شہروں کے اطراف میں ہزاروں نفر مجھ سے استغاثہ کر رہے ہیں جن کی فریاد رسی کے لئے مجھ کو پہنچنا ضروری ہے یہ فرما کر وہ میری نظر سے غائب ہو گئے " لیکن میں نے ابھی تھوڑا سا راستہ طے کیا تھا جو آبادی میں پہنچ گیا حالانکہ مسافت بہت لمبی تھی اور میرے ساتھی لوگ ایک روز بعد وہاں پہنچ سکے پس جب ہم حلّے آگئے تو میں سیّد الفقہاء آقا سید مہدی قزوینی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پورا قصّہ بیان کیا انہوں نے مجھ کو معالم دین تعلیم فرمائے میں نے ایسا عمل بھی ان سے پوچھا جو میرے لئے دوبارہ حضرت کی زیارت کا وسیلہ ہو جائے تو انہوں نے فرمایا کہ چالیس شب جمعہ جناب امام حسینؑ کی زیارت کو جاؤ چنانچہ میں نے یہ عمل شروع کر دیا کہ زیارت شب جمعہ کے لئے حلّے سے کربلا جاتا تھا جب ایک روز باقی رہ گیا تو میں جمعرات کے دن کربلا کی طرف روانہ ہوا شہر کے دروازہ پر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ سرکاری جانچ کرنے والے آنے والوں سے داخل ہونے کے لئے اجازت کے کاغذات کا مطالبہ کر رہے ہیں جو میرے پاس نہ تھے میں متحیّر ہوا کہ کیا کیا جائے دروازہ پر ہجوم تھا اندر جانے والے لوگ ایک دوسرے کے مزاحم ہو رہے تھے چند مرتبہ میں نے چاہا کہ چھپ کر نکل جاؤں مگر موقع نہ مل سکا اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام اندر تشریف فرما ہیں دیکھتے ہی میرے دل نے فریاد کی حضرت باہر تشریف لے آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر اس طرح داخل کر دیا کہ کسی نے مجھ کو نہ دیکھا اس کے بعد جو میں نے نظر کی تو حضرت کو نہ پایا اور حسرت میں رہ گیا آقا قزوینی علیہ الرحمۃ کا تذکرہ آگے چل کر آئے گا۔

واقعاتِ استغاثات

۲۱

مجلسیٔ اول علامہ اخوند ملا محمد تقی علیہ الرحمتہ جناب ملا محمد باقر مجلسی کے والد ماجد بڑے صاحب کمالات و مظہر کرامات عالم ربانی تھے دولت صفویہ میں سب سے پہلے آپ ہی نے شیعہ احادیث کی اشاعت فرمائی ہے بلند مرتبہ علماء میں بے مثال حافظ احادیث تھے آپ کی کتابوں کی طویل فہرست ہے والد بزرگوار کا نام مقصود علی اور تخلص مجلسی تھا علامہ موصوف کا سال رحلت ۱۰۷۰ھ ہجری ہے اور اصفہان میں دفن ہیں۔

شرح کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں موصوف نے ذکر فرمایا ہے کہ "ایک مرتبہ مشہد سے واپسی میں ہم لوگ راستہ بھول گئے آخر کار ایک جگہ اتر پڑے میں نے حضرت حجت علیہ السلام سے بہت فریاد کی یہاں تک کہ ایک مرد عرب سامنے آئے اور ہمیں ٹھیک راستے پر لگا کر نظروں سے غائب ہو گئے جس کے بعد میں نے بہت کچھ گریہ وزاری کی لیکن پھر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا"

۲۲

علامہ مجلسی علیہ الرحمتہ نے بحار الانوار میں یہ واقعہ اپنے والد ماجد ملا محمد تقی مجلسی سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایک مرد عابد و زاہد امیر اسحاق استر آبادی تھے جنہوں نے چالیس حج پا پیادہ کئے تھے اور کربلائے معلےٰ میں دفن ہیں "لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ ان کے لئے طی الارض ہوتا ہے ایک سال حج کو جاتے ہوئے وہ اصفہان میں آگئے تو میں نے ان سے مل کر اس شہرت کا سبب دریافت کیا انہوں نے کہا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بہت سے حاجیوں کے ساتھ حج کو جا رہا تھا راستہ میں مکہ معظمہ سے سات آٹھ منزل پر بوجہ تھکن وغیرہ کے میں قافلہ سے پیچھے رہ گیا جو اتنا آگے نکل گیا تھا کہ اس کا کوئی نشان نہ مل سکا اور میں راستہ بھول گیا متحیر تھا کہ کیا کروں کیا نہ کروں پیاس کا غلبہ تھا زندگی سے مایوسی تھی جانکنی کی صورت میں زمین پر پڑ گیا شہادتین زبان پر جاری تھیں اور حضرت

حجت علیہ السّلام کو پکار رہا تھا یَا اَبَا صَالِحُ میری مدد فرمایئے کہ یکایک میں نے اپنے بالائے سر ایک خوبصورت جوان پاکیزہ رنگ کو دیکھا میں نے اسی حالت میں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا مجھ کو پانی پلایا اور یہ فرما کر کہ تم قافلے سے ملنا چاہتے ہو مجھے اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کرلیا چونکہ میں روزانہ حرز یمانی پڑھنے کا عادی تھا اس کو پڑھنے لگا اور وہ بعض موقعوں پر اصلاح فرماتے رہے اب جو دیکھا تو ہم مکہ معظمہ پہنچ گئے تھے انہوں نے کہا کہ اتر جاؤ بس میرا اترنا تھا کہ وہ نظر سے غائب ہو گئے جس کے بعد میں نے پہچانا کہ یہ صاحب الامر علیہ السلام تھے اور اپنی بے خیالی پر بہت نادم ہوا اور حضرت سے جدائی پر افسوس کرتا رہا ساتویں روز وہ قافلہ بھی آگیا جب ان لوگوں نے جو میری زندگی سے مایوس ہو چکے تھے مجھ کو مکّے میں موجود دیکھا تو بہت متعجّب ہوئے اس روز سے میرے متعلق طیّ الارض کی شہرت ہو گئی اس کے بعد مجلسی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ والد نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے استر آبادی مذکور کے سامنے حرز یمانی کو پڑھا اور امام علیہ السّلام کی تصحیح کے موافق اس دُعا کی روایت کا مجھے انہوں نے اجازہ دیا۔"

۲۳

صاحب جنّت الماویٰ لکھتے ہیں کہ ہماری طرف کے اہل ایمان میں سے ایک مرد مومن نے جن کا نام شیخ محمد قاسم تھا اور جنہوں نے بہت سے حج کئے تھے یہ بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ حج کے راستے میں چلتے چلتے خستہ ہو کر ایک درخت کے نیچے سو گیا اور اتنی دیر تک سوتا رہا کہ حاجی لوگ راستے سے گزر گئے جب اٹھا تو سمجھا کہ وہ بہت دور نکل گئے راستہ معلوم نہ تھا بالآخر ایک سمت کو متوجہ ہو کر میں نے بلند آواز کے ساتھ حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے اس طرح فریاد شروع کی یَا اَبَا صَالِحُ یَا اَبَا صَالِحُ - جیسا کہ ابن طاؤس نے کتاب امان میں راستہ چھوٹ جانے پر حضرت سے فریاد کا طریقہ بیان کیا ہے پس اسی حالت میں کہ استغاثہ کر رہا تھا یکایک دیکھا کہ ایک صاحب عربی لباس میں ناقہ پر سوار آئے اور مجھ سے فرمایا کہ تم حاجیوں سے جدا ہو گئے ہو میرے ساتھ سوار ہو جاؤ تاکہ ان لوگوں کے پاس پہنچا دوں چنانچہ میں سوار ہو گیا اور ذرا سے وقت میں قافلہ کو پکڑ لیا جس

کے قریب مجھ کو اتار دیا اور فرمایا کہ جاؤ اپنا کام کرو میں نے عرض کیا کہ پیاس کی بہت تکلیف ہے جس پر انہوں نے پانی کا مشکیزہ نکال کر مجھ کو سیراب کیا خدا کی قسم وہ عجیب لذیذ و شیریں پانی تھا جب میں قافلہ میں پہنچ گیا تو ادھر اُدھر دیکھا مگر پھر وہ نظر نہ آئے اور میں نے ان کو حاجیوں میں نہ اس سے پہلے کبھی دیکھا تھا نہ بعد میں دیکھا۔"

۲۴

کتاب مذکور میں ہے کہ صاحب خیر المقال عالم فاضل سیّد علی خاں موسوی لکھتے ہیں کہ ایک میرے معتمد مرد مومن نے بیان کیا کہ وہ کچھ لوگوں کے ساتھ احساء کے راستہ سے حج کے لئے گئے تھے چھوٹا سا قافلہ تھا فراغت کے بعد واپسی میں اک منزل پہ قافلہ کی رفتار کچھ زیادہ رہی تھی اس لئے آرام کے واسطے سب اتر پڑے اور استراحت کے بعد روانہ ہوئے مگر ایک شخص جس کے لئے سواری مہیّا نہ ہوئی تھی سفر کے تعب میں وہیں سوتا رہ گیا دوسرے لوگوں نے بھی کچھ خیال نہ کیا یہاں تک کہ وہ دھوپ کی تیزی سے بیدار ہوا تو کسی کو نہ پایا تنہا چل پڑا چلتے چلتے اس پریشانی کے عالم میں ہلاکت کا یقین ہونے لگا تب اس نے امام زمان علیہ السلام سے فریاد شروع کی ابھی استغاثہ کر رہا تھا جو ایک صاحب دیہاتیوں کے لباس میں ناقہ پر سوار آتے ہوئے نظر آئے وہ شخص کہتا ہے جب قریب پہنچے تو میرا نام لے کر فرمایا کہ تو قافلے سے چھوٹ گیا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میں تیرے رفقاء کے پاس تجھ کو پہنچا دوں اچھا قریب آ اور اپنے ناقہ کو بٹھا کر مجھ کو پس پشت سوار کر کے چل پڑے ابھی چند قدم طے کئے تھے کہ قافلہ دکھائی دینے لگا جب اس کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ یہی تیرے، ہمسفر لوگ ہیں اور مجھ کو وہاں اتار کر تشریف لے گئے۔"

۲۵

کتاب مذکور میں نقل ہے کہ عالم عابد صالح تقی سید محمد عاملی نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں زیارت کے لئے مشہد مقدس رضوی گیا وہاں مدّت تک میرا قیام رہا چونکہ ناداری اور تنگی کی حالت میں تھا اس لئے جب بھی کسی قافلہ کے ساتھ جانے کا قصد کرتا تو زاد راہ پاس نہ ہوتا مجبوراً رہ جاتا ایک دفعہ کچھ زائرین روانہ ہوئے تو ان کے جانے کے بعد

میری یہ رائے قائم ہوئی کہ جس طرح بھی ہو، اس قافلہ کو نہ چھوڑنا چاہیئے سردی کے دن آرہے ہیں اور میرے پاس کپڑے نہیں ہیں جاڑے میں مرجاؤں گا اگر قافلہ نہ ملا اور عالم تنہائی میں بھوک پیاس سے موت آگئی تو بھی راحت مل جائے گی چنانچہ بعد دوپہر نماز پڑھ کر حرم مبارک سے رخصت ہوا شہر سے باہر آیا اور اسی راستہ سے چل پڑا جس سے وہ زائرین روانہ ہوئے تھے لیکن غروب آفتاب تک کوئی نہ ملا یہاں تک کہ رات ہوگئی کھانے پینے کے لئے کچھ پاس نہ تھا بھوک شدت سے لگی تھی اور اس جنگل میں سوائے حنظل کے درختوں کے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا، یعنی اندرائن جو خربوزہ کی صورت کا بہت چھوٹا سا پھل ہوتا ہے مگر نہایت کڑوا، بھوک کی بے چینی میں بہت دانے میں نے توڑے کہ شاید کچھ کھا سکوں لیکن کامیاب نہ ہوا چلتے چلتے ایک ٹیلہ نظر آیا اس پر چڑھ گیا وہاں پانی کا چشمہ دیکھا جس سے بہت تعجّب ہوا اور شکر خدا کرکے پانی پیا یہ بھی خیال آیا کہ موت کا مقابلہ ہے وضو کرکے نماز بھی پڑھ لوں تاکہ مشغول الذمہ نہ مروں وضو کیا نماز مغرب پڑھی عشاء سے بھی فارغ ہوگیا پھر تو وہ جنگل بیابان درندوں کی آوازوں سے بھر گیا اس وقت زندگی سے میں بالکل مایوس ہوگیا تھا اندھیری رات صحرا کی وحشت سفر کی مصیبت ان حالات میں بس خدا اور خدا والے یاد آرہے تھے زمین پر پڑ گیا اور ایک سوار کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا سمجھا کہ اب موت آگئی لیکن قریب پہنچ کر مجھ کو سلام کیا میں نے جواب دیا پھر آنے والے نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے میں نے اپنے ضعف و کمزوری کی طرف اشارہ کیا انہوں نے کہا کہ تمہارے پاس تین خربوزے ہیں ان میں سے کیوں نہیں کھا لیتے ذرا اپنے پیچھے دیکھو میں نے اس طرف نظر کی تو دیکھا کہ خربوزے کا درخت ہے اور اس میں تین پھل لگے ہوئے ہیں وہ کہنے لگے کہ تم بھوکے ہو ان میں سے ایک تو ابھی کھا لو دو کو اپنے ساتھ لے کر اس سیدھے راستہ سے چلے جاؤ پھر ایک میں سے آدھا اوّل صبح کھا لینا اور آدھا دوپہر کو لیکن تیسرا محفوظ رکھنا جو تمہارے کام آئے گا تم مغرب کے وقت ایک سیاہ خیمے تک پہنچ جاؤ گے اور وہ خیمے والے تمہیں قافلہ تک پہنچا دیں گے بس یہ کہہ کر وہ صاحب میری نظر سے غائب ہوگئے میں کھڑا ہوا اور ان خربوزوں کو توڑا ان میں

سے ایک علدا اسی وقت کھایا جو ایسا شیریں اور خوشگوار تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہ کھایا تھا دو علدا اپنے ساتھ لئے اور اسی راستہ سے چل دیا جوان صاحب نے بتایا تھا یہاں تک کہ سورج نکل آیا اور دوسرا خربوزہ میں نے کاٹا اس میں سے نصف کھا لیا جب چلتے چلتے دوپہر ہو گیا تو دوسرا نصف اس وقت کھایا سفر برابر جاری تھا شام ہونے لگی غروب کا وقت ہوا تو وہ خیمہ بھی سامنے آگیا اور مجھ کو دیکھ کر اہل خیمہ نکل پڑے دوڑ کر میری طرف آئے اور سختی کے ساتھ پکڑ کرلے چلے گویا کہ انہوں نے مجھے جاسوس سمجھا جب اپنے بزرگ کے سامنے لائے تو اس نے بڑے غصّے میں مجھ سے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو سچ سچ بتاؤ ورنہ تم کو قتل کردوں گا میں نے صورتِ حال بیان کی اور طرح طرح سے سمجھایا لیکن کوئی طریقہ کارگر نہ ہوا اور وہ کہنے لگا کہ اے جھوٹے جس راستے سے آنا تو ظاہر کر رہا ہے اس راہ سے کوئی نہیں گزر سکتا یا وہ خود ہلاک ہو جائے گا یا اس کو درندے پھاڑ ڈالیں گے دوسرے یہ کہ یہاں سے مشہد مقدّس کی مسافت تین روز کی ہے اب بھی سچ بات کہہ دو ورنہ قتل کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے تلوار سوت لی لیکن میری عبا کے نیچے خربوزے پر اس کی نگاہ پڑ گئی اور پوچھا کہ یہ کیا ہے میں نے پورا قصّہ بیان کیا جس پر وہ سب یک زبان ہو کر کہنے لگے کہ اوّل تو اس صحرا میں خربوزے کا نام نہیں پھر ایسا پھل کہ جس کی مثل ہماری آنکھوں نے دیکھا نہیں یہاں کیسے ہو سکتا ہے اس کے بعد وہ لوگ کچھ سوچے اور آپس میں اس طرح کی بات چیت کی جس سے میں سمجھ گیا کہ ان کو میری سچائی کا یقین ہو گیا ہے اور انہوں نے جان لیا کہ یہ سب معاملہ امام علیہ السلام کا معجزہ ہے پھر تو سب کا رخ بدل گیا اور میرے ہاتھ چومنے لگے انتہائی اعزاز و اکرام سے پیش آئے کپڑے تبرکاً لے لئے نیا لباس پہنایا دو شب و روز اپنے پاس مہمان رکھا تیسرے دن دس تومان مجھ کو دیئے اور تین آدمیوں کو میرے ساتھ کیا یہاں تک کہ میں نے اس قافلہ کو پکڑ لیا۔"

۲۶

نجم ثاقب میں ہے کہ صاحب دمعہ ساکبہ مرحوم شیخ ملا محمد باقر نجفی بہبہانی نے بیان کیا کہ میں نے خود حضرت حجت علیہ السلام کا یہ معجزہ دیکھا ہے میرا اکلوتا لڑکا علی محمد ایک

مرتبہ ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی امید نہ رہی آناً فاناً مرض بڑھ رہا تھا علماء و طلّاب مقامات استجابت دعا پر مجالس تعزیت میں نمازوں کے بعد اس کی صحت کے لیئے دعائیں کر رہے تھے یہاں تک کہ گیارھویں رات کو اس کی حالت بہت غیر ہو گئی سب لوگ مایوس ہو چکے تھے کوئی صورت علاج کی باقی نہ رہی تھی سوائے اس کے کہ حضرت حجّت علیہ السلام کی بارگاہ میں اس کی شفا کے لیئے التجا کروں پس میں اس کے پاس سے کھڑا ہو گیا اور بیقراری کی حالت میں بالاخانہ پر آیا اور حضرت سے متوسل ہوا لوٹ لوٹ کر بے چینی میں اس طرح فریاد کرتا رہا یَا صَاحِبَ الزَّمَانِ اَغِثْنِیْ یَا صَاحِبَ الزَّمَانِ اَدْرِکْنِیْ - پھر جو بالاخانے سے اتر کر آیا اور لڑکے کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ اس کی حالت درست سانس کی رفتار ٹھیک ہو گئی حواس بھی صحیح ہیں اور ایسا پسینہ آرہا ہے کہ عرق میں غرق ہے جس کے بعد میں اس نعمت پر شکر الٰہی ادا کرتا رہا اور خداوند عالم نے حضرت کی برکت سے شفاء کرامت فرمائی لڑکا بالکل تندرست ہو گیا "

۲۷

صاحب دارالسلام تحریر فرماتے ہیں کہ بزرگ زمانہ مولانا سید محمد بن حاج سید عبدالرحیم عراقی کوہردوی جو فی الحال طہران میں رہتے ہیں روز جمعہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۰۰ھ کو میرے یہاں تشریف لائے جبکہ میں حضرت حجّت علیہ السّلام سے ملاقات کے واقعات کی ترتیب میں مشغول تھا اور فرمایا کہ اس سلسلہ میں میرا بھی ایک واقعہ ہے اور وہ یہ کہ جس سال زیارت کے لئے میں عراق گیا تھا اور آپ سے بھی نجف میں ملا تھا اس سفر میں بغداد سے ایک منزل قبل ہمراہیوں کا یہ ارادہ ہوا کہ اول علی آباد کے راستہ سے سامرہ پہنچیں اور وہاں سے مشرف ہونے کے بعد کاظمین حاضر ہوں چنانچہ ہم لوگ روانہ ہو گئے راستہ میں ایک نہر پڑتی تھی جو بہت چوڑی اور گہری تھی اس سے زائرین نے گزرنا شروع کیا ان میں ایک عورت بھی تھی وہ نہر کو عبور کرنے کے راستہ سے بھٹک کر ایک مقام پر ایسی پھنسی کہ نکلنا دشوار ہو گیا اور قریب تھا کہ سوار اور سواری دونوں ڈوب جائیں اس بے چاری نے صدائے استغاثہ بلند کی یَا صَاحِبَ الزَّمَان یَا صَاحِبَ الزَّمَان

کہہ کر فریاد کرنے لگی اس وقت پانی تیزی سے بڑھ رہا تھا سب لوگ اپنی اپنی فکر میں تھے کہ خیریت کے ساتھ نہر کو طے کر جائیں اس لئے کوئی اس زائرہ کی آواز کی طرف متوجہ نہ ہو سکا لیکن میں اس کی یہ حالت دیکھ کر آگے بڑھا جو یکا یک دیکھا کہ ایک صاحب میرے آگے آگے پانی پر پیدل اس طرح جا رہے ہیں کہ جیسے خشک اور سخت زمین پر چلا کرتے ہیں بلکہ کوئی اثر پانی کی تری کا بھی ان کے پاؤں اور لباس وغیرہ پر معلوم نہ ہوتا تھا ان صاحب نے اس عورت کو مع سواری کے تیزی سے نہر کے کنارے پر پہنچا دیا اس کے بعد وہ صاحب اگرچہ مجھ کو نظر نہ آئے لیکن ان کا نورانی چہرہ اور قد و قامت وغیرہ دیکھنے سے قریب قریب یقین ہو گیا کہ اس مومنہ کی اضطراری حالت میں فریاد کو پہنچنے والے حضرت حجت علیہ السلام تھے اس وقت مجھ کو بڑی خوشی تھی کہ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل ہو گیا پھر جب ہم لوگ نجف اشرف پہنچے تو ایک روز روضۂ مبارک کے اندر میں زیارت پڑھ رہا تھا جو دیکھا کہ وہی صاحب ضریح اقدس کے سرہانے کھڑے ہوئے سلام و دعا میں مشغول ہیں یہ دیکھتے ہی جلدی سے میں نے وہاں تک پہنچنا چاہا مگر کچھ تو زائرین کا ہجوم مانع ہوا اور کچھ میرے ہاتھ پاؤں ایسے پھولے کہ تیزی کے ساتھ قدم نہ اٹھا سکا بالآخر جب پہنچا تو وہاں نہ پایا ہر چند چاروں طرف حرم مقدس میں چکر لگایا لیکن حضرت نظر نہ آئے۔"

۲۸

نجم ثاقب میں بحوالۂ بحار الانوار وغیرہ ابو وفا شیرازی سے یہ روایت ہے کہ میں ابو الیاس کی قید میں گرفتار تھا بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ میرے قتل کا ارادہ کر رہا ہے میں نے بارگاہ الٰہی میں اس مصیبت کی شکایت کی اور امام زین العابدین علیہ السلام کو اپنا شفیع بنا یا دعا میں جناب رسولِ خدا و حضرت آئمہ ہدیٰ سے متوسل ہوتا رہا ایک شب جمعہ کو نماز سے فارغ ہو کر میں سو گیا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو اور میری بیٹی کو اور میرے دونوں فرزندوں کو دنیا کی چیز کے لئے وسیلہ نہ بنانا چاہیئے بلکہ امور آخرت کے لئے اور اس امر کے واسطے جس کی فضل الٰہی سے تو آرزو رکھتا

ہے البتہ میرے بھائی ابو الحسن اس شخص سے انتقام لے سکتے ہیں جس نے تجھ پر ظلم کیا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ انہوں نے تو ان مظالم پر بھی صبر کیا ہے جو فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے لئے پیش آئے میراث تک غضب ہوئی پھر میرے ظالم سے وہ کیوں بدلہ لیں گے اس پر حضرت نے میری طرف تعجب سے دیکھا اور فرمایا کہ یہ تو میرا ان کا عہد تھا جو انہوں نے پورا کیا اور میرا حکم تھا جس کو وہ بجا لائے اور حق ادا کر دیا مگر اب پس وائے ہے اس شخص پر جو ان کے دوستوں سے متعرض ہو۔ لیکن علیؑ بن الحسینؑ تو وہ سلاطین و شر شیاطین سے نجات کا ذریعہ ہیں اور محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ یہ دونوں طاعت خداوند عالم اور اس کی خوشنودی کا وسیلہ ہیں اور موسےٰ بن جعفر سے خیر و عافیت چاہو اور علی بن موسےٰ سے سفر برّ و بحر میں سلامتی اور محمدؑ بن علیؑ کے وسیلے سے خداوند عالم سے رزق مانگو اور علیؑ بن محمدؑ کے ذریعہ نوافل کی ادائیگی بھائیوں سے نیکی اور ہر اس طاعت کیلئے جس کے خواہش مند ہو دعا میں وسیلہ قرار دو اور حسن بن علی سے آخرت کے واسطے متوسل ہو لیکن صاحب الزّمان سے اس وقت استغاثہ کرو جب تلوار محل ذبح پر ہو چھری یہاں تک پہنچ جائے اور حضرت نے دست مبارک سے حلق کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ وہ ضرور فریاد کو پہنچیں گے وہ ہر فریادی کے لئے پناہ و فریاد رس ہیں پس کہو یَا صَاحِبَ الزَّمَانِ اَغِثْنِیْ یَا صَاحِبَ الزَّمَانِ اَدْرِکْنِیْ چنانچہ حسب الحکم میں نے خواب ہی میں استغاثہ کیا اور اسی حالت میں دیکھا کہ ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہاتھ میں حربۂ نور آسمان کی طرف سے اترے ہیں میں نے عرض کیا اے میرے مولا اس موذی کے شر کو مجھ سے دفع فرمایئے جس کی اذیتوں میں گھرا ہوا ہوں فرمایا کہ تمہارا کام انجام دے دیا ابو وفا کا بیان ہے کہ جب صبح ہوئی تو ابو الیاس نے مجھ کو بلایا اور کہا کہ تم نے کس سے فریاد کی میں نے جواب دیا کہ "انہیں سے جو مجبور و عاجز لوگوں کے فریاد رس ہیں"

بیان ملاقات میں یہ ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ حضرات معصومین علیہم السلام میں سے کسی بزرگوار کو خواب میں دیکھنا خواب و خیال کی بات نہیں ہے بلکہ ایسا ہی ہے جیسے جاگتے میں زیارت "بظاہر پیغمبر اسلام کا یہ ارشاد کہ امام زماں سے اس وقت فریاد کی جائے جب

گلے پر چھری رکھ دی گئی ہو اور جان پر بن رہی ہو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ حضرت سے استغاثہ حقیقتہً ایسی صورت میں محدود ہے اور یہ حضرت ہی سے مخصوص ہے بلکہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر معاملہ میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی جب اس کی شدّت اس نوبت کو پہنچ جائے کہ کوئی مددگار نظر نہ آتا ہو ہر ایک سے امّید قطع ہو ایسی بیکسی و بے بسی کی حالت میں حضرت حجت علیہ السلام سے فریاد کرنی چاہئے حضرت ضرور مدد فرمائیں گے کیونکہ ایسے ناچار بلاؤ مصیبت میں گرفتار کی فریاد رسی زمانہ کے امام کا منصب ہے۔"

واقعات روائے حاجات

۲۹

جناب محققؒ مدققؒ علامہ شیخ حسن بن یوسف بن علی بن مطہّر حلّی علیہ الرحمتہ ایسے محدّث جلیل متعلم بے عدیل گزرے ہیں کہ علوم وفنون عقلیہ ونقلیہ میں جن کا نظیر نہ تھا اپنے والد ماجد اور اپنے ماموں محققؒ صاحب شرائع الاسلام اور خواجہ نصرالدین طوسی کے شاگرد تھے گیارہ سال کی عمر میں مدارج اجتہاد پر ایسے فائز ہوئے کہ بڑے بڑے طلبہ کو درس دینے لگے تھے ایک مرتبہ چڑیاں لڑتی ہوئی سامنے آکر گریں لڑکپن کا زمانہ تھا پڑھاتے پڑھاتے اپنے سر سے عمامہ اتار کر ان پر رکھ دیا اور چڑیوں کو پکڑ لیا شاگرد بھی ہنس پڑے ایک دفعہ بچپن میں کسی غلطی پر والد کو دیکھ کر بھاگے والد پیچھے دوڑے قریب تھا کہ پکڑ لیں جو فوراً علّامہ نے سجدہ واجبہ کی آیت پڑھ دی جس کو سُن کر والد تو سجدہ کرنے لگے اور یہ آگے نکل گئے کیونکہ خود نابالغ تھے ان پر سجدہ واجب نہ تھا والد نے پھر پیچھا کیا انہوں نے پھر سجدے کی آیت پڑھی والد سجدے میں گر گئے اب سر اٹھا کر اپنے فرزند ارجمند کی اس تدبیر پر بہت خوش ہوئے اور پیار کے ساتھ پکارا جس پر صاحبزادے واپس آگئے۔ قدرت نے ایسے علمی برکات شامل حال فرمائے تھے کہ بچپن ہی میں خود مجتہد والد مجتہد بھائی مجتہد ماموں مجتہد بھتیجے مجتہد بھانجے مجتہد بیٹے مجتہد پوتے مجتہد ستر کتابوں سے زیادہ علّامہ کی تصنیفات ہیں کتاب تبصرۃ المتعلمین ایسی مقبول ہوئی کہ جس کی ستائیس

اٹھائیس شرحیں لکھی گئیں شرح تجرید کیسی مشہور کتاب ہے جس کو پڑھنا ہر عالم کا دستور ہے اس کا متن تجرید علامہ کے استاد جناب خواجہ نصیر الدین طوسی کا ہے جو بہت بڑے مشہور عالم و حکیم و فلسفی گزرے ہیں درود طوسی آپ ہی کا ہے ۵۹۷ھ میں پیدائش ہے ...ھ میں انتقال فرمایا اور علامہ حلّی کی ولادت ۶۴۷ھ اور رحلت ۷۲۶ھ میں ہوئی نجف اشرف میں روضۂ مبارکہ کے منارے سے متصّل دفن ہیں۔

علامہ موصوف کے متعلق جناب شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری اعلی اللہ مقامہ نے کتاب مجالس المومنین میں اور دیگر حضرات علماء نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک صاحب علم شخص نے جن کے علامہ بعض فنون میں شاگرد تھے کوئی کتاب شیعوں کے رد میں تیار کی تھی اور اکثر لوگوں کو جلسوں میں سنایا کرتے تھے لیکن اس کی تردید و جواب کے خوف سے کسی کو دیتے نہ تھے علامہ نے اس کے حاصل کرنے کی بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہو سکی یہاں تک کہ اپنی شاگردی کو استاد سے عاریۃً کتاب لینے کا ذریعہ بنایا جس پر استاد انکار نہ کر سکے اور مارے شرم کے کتاب دینا پڑی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ایک رات سے زیادہ نہ رکھیں گے مگر علامہ نے اتنا وقت بھی غنیمت سمجھا اور کتاب لے کر اپنے گھر آئے تاکہ جس قدر ہو سکے اس کی نقل کر لیں لکھنا شروع کیا لکھتے لکھتے آدھی رات ہو گئی نیند آنے لگی اور سو گئے اور حضرت حجّت علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت فرما رہے ہیں "کتاب مجھ کو دے دو اور تم سوتے رہو" جب اُٹھے تو دیکھا کہ حضرتؑ کے اعجاز سے پوری کتاب نقل ہو گئی ہے اور بعض حضرات نے واقعہ کی یہ صورت لکھی ہے کہ وہ کتاب اتنی ضخیم تھی کہ ایک شب کا تو کیا ذکر ہے اس کو ایک شخص ایک سال سے کم میں نقل نہ کر سکتا تھا جب علامہ نے لکھنا شروع کیا تو ایک صاحب اہل حجاز کی صورت میں دروازے سے داخل ہوئے سلام کیا اور بیٹھ کر کہنے لگے کہ شیخ تم مسطر تیار کئے جاؤ اور میں لکھتا ہوں چنانچہ انہوں نے لکھنا شروع کیا اور علامہ اوراق درست کرتے رہے مگر صورت لکھنے کی یہ تھی کہ ورق کی کتابت میں اس کی درستی سے بھی زیادہ تیزی تھی بس مرغ بولے تھے کہ اس وقت تک ساری

کتاب مکمل ہوگئی" سفینۃ البحار میں ہے کہ اس واقعہ کے متعلق بعض مجالس میں علاّمہ علیہ الرحمۃ نے صاف صاف فرمایا کہ وہ تشریف لانے والے حضرت حجّت علیہ السلام تھے"

۳۰

یوں تو بعض علماء متقدمین بھی قتل کئے گئے ہیں لیکن متاخرین ہیں جن کا سلسلہ آٹھویں قرن سے شروع ہوتا ہے جو اکابر علماء ظلم ظالمین سے شہید ہوئے ان کو لفظ شہید سے یاد کیا جاتا ہے شہید اول جناب شیخ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن جمال الدین مکّی رحمۃ اللہ علیہ ہیں لمعہ دمشقیہ آپ ہی کی کتاب ہے ایک سال شام کے قلعہ میں مقیدّ رہے۔ للعبید میں تلوار سے قتل کیا گیا ہے پھر سولی پر چڑھایا پھر سنگسار کیا گیا پھر لاش کو جلادیا سال ولادت ۷۶۴ھ ہجری اور سال شہادت ۷۸۶ھ ہے اور شہید ثانی عالم ربّانی جناب زین الدین عاملی علیہ الرحمۃ ہیں جو ایسے متبحر و جامع فنون عقلیہ و نقلیہ تھے کہ مشہور کتاب شرح لمعہ آپ ہی کی ہے جس کو ہر عالم دین پڑھتا ہے گویا بعد کے تمام علماء و محققین آپ کے شاگرد ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا موصوف مسجد الحرام سے گرفتار ہوئے اور شہر قسطنطنیہ میں شہید کئے گئے ۹۱۱ھ میں ولادت اور ۹۶۶ھ میں شہادت ہوئی ہے۔

شیخ فاضل اجل محمد بن علی بن حسن عودی نے کتاب بغیۃ المرید فی الکشف عن احوال الشہید میں لکھا ہے کہ جب شہید ثانی علیہ الرحمۃ نے دمشق سے مصر کا سفر کیا تھا تو راستہ میں بہت سے الطاف الٰہیہ و کرامات جلیلہ کا ظہور ہوتا رہا ان میں سے ایک یہ واقعہ ہے کہ جب منزل رملہ پر زیارت انبیاء کے لئے تنہا اس مسجد کی طرف آئے جو جامع ابیض کے نام سے مشہور ہے تو اس کے دروازے کو قفل لگا ہوا تھا لیکن ذرا کھینچنے سے فوراً کھل گیا اندر جا کر نماز و دعا میں ایسے مشغول ہوئے کہ قافلہ کی روانگی کے وقت کا بھی خیال نہ رہا اور وہاں اتنے بیٹھے کہ قافلہ روانہ ہوگیا اس پر بہت متفکر و پریشان تھے کہ کیا کریں تنہائی کا عالم اور سارا سامان ہودج پر قافلہ کے ساتھ جا چکا ہے مجبوراً پیدل روانہ ہوگئے کہ شاید قافلہ مل جائے مگر چلتے چلتے تھک گئے اور وہ دور تک نظر نہ آیا یکایک

ایک سوار آتے ہوئے دکھائی دیئے جنہوں نے قریب پہنچ کر فرمایا کہ میرے ساتھ بیٹھ جاؤ اور سوار کر لیا اس کے بعد بجلی کی طرح ایک لمحہ میں قافلہ تک پہنچ گئے اور اپنی سواری سے اتار دیا۔ شہید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے راستہ میں ہرچند تلاش کیا کہ ان صاحب کو دیکھ لوں مگر وہ نظر نہ آسکے اور اس سے پہلے بھی میں نے ان کو نہ دیکھا تھا۔ بیان ملاقات میں یہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ایسی امدادیں حضرت حجت علیہ السلام کے تصرفات و معجزات اور فیوض و برکات ہیں۔

۳۱

علامہ بحر العلوم آقا سید مہدی طباطبائی اعلی اللہ مقامہ کے حالات اور چند واقعات کا تذکرہ پہلے (واقعہ ۳ میں) ہو چکا ہے یہ واقعہ بھی جنتہ الماوےٰ میں علامہ کے کارکن مولانا سلماسی سے نقل ہے کہ مجاورت مکہ معظمہ کے زمانے میں باوجودیکہ عالم مسافرت تھا گھر بار سے بہت دور تھے لیکن بذل و عطا داد و دہش کی یہ صورت کہ کثرت مصارف کی کچھ پروا نہ تھی یہاں تک نوبت پہنچی کہ خرچ کی کوئی سبیل نہ رہی ایک درہم بھی میرے پاس نہ تھا میں نے علامہ سے عرض حال کیا جس کا کچھ جواب نہ دیا اور حسب عادت بعد صبح طواف خانہ کعبہ کے لئے چلے گئے جب واپس تشریف لائے تو میں نے حسب معمول حقہ حاضر کیا یکایک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا جس پر وہ نہایت بے چینی کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور مجھ سے فرمایا کہ جلدی یہاں سے حقہ ہٹاؤ اور فوراً خود جاکر دروازہ کھولا اور ایک شخص جلیل بہیئت اعراب داخل ہوئے اور بیٹھ گئے بحر العلوم بھی انتہائی عجز و انکسار سے بیٹھے کچھ باتیں ہوئیں پھر وہ صاحب کھڑے ہو گئے بحر العلوم نے دروازہ کھولا ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا ناقہ پر سوار کرایا جب اندر تشریف لائے تو چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اسی وقت مجھ کو ایک کاغذ دیا اور فرمایا کہ یہ رقعہ اس صرّاف سے متعلق ہے جو کوہ صفا پر بیٹھا ہے اس کو لے کر اس کے پاس جاؤ اور جو کچھ وہ دے لے آؤ چنانچہ میں گیا اور وہ نوشتہ اس کو دیا اس نے ہاتھ میں لے کر دیکھا چوما اور کہا کہ باربردار بلا کر لاؤ میں جاکر چار قلی لے آیا صراف نے وہ ریال جو پانچ

قران عجمی سے بھی زیادہ ہوتا ہے اتنی مقدار میں دیئے کہ چار مزدور اپنے کاندھوں پر اٹھا کر لائے اور مکان پر پہنچا دیئے" چند روز کے بعد میں صراف سے ملنے کے لئے چلا تاکہ اس کا حال بھی دریافت کروں اور یہ بھی پوچھوں کہ وہ رقعہ کس کا تھا لیکن جب اس مقام پر پہنچا تو نہ وہ دکان نظر آئی نہ وہ صرّاف دکھائی دیا میں نے ان لوگوں سے جو اس وقت وہاں موجود تھے صرّاف کے متعلق سوال کیا سب نے یہ کہا کہ ہم نے آج تک یہاں کسی صراف کو نہیں دیکھا جس کے بعد میں سمجھ گیا کہ یہ سب کچھ اسرار خدا اور الطاف امام زماں علیہ السّلام ہیں "

۳۲

صاحب کتاب دارالسلام تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز نجف اشرف میں ان صاحبان کے ذکر پر جن کو حضرت حجت علیہ السلام کی بارگاہ میں حضوری کا شرف حاصل ہوا ہے فاضل جلیل عادل نبیل آقا سید باقر اصفہانی نے بیان فرمایا کہ حسب عادت مجاورین ایک مرتبہ میں نے شب چہارشنبہ مسجد سہلہ میں گزاری اور دن کو بھی اس ارادہ سے وہیں رہا کہ عصر کے وقت مسجد کوفہ جاؤں گا اور پنجشنبہ کی شب وہاں رہ کر دن میں نجف واپس ہوں گا لیکن صورت یہ پیش آئی کہ کھانے کا سامان ختم ہو گیا اس زمانہ میں مسجد سہلہ کا جوار آباد نہ تھا اور کوئی روٹی بیچنے والا بھی وہاں نہ آتا تھا مجھ کو بھوک بہت لگ رہی تھی جس سے نہایت پریشان تھا مگر نماز پڑھنے میں مشغول ہو گیا اسی اثنا میں ایک صاحب تشریف لائے اور میرے قریب بیٹھ کر انہوں نے دسترخوان کھولا اس وقت کھانا دیکھ کر میرا دل چاہنے لگا کہ کاش یہ قیمت لے لیں اور مجھے بھی کھانے میں شریک کر لیں چونکہ ایک خود انہوں نے میری طرف دیکھ کر تواضع فرمائی مگر میں نے شرم کی وجہ سے انکار کیا لیکن ان کے اصرار سے میں تیار ہو گیا اور خوب پیٹ بھر کر کھایا فراغت کے بعد دسترخوان لپیٹ کر وہ مسجد کے ایک حجرہ میں تشریف لے گئے جس پر میری نظر جمی رہی اور ان کے باہر آنے کا انتظار کرتا رہا مگر دیر ہو گئی اور وہ نہ نکلے جس سے میں متفکر ہوا کہ میرے ساتھ ان صاحب کا یہ عمل اتفاقی تھا میری حالت اور دل کی بات

پر ان کو اطلاع تھی یہ سوچ کر میں اٹھا اور اسی حجرہ میں پہنچا دیکھا تو وہ بالکل خالی ہے وہاں کوئی نظر نہ آیا باوجودیکہ اس میں آنے جانے کا دوسرا راستہ نہ تھا تب میں سمجھا کہ میری ضمیر پر مطلع ہو کر مجھ کو کھانا کھلانے والا سوائے حضرت حجت علیہ السلام کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

۳۳

کتاب نجم ثاقب میں صالح متقی شیخ محمد طاہر نجفی کے متعلق ایک حکایت مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ برسوں مسجد کوفہ کے خادم رہے اور مع اہل وعیال کے وہیں رہائش تھی بہت پرہیز گار متدیّن آدمی تھے آخر میں نابینا ہو گئے تھے ان کا یہ بیان بعض علماء متقین نے نقل کیا ہے کہ کئی سال ہوئے جو نجف کے دو گروہوں میں جن سے میری معاش کا تعلق تھا باہم جنگ وجدال کی وجہ سے زائرین کی آمد ورفت رک گئی تھی اہل علم کا آنا بند تھا جس سے میں بہت پریشان ہوا زندگی تلخ ہونے لگی کیونکہ کثیر العیال تھا کچھ یتیموں کی پرورش بھی میرے ذمہ تھی فاقوں کی نوبت آ گئی ایک شب کو ایسا ہوا کہ کھانے کو کچھ نہ تھا بچے مارے بھوک کے رو رہے تھے اس وقت بہت دل تنگ ہو کر بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے ہوئے میں نے یہ عرض کیا کہ پروردگارا اب سوائے اس کے کچھ نہیں چاہتا کہ اپنے مولا وآقا کی صورت دیکھ لوں اسی اثنا میں ایک جلیل القدر جن کے چہرے سے آثار ہیبت وجلال نمایاں ہو رہے تھے نفیس لباس پہنے ہوئے تشریف لائے میں نے خیال کیا کہ یہ تو کوئی بادشاہ ہیں لیکن سر پر عمامہ بھی تھا جب انہوں نے نماز پڑھنی شروع کی تو روئے مبارک کا نور ایسا بڑھنے لگا کہ نظر جمانا ممکن نہ رہا تب میں سمجھا کہ میرا یہ خیال غلط ہے اور انہوں نے خود میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے طاہر مجھے کونسا بادشاہ خیال کرتے ہو میں نے عرض کیا کہ میرے مولا آپ تو بادشاہوں کے بادشاہ اور تمام عالم کے سردار ہیں فرمایا اے طاہر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے اب کیا چاہتے ہو کیا ہم روزانہ تم لوگوں کی دیکھ بھال نہیں کرتے اور تمہارے اعمال ہمارے سامنے پیش نہیں ہوتے ہیں اس فرمانے پر ان جناب کی ہیبت وعظمت اور اس حیرت کی وجہ سے

جو مجھ پر طاری تھی کچھ جواب نہ دے سکا اور الحمد للہ اس وقت سے معاش کے دروازے میرے لئے کھل گئے اور آج تک کبھی تنگی میں مبتلا نہ ہوا۔"

۳۴

فاضل جلیل سید محمد باقر بن سید محمد شریف حسینی اصفہانی نے کتاب نور العیون میں اپنے استاد عالم متقی میرزا محمد تقی الماسی سے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ الماسی مولانا محمد تقی مجلسی اوّل کے پر پوتے تھے ان کے اس لقب کی وجہ یہ تھی کہ ان کے والد میرزا محمد کاظم بڑے متمول تھے انہوں نے ایک الماس جس کی قیمت پانچ ہزار تومان تھی بارگاہِ امیر المؤمنین علیہ السّلام میں ہدیہ کیا تھا جس سے الماسی مشہور ہو گئے ۱۱۵۹ھ میں رحلت ہوئی ہے۔

موصوف نے بیان فرمایا کہ منجملہ سادات شولستان ایک بزرگ عالم دین نے اپنے معتمد شخص کا یہ بیان مجھ سے نقل کیا کہ ایک مرتبہ بحرین کے کچھ لوگوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص باری باری مومنین کی ایک جماعت کو کھانا کھلائے چنانچہ وہ لوگ اس طرح کرتے رہے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص کا نمبر آیا جس کے پاس پیسہ نہ تھا وہ اپنی تنگدستی و بے سروسامانی سے بہت پریشان ہوا اسی فکر و غم میں اتفاقاً رات کو جنگل کی طرف سے گزر رہا تھا جو ایک صاحب اس کے سامنے آئے اور کہنے لگے کہ تم فلاں تاجر کے پاس جاؤ اور کہو کہ م ح م د بن الحسنؑ نے کہا ہے کہ وہ بارہ دینار دیدو جو تم نے ہمارے لئے نذر کئے تھے انہیں لے کر تم اپنی مہمانداری میں صرف کرو چنانچہ وہ بے چارہ اس سوداگر کے پاس گیا اور پیغام پہنچایا اس نے سن کر کہا کہ کیا خود انہوں نے تم سے یہ بات فرمائی ہے بحرینی نے جواب دیا ہاں ایسا ہی ہے پھر تاجر نے پوچھا کہ تم ان کو پہچانتے ہو بحرینی نے کہا کہ انہیں میں تو نہیں جانتا سوداگر نے کہا کہ وہ حضرت امام صاحب الزّمان علیہ السّلام ہیں اور ان کی نذر کے بارہ دینار میرے پاس رکھے ہیں اس کے بعد تاجر نے بحرینی کا بہت کچھ اکرام کیا اور کہا کہ چونکہ میری یہ نذر اس سرکار میں قبول ہو گئی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ تبرکاً آدھے دینار کا مجھ سے تبادلہ کر لو بحرینی نے ایسا ہی کیا

اور رقم لے کر خوش خوش اپنے گھر واپس آ گئے اور اس مہمانی میں خوب صرف کیا۔"

۳۵

فاضل کامل سید محمد حسینی نے کفایتہ المہتدا میں حسن بن حمزہ علوی طبری مرعشی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ہمارے اصحاب امامیہ میں سے ایک مرد صالح نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں حج کو گیا تو سخت گرمی کا سال تھا قافلہ سے جدا ہو گیا مارے پیاس کے دم نکلا جاتا تھا یہاں تک کہ زمین پر جو یکایک گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی آنکھیں کھولیں تو ایک خوش رو و خوشبو جوان نظر آئے انھوں نے مجھ کو ایسا پانی پلایا جو برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا اس وقت میں مرنے سے بچ گیا اور میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں جو مجھ پر ایسی مرحمت فرمائی فرمایا کہ میں بندوں پر حجتہ اللہ اور روئے زمین پر بقیتہ اللہ ہوں اور میں وہ ہوں کہ زمین کو عدل و داد سے بھر دوں گا جبکہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی میں حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسےٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علی بن حسین بن علیؑ بن ابیطالب علیہم السلام کا فرزند ہوں" اس کے بعد فرمایا کہ آنکھیں بند کرو میں نے آنکھیں بند کر لیں فرمایا کھول دو میں نے کھول دیں تو اپنے کو قافلہ کے سامنے پایا اور حضرت نظر سے غائب ہو گئے تھے صلوات اللہ علیہ "

۳۶

عالم متبحر شیخ ابو الحسن شریف عاملی نے کتاب ضیاء العالمین میں حافظ ابو نعیم و ابو العلا ہمدانی سے ابن عمر کی یہ روایت نقل کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی کا خروج اس بستی سے ہو گا جس کو کرعہ کہتے ہیں ان کے سر پر ابر کا سایہ ہو گا اور منادی یہ آواز دیتا ہو گا کہ یہ مہدی خلیفۂ خدا ہیں ان کی متابعت کرو اس کے سلسلے میں محمدؐ بن احمد سے ایک جماعت نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ میرے والد ہمیشہ مقام کرعہ کے متعلق لوگوں سے دریافت کیا کرتے تھے کہ وہ کس طرف ہے اتفاقاً ایک بڑا تاجر آ گیا اس سے بھی پوچھا تو اس نے یہ کہا کہ میرے باپ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے اور میں بھی ساتھ ہوتا ایک دفعہ ہم راستہ بھول گئے اور چند روز اسی پریشانی میں

گزرے کھانے پینے کا سامان بھی ختم ہو گیا اور مرنے کی نوبت آگئی جو یکایک ایک مقام پر چمڑے کے چند خیمے نظر آئے اور ان میں سے کچھ آدمی نکل کر ہماری طرف متوجہ ہوئے جن سے ہم نے اپنی اس حالت کو بیان کیا جب ظہر کا وقت ہوا تو ایک ایسے خوبصورت جوان باہر نکلے جن سے زیادہ حسین جلیل القدر رعب و دبدبہ والا ہم نے کبھی نہ دیکھا تھا سب نے ان کے ساتھ نماز پڑھی جب وہ سلام پھیر چکے تو میرے باپ نے ان کو سلام کیا اور اپنا سارا قصہ سنایا جس کے بعد ہم کئی دن وہاں رہے اور ان سب کو ایسا بڑا با اخلاق و نیک کردار پایا کہ کبھی کسی کو ان صفات کا سنا بھی نہ تھا بالآخر ہم نے ان جناب سے عرض کیا کہ کسی آدمی کو ہمارے ساتھ کر دیا جائے جو ہمیں ٹھیک راستہ پر لگا دے چنانچہ انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا جس کے ہمراہ وہاں سے ہم روانہ ہو گئے اور بہت تھوڑے سے وقت میں ہم ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں جانا چاہتے تھے وہاں میرے والد نے اس ہمراہی سے سوال کیا کہ تمہارے یہ سردار کون ہیں اس نے کہا کہ یہ حضرت مہدی م ح م د بن حسن علیہ السلام ہیں اور اس مقام کو کرعہ کہتے ہیں جو یمن میں داخل ہے اس طرف سے جو بلاد حبشہ سے متصل ہے دس دن کا راستہ ہے اور ایسے بیابانوں میں ہے جہاں پانی کا نام نہیں"

اس حکایت کو نقل کرنے کے بعد عالم مذکور نے فرمایا ہے کہ اس روایت میں کہ حضرت کا خروج کرعہ سے ہو گا اور اس خبر میں کہ حضرت مکہ سے ظاہر ہوں گے کوئی مخالفت نہیں ہے کیونکہ دونوں کو ملا کر مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنی قیام گاہ کرعہ سے مکہ تشریف لائیں گے اور وہاں سے ظہور امر ہو گا یہ بھی نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ مقام حضرت کی مستقل قیام گاہ ہے"

واقعاتِ ہدایات

۳۷

محدث جلیل جناب شیخ ابو جعفر محمد علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی علیہ الرحمۃ جن

کا لقب صدوق ہے اور جن کی عظمت وجلالت علمی دنیا میں ایسی نمایاں ہے کہ بیان کی ضرورت نہیں شیخ کے والد بزرگوار بزمانۂ غیبت صغریٰ وکیل ناحیہ مقدسہ ابوالقاسم حسین بن روح کے ہمراہ حضرت حجت علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور بہت سے مسئلے دریافت کئے تھے کچھ عرصہ کے بعد علی بن جعفر اسود کے ذریعہ سے دعاء فرزند کے لئے تحریری درخواست پیش فرمائی تھی جس کے جواب میں امام عالی مقام علیہ السلام نے یہ ارقام فرمایا تھا کہ ہم نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی جو قبول ہوئی تمہارے دو لڑکے ہوں گے ایک کا نام محمدؐ دوسرے کا حسین رکھنا چنانچہ دو صاحبزادے ہوئے خود جناب شیخ صدوق فخر فرمایا کرتے تھے کہ میں دعاء امام صاحب الزمان علیہ السلام سے پیدا ہوا ہوں" شیخ کی وفات ۳۸۱ھ میں ہوئی اور مقام رے میں دفن ہیں موصوف کا ذکر واقعۂ جزیرۂ خضرا میں بھی آئے گا۔

جناب شیخ نے اپنی کتاب کمال الدین کے شروع میں تحریر فرمایا ہے کہ میرے لئے اس کتاب کی تصنیف کا یہ باعث ہوا کہ جب زیارت حضرت امام رضا علیہ السلام سے فارغ ہو کر میں نیشاپور پہنچا تو وہاں کے رہنے والوں کو غیبت امام علیہ السلام کے مسئلہ میں بہت متحیر پایا میں نے اچھی طرح ان کو یہ باتیں سمجھائیں اسی اثنا میں شیخ نجم الدین ابوسعید محمد بن حسن قمی بخارا سے تشریف لے آئے جن کی ملاقات کا میں بہت مشتاق تھا ان سے جہاں اور باتیں ہوئیں ایک روز انہوں نے بھی بخارا کے ایک بہت بڑے فلسفی و منطقی کا کچھ کلام نقل کیا جس سے وہ بھی کسی قدر حیرت میں تھے میں نے ان سے چند حدیثیں بیان کیں جس کے بعد وہ بھی مطمئن ہو گئے اور اس بحث میں ایک کتاب تیار کرنے کی انہوں نے مجھ سے فرمائش کی میں نے ان سے وعدہ کیا کہ اپنے مقام پر پہنچ کر یہ کام شروع کروں گا اس کے بعد ایک رات کو یہ خواب دیکھا کہ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا ہوں اور ساتویں طواف پر، حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے دل میں یہ خیال ہے کہ میں نے امانت ادا کی اور عہد کو تازہ کیا جو یکایک حضرت حجت علیہ السلام کو بیت اللہ کے دروازے پر دیکھا میں حضرت کے قریب پہنچا سلام عرض کیا

حضرت نے جواب دیا اور فرمایا کہ کوئی کتاب کیوں نہیں تصنیف کرتے ہیں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ بہت سی چیزیں ہیں فرمایا مطلب یہ ہے کہ غیبت پر ایک کتاب لکھو اور اس میں انبیاء کی غیبتوں کا بھی بیان ہو یہ فرما کر حضرتؑ تشریف لے گئے اور میں خوفزدہ روتا ہوا بیدار ہوا اور صبح ہی سے حسب ہدایت اس کتاب کو لکھنا شروع کر دیا۔"

۳۸

جناب شیخ جلیل ابو عبداللہ محمد بن نعمان ملقب بہ مفید علیہ الرحمۃ جن کے افادات عالیہ احاطہ تحریر سے باہر ہیں اور بکثرت تصانیف ہیں جن کی عظمت و جلالت کے متعلق صرف اتنی شہادت کافی ہے کہ شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری نے کتاب مجالس المومنین میں چند شعر ان کے مرثیہ میں نقل فرمائے ہیں جو صاحب الامر علیہ السلام سے منسوب ہیں اور شیخ کی قبر پر لکھے دیکھے گئے ۳۳۶ھ میں ولادت اور ۴۱۳ھ میں وفات ہوئی رواق کاظمین میں روضۂ مبارکہ کے دروازہ پر قبر ہے"

حضرت حجت علیہ السلام کی بارگاہ معلّے میں شیخ موصوف کو اس درجہ کا تقرّب حاصل تھا کہ بزمانۂ غیبت کبریٰ کسی ذریعہ سے دو فرمان عالیشان شیخ کے نام صادر ہوئے جو احتجاج طبرسی میں نقل ہیں ان میں سے ایک ماہ صفر ۴۱۰ھ میں پہنچا ہے جس میں حسب دستور مکتوب کی پیشانی پر تحریر القاب کے بعد اس طرح خطاب کی ابتدا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم ۔ سلامٌ عَلیکم ایّھا الولیّ المخلص فی الدّین المخصوص فینا بالیقین ۔ یعنی اے دینی دوست پر خلوص ہماری ولایت میں کمال یقین سے مخصوص تم پر سلام۔

دوسرا فرمان ۲۳ ذی الحجہ ۴۱۲ھ کو آیا ہے جس میں اس طرح خطاب ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم سلامٌ عَلیکَ ایّھا العبد الصّالحُ النّاصر للحقِّ الداعی الیہ بکلمۃ الصّدق ۔ یعنی اے خدا کے بندۂ شائستہ حق کے مددگار اس کی طرف مخلوق کو کلمۂ صدق سے دعوت دینے والے تم پر سلام یہ دونوں تحریریں حضرت حجت علیہ السلام کے خاص صاحبان میں

سے کسی بزرگ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی اور حضرت کے دستخطوں سے مزین تھیں ان فرمانوں کی خبریں ایسی یقینی ہیں کہ ہر دور میں مقبول و مشہور رہی ہیں اور جماعت علماء میں کسی نے ان کی روایت میں تامل نہیں فرمایا ان مکتوبات کو پہنچانے والی ذات پر سب کا اعتماد ہے ان کا حامل ایسا ہی شخص ہو سکتا ہے جس کو اس بارگاہ میں شرف حضوری و زیارت وغیرہ حاصل ہوا ہو ان فرمانوں میں حمد و صلوٰۃ کے بعد مکتوب الیہ کے لئے دعائیں ہیں دین حق کی نصرت و خدمت ملت کے متعلق ان کی ہمت افزائی ہے اپنے دوستوں پر خداوند عالم کی مہربانیوں کا ذکر فرمایا ہے تبلیغ و ہدایت کے لئے کچھ نصیحتیں ہیں سبب غیبت و قیام گاہ کا بھی تذکرہ ہے بعض عظیم حادثات اور فتنوں کی خبر ہے جو سوائے خدا و اولیاء خدا کے کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔

۳۹

جناب سید جلیل رضی الدین علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن احمد بن محمد طاؤس علیہ الرحمتہ صاحب مقامات باہرہ و کرامات ظاہرہ مشہور بزرگ گزرے ہیں جن کی کتابیں صرف ادعیہ و اعمال میں سترّ تک پہنچی ہوئی ہیں باوجود کثرت تصانیف اور ایسی عظمت و جلالت کے فقہ میں کوئی کتاب سوائے ایک رسالہ نماز کے نہیں ہے اور فتاوے سے احتیاط فرماتے رہے ہیں اگرچہ بنی طاؤس میں بہت سے علماء ہوئے جن کو ابن طاؤس کہا جاتا ہے مگر سب سے زیادہ آپ کی شہرت ہے فضائل و زیارات و اعمال کی کتابوں میں ابن طاؤس سے مراد موصوف ہی ہوتے ہیں اور کتب فقہ و رجال میں ان کے بھائی آقا سید احمد علیہ الرحمتہ مقصود ہیں موصوف کی پیدائش ۵۸۹ھ اور وفات ۶۴۶ھ میں ہوئی ہے۔

ابن طاؤس اعلی اللہ مقامہ نے رسالہ مواسعہ و مضائقہ میں اپنے سفر زیارات عتبات عالیات ۶۴۱ھ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ جب ہم لوگ نجف اشرف سے حلّہ واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ ایک صاحب شیخ عبدالمحسن نام عراق کے کسی گاؤں کے رہنے والے آئے تھے جو حضرت حجت علیہ السلام کی زیارت

سے مشرف ہوئے ہیں اور ان کو حضرت کا کوئی پیغام مجھ تک پہنچانا تھا۔ یہ سن کر میں نے فوراً ایک آدمی ان کے بلانے کے لئے بھیجا چنانچہ وہ تیسرے روز آگئے میں نے ان سے تنہائی میں بات چیت کی جس سے سمجھ لیا کہ یہ ایک نیک اور سچے آدمی ہیں جن کی کوئی غرض بھی مجھ سے متعلق نہیں ہے تاجر شخص ہیں غلّے کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں۔ اس شب پنجشنبہ کو جس میں، میں نجف اشرف تھا اور میرے لئے وہ شب تفضلات الٰہیہ کی رات تھی۔ شیخ عبدالمحسن سحر کے وقت کربلائے معلّے کے قریب راستے میں حضرت کی زیارت سے اس طرح مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر سوار تشریف لاتے ہوئے دیکھا جس کی رفتار میں حرکت کی آواز بالکل محسوس نہ ہوتی تھی گھوڑے کا رنگ بہت زیادہ سُرخ سیاہی مائل تھا اور حضرت سفید لباس پہنے سر مبارک پر تحت الحنک کے ساتھ عمامہ تلوار حمائل کئے ہوئے تھے شیخ مذکور نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت نے فرمایا کہ یہ وقت کیسا ہے تو میں نے یہ سمجھ کر کہ باعتبار موسم کے سوال فرمایا ہے عرض کیا کہ دنیا کو کہر اور غبار گھیرے ہوئے ہے جس پر ارشاد فرمایا کہ میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا بلکہ لوگوں کا حال دریافت کیا ہے تب میں نے عرض کیا کہ سب اطمینان و امن و امان سے ہیں پھر حضرت نے فرمایا کہ ابن طاؤس کے پاس جاؤ اور یہ باتیں کہہ دینا اس کے بعد حضرت نے بتکرار فرمایا کہ وقت قریب ہوگیا ہے، وقت قریب ہوگیا ہے، اسوقت میرے دل میں آیا اور یقین ہوگیا کہ یہ سوار ہمارے مولا و آقا امام صاحب الزمان علیہ السلام ہیں بس میں بے ہوش ہو کر گر پڑا اور طلوع صبح تک یہی حالت رہی " ابن طاؤس علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ جب شیخ عبدالمحسن نے حضرت کے پیغامات مجھ کو پہنچائے تو میں نے کہا کہ تمہیں یہ کیسے اطمینان ہوا کہ حضرت کا مقصد ابن طاؤس سے میری ذات ہے شیخ نے جواب دیا اس کا سبب یہ ہے کہ اول تو خاندان طاؤس کے لوگوں میں سوائے آپ کے کسی کو میں نہیں پہچانتا دوسرے یہ کہ میرے دل نے صرف یہی کہا کہ آپ کے ہی پاس پیغام پہنچانے کا حکم ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ حضرت کے اس فرمان سے کہ وقت قریب ہوگیا ہے وقت قریب ہوگیا ہے تم کیا سمجھے آیا حضرت کی مراد میری

موت کا وقت ہے کہ وہ نزدیک آگیا ہے یا حضرت کا مقصود ظہور پر نور ہے کہ وہ عنقریب ہونے والا ہے شیخ نے کہا کہ میں تو یہ سمجھا ہوں کہ ظہور کا وقت قریب ہو چلا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ گھر میں گوشہ نشین ہو کر عبادت کرتا رہوں میں اس پر بہت پشیمان ہوں کہ حضرت سے میں نے وہ چیزیں نہ پوچھیں جنہیں دریافت کرنا چاہتا تھا اس کے بعد میں نے شیخ کو ہدایت کی کہ یہ حکایت ہرگز کسی سے نقل نہ کریں اور میں نے انہیں کچھ پیش کرنا چاہا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اس سے بے نیاز ہوں میرے پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ پھر رات کو شیخ سے تنہائی میں خوب گفتگو ہوتی رہی یہاں تک کہ سونے کا وقت آگیا شیخ نے میرے ہی یہاں آرام کیا اور میں یہ دعا کرتا ہوا سویا کہ ان سب باتوں کی مزید وضاحت آج ہی خواب میں ہو جائے چنانچہ میں نے دیکھا کہ گویا امام جعفر صادق علیہ السلام نے بڑا ہدیہ میرے لئے بھیجا ہے جو میرے پاس ہے اور میں اس کی قدر نہیں کر رہا یہ خواب دیکھ کر میں اٹھا حمد خدا بجا لایا اور نماز شب کے واسطے تیار ہونے لگا وضو کے لئے ملازم پانی لایا لیکن جب میں نے ہاتھ دھونے چاہے تو ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کسی نے پکڑ کے اس ظرف کا منہ پھیر دیا اور وضو کرنے سے روک رہا ہے اس سے میں نے خیال کیا کہ شاید یہ پانی نجس ہے جس کے استعمال سے خداوند عالم کو محفوظ رکھنا منظور ہے میں نے آواز دے کر اپنے آدمی کو بلایا اور کہا کہ اس پانی کو پھینک دو اور ابریق طاہر کر کے نہر سے پانی بھر کر لاؤ وہ گیا اور دوبارہ پانی لے کر آیا مگر پھر وہی صورت ہوئی تب میں دعائیں پڑھنے میں مشغول ہو گیا اور کچھ دیر کے بعد وضو کا ارادہ کیا اس وقت بھی وہی صورت پیش آئی جس سے میں نے سمجھ لیا کہ آج نماز شب نصیب میں نہیں ہے خدا خیر کرے نہ معلوم کل کیا ہونے والا ہے اس سوچ میں بیٹھا رہا بیٹھے بیٹھے نیند آ گئی خواب میں دیکھا کہ کوئی صاحب کہہ رہے ہیں عبدالمحسن پیغام لے کر آیا تمہیں چاہیئے تھا کہ اس کے سامنے کھڑے ہو کر چلو۔ جب آنکھ کھلی تو خیال کیا کہ شیخ کے احترام و اکرام میں مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے اس وقت

میں نے بارگاہ الہٰی میں توبہ کی پھر جو وضو کرنا شروع کیا تو کوئی رکاوٹ نہ ہوئی اور حسب عادت وضو کر کے نماز شروع کی ابھی دو رکعت پڑھی تھی کہ صبح طالع ہوگئی نماز شب کو قضا کیا اور اس سے یقین ہوگیا کہ میں نے پیغام لانے والے کا حق ادا نہ کیا تھا پس میں شیخ مذکور کے پاس آیا اور معذرت کے ساتھ چھ اشرفیاں اپنے مال سے اور پندرہ دوسری مد سے پیش کیں لیکن انہوں نے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میرے پاس سو اشرفیاں موجود ہیں میں کسی طرح نہیں لے سکتا یہ رقم کسی محتاج کو دے دیجئے میں نے کہا کہ اس موقع پر مالداری اور فقیری کا سوال نہیں ہے بلکہ حضرتؑ کی طرف سے پیغام لانے والے کو جو کچھ نذر کیا جائے وہ اس قدر و عزت کی وجہ سے ہے کہ حضرت نے بھیجا ہے اچھا یہ پندرہ اشرفیاں خاص میرا مال نہیں ہیں نہ لو میں مجبور نہیں کرتا لیکن میری چھ اشرفیاں ضرور لینا پڑیں گی چنانچہ انہوں نے لے لیں مگر لے کر لوٹا دیں جب میں نے بہت اصرار کیا تو قبول کر لیں اس کے بعد ہم نے ناشتہ کیا اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر چلنے کا خواب میں جو حکم ہوا تھا اس کی بھی میں نے تعمیل کی۔

اس واقعہ میں ابن طاؤس علیہ الرحمۃ سے وقت پر نماز شب کا فوت ہونا اخبار و احادیث کے اس مضمون کی تصدیق ہے کہ بعض غلطیاں اور کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے انسان خداوند عالم کی عبادت سے محروم ہو جاتا ہے یاد الہٰی کی حلاوت اس کے دل میں باقی نہیں رہتی حلال روزی نصیب نہیں ہوتی علوم و معارف محو سہو ہو جاتے ہیں دین کی باتوں سے غافل رہتا ہے اگر کبھی متوجہ ہوتا ہے تو کوئی نہ کوئی رکاوٹ سامنے آجاتی ہے اسی لئے ابن طاؤس نے اپنی غلطی و کوتاہی کو نماز شب سے محرومی کا سبب سمجھا پھر خواب دیکھ کر پوری طرح متوجہ ہو گئے اور اس کی تلافی کی۔ اخبار معتبرہ میں وارد ہے کہ دروازہ پر آنے والا سائل بھی خدا کا بھیجا ہوا ہوتا ہے جس کا احترام واجب و لازم ہے اس کے ساتھ ادب سے پیش آنا چاہیئے باوجودیکہ سوال کرنے کی مذمت کی گئی ہے لیکن اس پر نظر کرتے ہوئے پھر بھی سائل کا سوال اس کی دلیل ہو سکتا ہے کہ مانگنے والا ضرورتمند و حقدار ہے اور خدا کا بھیجا ہوا

ہے پس جبکہ شریعت میں خداوند عالم کے ایک عام فرستادہ کے لئے یہ اہتمام ہے تو امام علیہ السلام کے قاصد و پیغمبر کا کیا ذکر ہے جو حقیقتہً خدا ہی کا خاص فرستادہ ہے اس کے بارے میں کوتاہی یقیناً نماز سے محرومی کا باعث ہوگی جو مومن کی معراج ہے خصوصاً نماز شب جس کے اجر و ثواب کا احاطہ نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی واضح رہے کہ ایسی نعمات الٰہیہ سے محروم ہونا کبھی معصیت و گناہ کی دنیوی سزا ہوتا ہے جس کی پہچان یہ ہے کہ وہ بدکردار اپنی بدعملی پر نادم و پشیمان نہیں ہوتا اور کبھی یہ محرومی پروردگار عالم کا لطف و کرم اور ایسی مہربانی ہوتی ہے کہ وہ بندہ مومن فوراً اپنی غلطی و خطا کی طرف متوجہ ہو کر معافی کا خواستگار ہو جاتا ہے اور اس کے اس اعتراف سے نہ صرف سابقہ نعمت ہی واپس ہوتی ہے بلکہ پہلے سے کہیں زائد نعمتیں خداوند عالم اس کو عطا فرماتا ہے اور اس خجالت و ندامت پر بلند درجات اس کے لئے حاصل ہو جاتے ہیں لہٰذا مومنیں کا ایمانی فریضہ ہے کہ ہمیشہ خوف خدا پیش نظر رکھیں اور پنجگانہ نماز کی ادائیگی کے بعد دو رکعت نماز شکر بھی پڑھتے رہیں۔"

۴۰

جناب محدث جلیل آقا شیخ محمد بن حسن حُرّ عاملی علیہ الرحمۃ جو صاحب تصانیف کثیر اعاظم علماء و محدثین سے ہیں جن کا شمار محدثین ثلٰثہ متاخرین میں ہوتا ہے اور ملّا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ کے ہم عصر تھے ہر دو حضرات کے پاس ایک دوسرے کا اجازہ تھا۔ ۱۱۰۴ھ میں انتقال فرمایا ہے۔ اپنی کتاب اثبات الہداۃ بالنصوص والمعجزات میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ یہ خواب دیکھا کہ میں مشہد امام رضا علیہ السلام میں ہوں اور حضرت حجتؑ علیہ السلام وہاں تشریف لائے ہیں میں نے لوگوں سے جائے قیام دریافت کی تو معلوم ہوا کہ اس باغ کی ایک عمارت میں ہیں جو مشہد کے جانب غرب میں ہے میں حاضر خدمت ہوا دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں اور کچھ لوگ بھی بیٹھے ہوئے ہیں تھوڑی دیر باتیں ہوتی رہیں اتنے میں کھانا آیا جو بہت قلیل مگر نہایت لذیذ تھا ہم سب نے پیٹ بھر کر کھایا لیکن وہ کم نہ ہوا۔ فراغت کے بعد میں نے غور کیا تو

دیگر حاضرین چالیس صاحبان بھے خیال ہوا کہ حضرتؑ نے خروج فرمایا ہے مگر لشکر بہت تھوڑا سا ہے کس طرح غلبہ ہو گا۔ یہ سوال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ حضرتؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور متبسم ہو کر فرمایا کہ میرے انصار کی کمی سے مت ڈرو میرے لشکر میں وہ لوگ ہیں جن کو حکم دوں تو تمام دشمنوں کو حاضر کر کے گردن ماردیں اور اپنے لشکر کو خدا ہی جانتا ہے یہ سن کر میں بہت خوش ہوا پھر حضرت آرام کے لئے تشریف لے گئے دوسرے لوگ بھی اٹھے میں بھی چل پڑا لیکن دل میں کہتا جاتا تھا کہ کاش حضرت مجھ کو بھی کسی خدمت کی ہدایت فرماتے اور میرے لئے خلعت وانعام کا حکم ہوتا اسی تصوّر میں دروازہ پر بیٹھ گیا کہ یکا یک ایک غلام خلعت لئے ہوئے میرے پاس آیا اور کہا کہ لو حضرت نے فرمایا ہے کہ یہ وہ چیز ہے جو تم چاہتے ہو اور عنقریب کسی خدمت کا حکم دیا جائے گا۔ اتنا دیکھ کر میں بیدار ہو گیا۔ بیان ملاقات حضرت حجّت علیہ السلام میں ایسے خوابوں کی اہمیت کا ذکر ہو چکا ہے۔

۴۱

علاّمہ بحر العلوم آقا سیّد مہدی طباطبائی علیہ الرحمۃ کے حالات اور بعض واقعات پہلے بھی واقعہ ۳ میں بیان ہو چکے ہیں۔ جنۃ الماویٰ میں ہے کہ عالم محقق سیّد علی نبیرۂ علاّمہ مرحوم نے مجھ سے یہ بیان آقا سید مرتضیٰ مرحوم کا نقل کیا جو سفر و حضر میں بحر العلوم کے مصاحب تھے وہ کہتے ہیں کہ سفر زیارت سامرہ میں ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ قیام گاہ پر میرا حجرہ بحر العلوم کے حجرے سے ملا ہوا تھا اور وہ تنہا سویا کرتے تھے رات کو کافی دیر تک لوگوں کا مجمع رہتا ایک شب کو جب کہ وہ حسب عادت تشریف فرما تھے اور لوگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے میں نے یہ محسوس کیا کہ اس وقت یہ اجتماع ناگوار خاطر ہو رہا ہے اور ہر شخص سے بات چیت میں ایسا اشارہ فرما رہے ہیں کہ سب جلدی رخصت ہو جائیں اور خلوت کی خواہش ہے چنانچہ جب سب لوگ متفرق ہو گئے اور میرے سوا کوئی باقی نہ رہا تو مجھ سے فرمایا کہ تم بھی چلے جاؤ میں باہر نکل آیا مگر متفکر تھا کہ آج خلاف معمول یہ کیا بات ہے اسی خیال میں نیند اُڑ گئی کچھ دیر

تک صبر کیا بالآخر بے چین ہو کر اپنے حجرے سے آہستہ آہستہ نکلا دیکھا کہ علاّمہ کے حجرے کا دروازہ بند ہے شگاف در سے نگاہ ڈالی دیکھا کہ چراغ بحال خود روشن ہے اور حجرے میں کوئی نہیں ہیں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور وہاں کی صورت دیکھ کر یہ سمجھا کہ شب میں بالکل آرام نہیں فرمایا ننگے پاؤں تلاش میں چلا قبۂ مبارکہ کے دروازے بند تھے صحن اقدس میں چاروں طرف نظر دوڑائی کچھ نشان نہ ملا سرداب مقدّس کی طرف آیا دروازے کھلے ہوئے دیکھے رک رک کر بہت آہستگی کے ساتھ اس طرح اترنا شروع کیا کہ رفتار کی آواز کسی کے کان میں نہ جائے لیکن وہاں سے میں نے ایک ہلکی سی آواز سُنی کہ جیسے کوئی کسی سے باتیں کر رہا ہے مگر کوئی لفظ سمجھ میں نہیں آیا یکایک وہیں سے بحر العلوم نے مجھ کو آواز دی کہ سید مرتضیٰ کیا کرتے ہو تم کیوں یہاں تک آئے یہ سُن کر میں حیران ہو گیا ہوش حواس جاتے رہے اور بغیر جواب دیئے واپسی کا قصد کیا مگر دل میں یہ خیال آیا کہ تیرا حال کس طرح اس ذات پر مخفی رہ سکتا ہے جس نے بغیر دیکھے تجھ کو پہچان لیا اس لئے نہایت شرمندگی کے ساتھ عذر خواہی کرتا ہوا اندر پہنچ گیا اور دیکھا کہ صرف وہی تنہا رو بقبلہ بیٹھے ہوئے ہیں کوئی دوسرا وہاں نہیں ہے جس سے میں نے سمجھ لیا کہ اس وقت امام زماں علیہ السلام سے راز داری کی باتیں ہو رہی تھیں اس کے بعد میں اس طرح واپس ہوا کہ بحر ندامت میں غرق تھا۔

۴۲

جنۃ الماوئے میں ہے کہ صدر العلماء سید الفقہاء عالم ربّانی آقا سید مہدی قزوینی قدّس سرّہ جو اعیان علماء میں یکتائے روزگار اور صاحبان کرامات جلیلہ میں ایسے بزرگ تھے کہ جب نجف اشرف سے حلّے تشریف لے آئے ہیں اور یہاں قیام فرمایا ہے تو آپ کے فیوض و برکات و ہدایات سے حلّہ اور اُس کے اطراف میں ایک لاکھ سے زیادہ اشخاص مخلص شیعہ اثنا عشری ہو گئے تھے اور یہ کارنامہ آپ کی ذات اقدس سے مخصوص ہے ۱۳۰۰ھ میں انتقال فرمایا۔

موصوف کے متعلق یہ واقعہ نقل ہوا ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ قبیلۂ بنی زبید کی ہدایت وتبلیغ کے لئے میں اس جزیرے کی طرف جایا کرتا تھا جو حلّے کے جنوب میں دجلہ وفرات کے درمیان واقع ہے اس جزیرے کے اک گاؤں میں جہاں تقریباً سو گھر ہیں ایک مزار ہے جس کو قبر حمزہ پسر امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کہا جاتا ہے لوگ وہاں زیارت کے لئے جاتے ہیں اور بہت سی کرامات بھی نقل کرتے ہیں لیکن میں جب ادھر آتا تو بغیر زیارت کے بستی سے گزر جاتا کیونکہ میں یہ سمجھے ہوئے تھا کہ وہ مقام رے میں اس جگہ دفن ہیں جہاں شہزادہ عبدالعظیم کا مزار ہے ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حسب عادت جب یہ سفر کیا تو اس آبادی میں بھی مہمان ہوا اور وہاں کے لوگوں نے مجھ سے خواہش کی کہ مرقد مذکور کی زیارت کے لئے چلوں مگر میں نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ جس مزار کو میں نہیں پہچانتا اس کی زیارت بھی نہیں کرسکتا چنانچہ میرے اس کہنے کی وجہ سے دوسروں کی بھی رغبت کم ہوگئی اس کے بعد میں وہاں سے روانہ ہوگیا اور رات کو قریۂ مزیدیہؔ میں بعض سادات کے یہاں قیام کیا جب سحر کے وقت اٹھا اور نماز شب سے فارغ ہوگیا تو بہیئت تعقیبات طلوع صبح کے انتظار میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک وہاں کے رہنے والوں میں سے ایک سیّد جن کی نیکی وپرہیزگاری کا مجھے علم تھا داخل ہوئے اور بعد سلام بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ مولانا کل آپ قریۂ حمزہ میں مہمان رہے اور ان کی زیارت نہ کی میں نے جواب دیا کہ ہاں انہوں نے کہا کہ کیوں، میں نے کہا اس لئے کہ حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند حمزہ مقام رے میں مدفون ہیں انہوں نے جواب دیا کہ بہت سی مشہور باتیں ایسی ہوا کرتی ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں ہوتی رے میں جو قبر ہے وہ حمزہ بن امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کی قبر نہیں ہے بلکہ وہ قبر ابو یعلیٰ حمزہ بن قاسم علوی کی ہے جو علماء اجازہ واہل حدیث میں سے ہیں رجال کی کتابوں میں ان کا ذکر ہے ان کے علم وورع کی ثنا کی گئی ہے۔ یہ سُن کر میں نے اپنے دل ہی کہا کہ یہ آنے والے سید جو عوام سادات سے ہیں اور خود علم رجال وحدیث سے مطلع نہیں شاید انہوں نے یہ بات کسی عالم سے سنی ہے۔ پس

اس وقت تو مجھ سے غفلت ہوئی کہ میں نے ان سے کچھ سوال نہ کیا اور طلوع فجر پر نگاہ ڈالنے کے لئے کھڑا ہو گیا وہ بھی اٹھ گئے صبح ہو چکی تھی میں نے نماز پڑھی اس کے بعد تعقیب میں مشغول رہا یہاں تک کہ آفتاب طالع ہو گیا تب میں نے کتب رجال کو دیکھا جو میرے ساتھ تھیں تو اُن میں وہی بات نکلی جوان صاحب نے بیان کی تھی پھر جب بستی کے لوگ مجھ سے ملنے کے لئے آئے جن میں وہ سیّد بھی تھے تب میں نے اُن سے پوچھا کہ قبل صبح تم نے میرے پاس آکر قبر حمزہ کے متعلق جو خبر دی تھی یہ کہاں سے کہی اور کس سے سنی ہے انہوں نے کہا میں تو نہیں آیا بلکہ باہر گیا ہوا تھا وہیں رات گزاری ہے اور آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر اس وقت زیارت کے لئے آیا ہوں پھر میں نے اہل بستی سے کہا کہ اب مجھ کو لازم ہے کہ زیارت حمزہ کے لئے واپس جاؤں اور مجھے کوئی شک وشبہ اس امر میں نہیں ہے کہ جن صاحب کو میں نے دیکھا وہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام تھے پس میں اور تمام بستی والے زیارت کے لئے روانہ ہو گئے اور اس روز سے مزار کی ایسی رونق بڑھی کہ دور دراز سے لوگ آنے لگے۔

اس واقعہ میں جن تین بزرگوں کا ذکر ہے ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے اوّل امام زادہ حمزہ جو حضرت امام موسےٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند ہیں دوسرے شاہزادہ عبد العظیم بن عبداللہ بن علیؑ بن حسن بن زید بن امام حسن علیہ السلام تیسرا ابو یعلیٰ حمزہ بن قاسم بن علی بن حمزہ بن حسن بن عبیداللہ بن عباس بن علیؑ بن ابیطالب علیہ السلام۔

۴۳

علاّمہ قزوینی موصوف کے متعلق یہ واقعہ کتاب دار السلام میں فاضل جلیل آقا علی رضا اصفہانی سے نقل کیا گیا ہے جبکہ علامہ ۱۲۸۰ھ میں نجف اشرف آئے تھے پیرانہ سالی کا زمانہ تھا نوّے اور سو برس کے درمیان عمر تھی مگر حواس بالکل صحیح سالم تھے انہوں نے بیان فرمایا کہ میں ایک سال زیارت عید الفطر کے سلسلہ میں کربلائے معلّےٰ آیا ہوا تھا جب ۲۹ رمضان کو قریب غروب آفتاب حرم مطہر میں حاضر ہوا تو ایک

شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آیا یہ شب شبِ زیارت ہے جس سے مقصد اس کا یہ تھا کہ یہ رات ماہِ رمضان کی آخری رات ہے یا شب عید اور چاند رات ہے تاکہ اس کے اعمال بجا لائے جائیں میں نے جواب دیا کہ چاند ہونے کا احتمال تو ہے لیکن ابھی یقین نہیں ہوا ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ صاحب ہیبت وجلالت بزرگان عرب کے لباس میں تشریف لائے ان کے ساتھ ممتاز شان کے دو اور صاحبان تھے میرے پاس کھڑے ہو گئے اور چاند کے بارے میں یہ سوال کرنے والے سے فرمایا کہ ہاں یہ رات شب عید و شب زیارت ہے میں نے کہا کہ آپ کی خبر قول منجمین و جنتری کی بنا پر ہے یا کسی ذریعہ سے رویت ہلال ثابت ہو گئی مگر انہوں نے میرے اس کہنے کی طرف کوئی خاص توجہ نہ کی صرف اتنا فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ شب شب عید ہے اور یہ ہدایت فرماتے ہوئے مع ہمراہیوں کے دروازۂ حرم کی جانب تشریف لے گئے اس وقت مجھ پر بیخودی کا عالم طاری تھا جب سنبھلا تو متوجہ ہوا کہ یہ عظمت وجلالت وہیبت اور کلام کی یہ صورت سوائے بزرگانِ دین کے کسی کے لئے زیبا نہیں ہے اس لئے فوراً میں نے تعاقب کیا لیکن ان صاحبان میں سے کوئی صاحب نظر نہ آئے دروازے پر جو خدام تھے ان سے دریافت کیا کہ تین حضرات ایسی صورت کے ایسے لباس میں ابھی یہاں سے نکلے ہیں، کس طرف گئے سب نے کہا کہ ایسا کوئی شخص باہر آتے ہوئے ہم نے نہیں دیکھا حالانکہ یہ بات خلافِ عادت تھی کہ کسی زائر کو خدّام میں سے کوئی نہ جانتا ہو، خصوصاً بڑے لوگوں میں سے کوئی زائر صحن یا رواق میں یا حرم میں داخل ہو اور خدّام اس کو نہ پہچانیں بلکہ خاص لوگوں کی آمد سے قبل ہی اطلاع مل جاتی ہے کہ آنے والا کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے کس وقت آ رہا ہے ہر ایک کی قیام گاہ سے سب واقف ہوتے ہیں۔ کفش برداری پر میں نے پوچھا وہاں سے بھی یہی جواب ملا باوجودیکہ زائر کی آمد و رفت کا یہی راستہ ہوتا ہے پھر رواق کے حجروں میں تلاش کیا وہاں کے رہنے والوں سے ملازموں سے دریافت کیا کسی سے

کوئی خبر نہ مل سکی اور آخر شب میں سب کو معلوم ہوگیا کہ یہی شب عید و شب زیارت تھی ان تمام باتوں سے مجھ کو یقین ہوگیا کہ وہ تشریف لانے والے اور چاندرات کا حکم دینے والے حضرت حجّت علیہ السلام تھے۔

۴۴

آقا شیخ ابراہیم قطیفی مرحوم کے حالات میں علاّمہ شیخ یوسف بحرینی صاحب لوٴلوٴة البحرین نے جو بڑے عالم محقّق و محدّث تھے اور جن کا انتقال ۱۱۸۶ھ میں ہوا ہے بعض اہل بحرین سے نقل کیا ہے کہ حضرت حجّت علیہ السلام شیخ قطیفی کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ بتاؤ قرآن کے اندر مواعظ میں سب سے زیادہ عظیم کونسی آیت ہے شیخ نے عرض کیا، ان الذین یلحدون فی اٰیتنا لا یخفون علینا ۃ افمن یلقی فی النّار خیرٌ امّن یاتی اٰمنًا یوم القیامہ اعملوا ما شئتم انّہ بما تعملون بصیر۔ ۵ پ ۲۴ ع ۱۹۔

یعنی جو لوگ ہماری آیتوں میں ہیر پھیر کرتے ہیں وہ ہم سے کسی طرح پوشیدہ نہیں بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے روز بے خوف و خطر ہو کر آئے گا اچھا جو چاہو کرو مگر جو کچھ کرتے ہو خدا اس کو ضرور دیکھ رہا ہے پس شیخ کا یہ جواب سُن کر حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک کہتے ہو اور تصدیق و ہدایت فرما کر تشریف لے گئے۔ چونکہ شیخ حضرت کو پہچان نہ سکے اور تعارف والا ایک شخص سمجھے جس کو جانتے تھے اس لئے گھر والوں سے فوراً دریافت کیا کہ کیا فلاں صاحب چلے گئے سب نے یہ کہا کہ یہاں تو کوئی نہیں ہے اور ہم نے کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔

۴۵

مؤلف نجم ثاقب تحریر فرماتے ہیں کہ سید مرتضےٰ نجفی جنہوں نے شیخ الفقہا جناب شیخ جعفر نجفی صاحب کتاب کشف الغطاء کا زمانہ دیکھا تھا اور نیکی و پرہیزگاری میں بہت مشہور تھے چند سال سفر و حضر میں میرا ان کا ساتھ رہا ہے لیکن میں نے

کبھی کسی دینی معاملہ میں ان کی کوئی لغزش نہیں دیکھی۔ اب سے بیس برس پہلے انہوں نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ ہم بہت سے لوگ مسجد کوفہ میں حاضر ہوئے جن میں منجملہ مشاہیر علماء نجف ایک بزرگ بھی تھے جن کا نام ہتک حرمت کے خیال سے باوجود کئی مرتبہ میرے دریافت کرنے کے انہوں نے ظاہر نہ کیا ان کا بیان یہ تھا کہ جب نماز مغرب کا وقت آیا تو شیخ نماز جماعت کے لیئے محراب مسجد میں بیٹھ گئے جو لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے وہ نماز کی تیاری کرنے لگے کچھ صاحبان وضو میں مشغول تھے میں نے بھی یہ چاہا کہ جلدی سے وضو کر کے نماز میں شریک ہو جاؤں جس طرف پانی تھا وہاں ایک صاحب نہایت سکون و وقار و اطمینان کے ساتھ وضو کر رہے تھے جگہ تنگ تھی میں اس خیال میں رہا کہ یہ کھڑے ہو جائیں تو بیٹھوں اتنے میں اقامت کی آواز آنے لگی مگر وہ نہ اٹھے تب مجھے کہنا پڑا کہ نماز شروع ہو گئی ہے کیا آپ کا ارادہ جماعت میں شرکت کا نہیں ہے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے کہا کیوں ۔ جواب دیا کہ یہ شیخ دُخنی ہے جس کا مطلب میری سمجھ میں نہ آیا بالآخر جب وہ وضو کر کے کھڑے ہو گئے تو میں بیٹھا اور جلدی جلدی وضو کر کے نماز میں شریک ہو گیا۔ فراغت کے بعد جب سب لوگ اِدھر اُدھر ہو گئے چونکہ میرے قلب پر ان صاحب کے کلام کی عظمت و ہیبت و جلالت کا خاص اثر تھا اس لئے میں نے جناب شیخ کی خدمت میں پورا واقعہ اور سوال و جواب نقل کیا جس کو سُن کر ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا حالت متغیر ہو گئی فرمانے لگے تم تو حضرت حجّت علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو گئے مگر پہچان نہ سکے اس وقت حضرت ایسی بات کی خبر دے گئے ہیں جس کا سوائے خدا کے کسی کو علم نہیں وہ یہ کہ اس سال میں نے کوفہ کے جانب غرب ایک موضع میں دخنہ یعنی جینہ یا باجرہ بویا ہے اور وہ مقام بوجہ اہل بادیہ کی آمد و رفت کے خطرے کا ہے اس لئے نماز پڑھتے میں میرا دھیان وہیں تھا اور اس فکر میں ہو گیا کہ اس زراعت پر کوئی آفت نہ آگئی ہو۔ یہ سبب ہے جو حضرت نے مجھ کو

دخنی ارشاد فرمایا۔

۴۶

نجم ثاقب میں یہ واقعہ صالح تقی سید ہاشم موسوی تاجر ساکن رشت سے نقل کیا گیا ہے یہ صاحب عام طور پر ورع و تقویٰ میں بہت مشہور اور طاعت و عبادات و زیارات و ادائے حقوق کے بہت پابند تھے ان کا بیان ہے کہ ۱۲۸۰ھ میں حج بیت اللہ کے ارادے سے میں تبریز آیا اور حاجی صفر علی تاجر تبریزی کے یہاں مہمان ہوا چونکہ ان ایام میں کوئی قافلہ جانے والا نہ تھا اس لئے کچھ دنوں متحیر رہا یہاں تک کہ حاجی جبّار جلودار کچھ سامان لے کر مقام طربوزن کو جا رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ سواری کرایہ کر کے چل دیا لیکن حاجی صفر علی کے رغبت دلانے سے تین صاحبان تبریز کے حاجی ملّا باقر اور حاجی سید حسین اور حاجی علی بھی پہلی ہی منزل پر پہنچ کر میرے ہم سفر ہو گئے خیال یہ تھا کہ کہیں کا کوئی قافلہ آگے جا رہا ہے اور ایک خوفناک مقام بھی آنے والا ہے لہٰذا جلدی روانہ ہو جائیں تاکہ قافلہ کو پکڑ سکیں چنانچہ رات ہی میں ڈھائی تین گھنٹے قبل صبح روانگی ہو گئی ابھی قریب تہائی فرسخ کے راستہ طے کیا تھا کہ تاریک فضا میں سخت برف باری ہونے لگی میرے ساتھیوں نے اپنے سر چھپا چھپا کر رفتار بہت تیز کر دی اور میں باوجود کوشش کے ان کا ساتھ نہ دے سکا تنہا پیچھے رہ گیا بلکہ گھوڑے سے اتر کر راستہ کے ایک کنارے پر بیٹھنا پڑا اس وقت انتہائی اضطرابی حالت تھی قریب چھ سو تومان کے میرے پاس تھے غور و فکر کے بعد میں نے یہ رائے قائم کی کہ صبح تک یہیں رہوں اور اس کے بعد اسی منزل کی طرف واپس چلا جاؤں جہاں سے چل کر ہم لوگ آئے تھے پھر وہیں سے چند آدمیوں کو حفاظت کے لئے اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوں۔ اس سوچ بچار میں سامنے ایک باغ نظر آیا اور دیکھا کہ وہاں ایک صاحب درختوں پر سے برف صاف کر رہے ہیں مجھے دیکھ کر وہ میری طرف بڑھے اور تھوڑی

سی دور کھڑے ہو کر فرمایا کہ تم کون ہو میں نے عرض کیا کہ میرے رفقاء سفر آگے چلے گئے ہیں اور میں اکیلا رہ گیا ہوں راستہ مجھ کو معلوم نہیں ہے انہوں نے فارسی زبان میں فرمایا کہ نافلہ پڑھو راستہ مل جائے گا ان کے فرماتے ہی میں نوافل میں مشغول ہو گیا تہجد سے فارغ ہوا تھا کہ وہ صاحب پھر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم ابھی گئے نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ راستہ نہیں جانتا کدھر جاؤں فرمایا کہ جامعہ پڑھو۔ پس اگرچہ مجھ کو زیارت جامعہ زبانی یاد نہ تھی باوجودیکہ کئی مرتبہ زیارات عتبات عالیات سے مشرف ہو چکا تھا لیکن جب پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو پوری زیارت حفظ پڑھ گیا اس کے بعد پھر وہ صاحب آئے اور فرمایا کہ تم ابھی یہیں ہو، گئے نہیں اس وقت میں بے اختیار ہو کر رونے لگا اور وہی عرض کیا کہ کیا کروں راہ سے بے خبر ہوں فرمایا کہ عاشورا پڑھو لیکن زیارت عاشورا بھی مجھ کو یاد نہ تھی مگر جب پڑھنا شروع کیا تو ساری زیارت مع لعن سلام کے اور مع دعا ء کے ... پڑھ گیا۔ جب اس سے بھی فارغ ہو گیا تو وہ بزرگوار پھر تشریف لائے اور اسی طرح فرمایا کہ تم گئے نہیں ابھی یہیں موجود ہو میں نے وہی اپنی معذوری کا اظہار کیا تب فرمایا کہ اچھا میں ابھی تمہیں قافلہ تک پہنچائے دیتا ہوں چنانچہ وہ الاغ پر سوار ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ پیچھے بیٹھ جاؤ میں نے تعمیل کی بیٹھ گیا اور اپنے گھوڑے کی لگام کو کھینچا مگر اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی انہوں نے فرمایا کہ مجھے دو میں نے لگام ان کے ہاتھ میں دے دی جس کے بعد گھوڑا خود چل پڑا اور ہم راستہ پر آ گئے چلتے ہی میں ان صاحب نے میرے زانو پر ہاتھ رکھ کر ہدایت فرمائی کہ تم نافلہ کیوں نہیں پڑھتے ہو نافلہ نافلہ تین مرتبہ مکرّر فرمایا پھر اسی طرح حکم دیا کہ عاشورا کیوں نہیں پڑھتے ہو عاشورا عاشورا عاشورا پھر ہدایت کی کہ جامعہ کیوں نہیں پڑھتے ہو جامعہ جامعہ جامعہ۔ اس وقت رفتار کی یہ صورت تھی کہ گھومنے کے طریقہ پر راستہ طے ہو رہا تھا یکایک فرمایا کہ وہ سامنے تمہارے ہم سفر لوگ ہیں جو لب

نہر صُبح کی نماز کے لئے وضو کر رہے ہیں یہ کہہ کر مجھ کو اپنی سواری سے اتار دیا جس کے بعد میں نے اپنے گھوڑے پر سوار ہونا چاہا مگر نہ ہو سکا تب وہ خود اترے اور مجھے سوار کر کے میرے گھوڑے کا رخ اس طرف کو پھیر دیا جہاں میرے ساتھی اترے ہوئے تھے اس وقت میں اس خیال میں پڑ گیا کہ یہ صاحب کون ہیں جو فارسی میں بات چیت کرتے ہیں حالانکہ ان اطراف میں یہ زبان نہیں ہے اور یہ کہ کیسی سرعت کے ساتھ انہوں نے مجھ کو میرے رفیق ہم سفر لوگوں تک پہنچایا ہے اب جو دیکھتا ہوں تو وہ صاحب نظر سے غائب تھے اور کوئی نشان بھی دکھائی نہ دیتا تھا اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا۔

اگرچہ اس واقعہ میں ان بزرگ کے اسم مبارک کی وضاحت نہیں ہے لیکن بیان ملاقات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ ایسے امور کا ظہور حضرت حجتؑ علیہ السلام ہی کا فیضان ہے خواہ مصیبت زدہ کی خود حضرت مدد فرمائیں یا اس دربارِ معلّٰی کے حاضر باش صاحبان مدد گار ہوں۔

۴۷

سید جلیل فضل اللہ راوندی نے کتاب دعوات میں بعض صالحین سے نقل کیا ہے کہ کبھی کبھی میرے لئے نماز شب کے واسطے اٹھنا دشوار ہو جاتا تھا جس کی مجھ کو تکلیف تھی پس میں نے حضرت صاحب الزمان کو خواب میں دیکھا حضرت نے فرمایا کہ آب کاسنی استعمال کرو یہ کام تمہارے لئے آسان ہو جائے گا چنانچہ میں نے یہی کیا جس کے بعد نماز کے لئے اٹھنا مجھ پر سہل ہو گیا۔

بیان ملاقات میں ایسے خوابوں کی عظمت بیان ہو چکی ہے حضرات معصومین علیہم السلام کو خواب میں دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے بیداری میں زیارت کیونکہ ان حضرات کی مبارک صورتوں میں شیاطین نہیں آ سکتے۔

۴۸

جناب آقا شیخ محمود میثمی نجفی نے کتاب دار السلام میں اپنے متعلق تحریر

فرمایا ہے کہ ۱۲۷۳ھ میں جب کہ نجف اشرف میں میرے قیام کو تیسرا سال تھا یہ خواب میں نے دیکھا کہ صحن مبارک میں لوگوں کا بڑا ہجوم ہے جس کا سبب میں نے ایک شخص سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ تمہیں معلوم نہیں حضرت صاحب الامر علیہ السّلام نے ظہور فرمایا ہے اور درمیان صحن میں تشریف فرما ہیں حضرت سے لوگ بیعت کر رہے ہیں یہ سن کر میں متحیر ہوا کہ اگر وہاں جا کر بیعت کرتا ہوں اور حضرت نہ ہوئے تو باطل کی بیعت ہو جائے گی اور نہیں کرتا حالانکہ حضرت ہی ہوں تو حق کی بیعت سے محروم رہتا ہوں اس لئے میں نے یہ رائے قائم کی کہ چلنا تو چاہیئے اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاؤں گا اگر وہ امام ہیں تو جانتے ہوں گے کہ مجھ کو اس وقت امامت میں شک ہے۔ جس کی وجہ سے حضرت اپنا دست مبارک کھینچ لیں گے اور میری بیعت کو قبول نہ فرمائیں گے اس طریقہ سے امامت کا یقین ہو جائے گا اور صدق دل سے بیعت کر لوں گا اور اگر یہ امام نہیں ہیں تو میرے شک وشبہ اور دل کی بات سے نا واقف ہوں گے اور بیعت لینے کے واسطے ہاتھ بڑھا دیں گے جس سے معلوم ہو جائے کہ یہ امام نہیں اور میں اپنا ہاتھ کھینچ لوں گا. بس میں یہی خیال لے کر آگے بڑھا لیکن جمال بیمثال دیکھتے ہی مجھ کو یقین ہو گیا کہ حضرت امام علیہ السّلام ہیں اور میں نے اپنے ضمیر سے بالکل غافل ہو کر بیعت کے لئے ہاتھ دراز کیا مگر حضرت نے دست مبارک کھینچ لیا یہ صورت دیکھ کر میں بہت شرمندہ وپشیمان ہوا لیکن حضرت نے متبسم ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم جان گئے میں امام ہوں اور دست مبارک بڑھاتے ہوئے بیعت کے واسطے اشارہ فرمایا اس وقت میں اپنے اس خیال کی طرف متوجہ ہوا جو دل میں لے کر چلا تھا اور نہایت خوش ہو کر میں نے بیعت کی اور انتہائی شوق کی حالت میں حضرت کے جسم انور واطہر کا طواف شروع کر دیا اتنے میں دور سے میرے ایک دوست دکھائی دیئے جن کو میں نے آواز دی کہ حضرت تشریف فرما ہیں ظہور ہو گیا یہ سنتے ہی وہ بھی پہنچے اور بلا تامل بیعت کر کے حضرت کے

گرد گھومنے لگے۔

واقعات تنبیہات

۴۹

جناب علاّمہ سید مہدی قزوینی اعلی اللہ مقامہ کے متعلق جن کا تذکرہ پہلے واقعہ ۴۲ میں ہو چکا ہے نجم ثاقب میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ موصوف نے فرمایا کہ شعبان کی چودہ تاریخ زیارت جناب سید الشہداء علیہ السلام کے قصد سے ہم لوگ حلّے سے کربلا روانہ ہوئے جب شط ہندیّہ پر پہنچے اور اس کے جانب غرب عبور کر لیا تو دیکھا کہ حلّے و نجف اشرف اور اس کے اطراف سے آنے والے زائرین خاندان بنی طرف کے گھروں میں مقیم ہیں اور ان کے لئے کربلائے معلّٰے جانے کا راستہ نہیں ہے کیونکہ قبیلۂ عنیزہ کے آدمی لوٹ مار کے لئے پڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے آنے جانے والوں کے لئے راستہ بند کر رکھا ہے میں نے نماز ظہرین پڑھی بادل گھرا ہوا تھا ہلکی ہلکی بوندیں پڑ رہی تھیں جو یکایک دیکھا کہ زائرین گھروں میں سے نکل نکل کر کربلا کی سمت چلنے لگے جس عرب کے یہاں میں ٹھہر گیا تھا اس سے میں نے کہا کہ معلوم کرو کیا خبر ہے وہ گیا اور فوراً لوٹ کر آیا اور کہا کہ بنی طرف اس کے لئے تیار ہو گئے ہیں کہ ہم زائرین کو کربلا پہنچا کر رہیں گے خواہ جنگ کرنی پڑے یہ سُن کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بنی طرف میں مقابلہ کی طاقت نہیں ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے یہاں زائرین کے قیام سے گھبرا گئے ہیں اور ان کو مہمانی گراں ہو رہی ہے اس لئے انہوں نے یہ گھروں سے باہر کرنے کی یہ تدبیر کی ہے چنانچہ یہی ہوا کہ زائرین واپس آنے لگے مگر بنی طرف کے مکانوں میں نہ گئے بلکہ دیواروں کے سایہ میں بیٹھے یہ صورت دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہونے لگی اور محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دے کر بارگاہ الٰہی میں زائرین سے اس بلا کے دفع ہونے کی دُعا کرتا رہا جو دیکھا

کہ ایک صاحب ایسے خوبصورت گھوڑے پر سوار جس کی مثل کبھی نہ دیکھا تھا تشریف لائے ہاتھ میں لمبا نیزہ تھا آستینیں چڑھی ہوئی تھیں سلام علیک ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ عنیزہ راستے سے ہٹا دیئے گئے ہیں چاہیئے کہ زائرین روانہ ہو جائیں میں نے عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ چلنے کی زحمت گوارا فرما سکتے ہیں فرمایا کہ ہاں "میں نے گھڑی نکال کر دیکھا تو ڈھائی گھنٹے دن باقی تھا اپنا گھوڑا منگایا لیکن وہ عرب جس کے یہاں میں مہمان تھا لپٹ گیا اور کہنے لگا کہ آپ اپنے کو اور دیگر زائرین کو خطرے میں نہ ڈالئے آج رات کو قیام کیجئے تاکہ اچھی طرح یہ بات صاف ہو جائے میں نے کہا کہ مجھ کو جانا ضروری ہے زیارت مخصوصی نہیں چھوڑ سکتا یہ کہہ کر میں سوار ہو گیا اور مجھے دیکھ کر تمام زوار چل پڑے سوار مذکور شیر کی طرح آگے آگے تھے یہاں تک کہ ہم اس مقام پر پہنچ گئے جہاں عنیزہ کے آدمی جمے ہوئے تھے لیکن دیکھا کہ وہ سارا میدان خالی ہے اور کہیں نشان تک نہیں صرف بیابان کے درمیان غبار اٹھا ہوا نظر آرہا تھا اس وقت وہ سوار ایسے غائب ہوئے کہ نہ معلوم کہاں گئے اگرچہ اوّل سے میں یہ سوچتا آتا تھا کہ کہیں میں نے ان کو دیکھا ہے مگر یاد نہ آتا تھا لیکن جب وہ جدا ہو گئے تب یاد آیا کہ یہ تو وہی تھے جو حلّہ میں میرے مکان پر تشریف لائے تھے اور فتح سلیمانیہ کی خبر دی تھی کہ وہ حضرت صاحب العصر علیہ السلام ہیں۔ یہ حضرت ہی کا اعجاز ہے کہ باوجودیکہ نبی طرف کے گھروں سے کربلائے معلّیٰ تین فرسخ پر ہے لیکن ہم نے یہ مسافت ایک گھنٹے میں طے کر لی اور ڈیڑھ گھنٹہ دن باقی تھا کہ ہم کربلا میں داخل ہو گئے دوسرے روز عنیزہ کے متعلق ہم نے تحقیق کیا تو بعض کاشتکاروں سے معلوم ہوا کہ بے شک عنیزہ ڈیرے ڈالے پڑے تھے لیکن ایک صاحب جو بڑے خوبصورت موٹے تازے گھوڑے پر سوار تھے کہیں سے اس طرف گزرے اور انہوں نے چیخ کر کہا کہ یہاں سے کوچ کر جاؤ ورنہ تمہاری موت ہے سواروں پیادوں کا لشکر آرہا ہے اس تنبیہ سے ان پر ایسا خوف چھایا کہ سب بھاگ نکلے اور یہ

حالت ہوئی کہ بعضے جلدی میں اپنا سامان بھی چھوڑ گئے اور گھڑی بھر میں تمام میدان خالی ہو گیا۔ میں نے دریافت کیا کہ ان سوار کی صورت کیسی تھی اور کیا ہیئت تھی اس کے جواب میں جو انہوں نے بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ وہی سوار تھے جو ہمارے ساتھ رہے تھے علامہ قزوینی کے یہاں حضرت حجّت علیہ السّلام کی تشریف آوری اور فتح سلیمانیہ کی خبر کا واقعہ آگے چل کر (واقعہ ۹۴) اپنے موقع پر بیان ہو گا۔

۵۰

صاحب نجم ثاقب نے تحریر فرمایا ہے کہ قطب راوندی علیہ الرحمۃ نے کتاب خرائج میں یہ روایت لکھی ہے کہ ابو محمد علجی کے دو بیٹے تھے ایک ابوالحسن جو صالح اور نیک لڑکا تھا وہ مردوں کو غسل دیا کرتا دوسرا فسق و فجور میں مبتلا رہتا ایک مرتبہ کسی مرد مومن نے حضرت صاحب الامر علیہ السّلام کی طرف سے نیابۃً حج کے لئے ابو محمد کو روپیہ دیا جس میں سے کچھ رقم اپنے بداعمال بیٹے کو دے کر اس حج کی ادائیگی کے لئے وہ ساتھ لے گئے ابو محمد مذکور ناقل ہیں کہ میں نے میدان عرفات میں ایک خوبصورت جوان کو دیکھا جو دُعاء تضرّعُ و زاری میں مشغول تھے جب میں ان کے قریب پہنچا تو میری طرف متوجّہ ہو کر انہوں نے فرمایا کہ اے شیخ تجھے شرم نہیں آتی میں نے عرض کیا کس بات سے فرمایا اس سے کہ حج تیرے سپرد کیا گیا اور تو نے ایک بدکار شرابخوار کے حوالہ کر دیا عنقریب تو اس ایک آنکھ سے اندھا ہو جائے گا چنانچہ واپس ہو کر چالیس روز نہ گزرے تھے کہ اسی آنکھ میں جس کی طرف اشارہ فرمایا تھا ایسا زخم ہوا کہ یہ آنکھ جاتی رہی۔

حضرت حجّت علیہ السّلام کی طرف سے حج کرنا کرانا پہلے زمانہ میں مومنین کا دستور رہا ہے اور یہ ایسا عملِ خیر ہے جس کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے ایسی ہی صورتوں کو تقریر معصوم کہتے ہیں۔

51

صاحب نجم ثاقب نے یہ واقعہ عالم عامل میرزا اسمٰعیل سلماسی سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار صاحب کرامات ظاہرہ و مقامات باہرہ اخوند ملّا زین العابدین سلماسی سے جن کا ذکر پہلے واقعہ ۳ میں ہو چکا ہے نقل کیا ہے کہ والد ماجد فرماتے تھے ایک مرد عجمی نہایت گرمی کے زمانہ میں زیارت کے لئے سامرہ آئے دوپہر کا وقت تھا کلید بردار حرم کے دروازے بند کر کے جانے والا تھا کہ اس نے زائر کے آنے کی آہٹ سنی تو رُک گیا اور زوار سے کہا کہ تم زیارت پڑھ لو مگر وہ زائر یہ چاہتے تھے کہ حرم بند نہ ہو اور مجھے اچھی طرح حضور و توجہ کے ساتھ زیارت کا موقع مل جائے ایک اشرفی بھی کلید بردار کو دینی چاہی لیکن اس نے انکار کیا اور کہا کہ میں دستور کے خلاف نہیں کر سکتا زائر نے دوسری اشرفی دی مگر وہ نہ مانا تیسری کا اضافہ کیا اب بھی اس نے قبول نہ کیا تب زائر نے شکستہ دل ہو کر حرم کی طرف رخ کر کے عرض کیا مولا میرے ماں باپ آپ پر قربان - میں تو اس ارادہ سے آیا تھا کہ خضوع و خشوع کے ساتھ زیارت کروں گا۔ اور کلید بردار کا سلوک آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس پر کلید بردار نے زائر کو باہر کر کے دروازہ بند کر دیا اور چل پڑا اس کو یہ خیال تھا کہ زائر کے پاس اشرفیاں بہت ہیں اس سے بھی زیادہ دے گا اور واپس آئے گا۔ ابھی کلید بردار جا ہی رہا تھا جو اس نے دیکھا کہ تین صاحبان برابر برابر تشریف لا رہے ہیں مگر ایک صاحب اپنے پہلو کے دوسرے اور تیسرے صاحب سے کچھ ذرا آگے معلوم ہوتے ہیں اور یہ تیسرے صاحب دیگر حضرات سے سن میں بہت کم ہیں اور انہیں کے ہاتھ میں نیزے کا ایک ٹکڑا ہے جس کے سرے پر سنان ہے۔ کلید بردار ان صاحبان کو دیکھ کر مبہوت رہ گیا اور اس کی طرف صاحب نیزہ متوجہ ہوئے درانحالیکہ غیظ و غضب سے آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں اور یہ فرماتے ہوئے نیزے کو حرکت دی کہ اے ملعون پسر ملعون کیا یہ شخص

تیرے گھر آیا تھا یا تیری زیارت کے لئے آیا تھا جو تو نے منع کر دیا مگران صاحب نے جو سب سے بڑے تھے ہاتھ سے اشارہ کیا اور یہ کہہ کر سفارش کی کہ یہ ہمسایہ ہے جس پر نیزے والے صاحب رک گئے دوسری مرتبہ پھران کو غصّہ آیا اور وہی کلمات فرمائے لیکن انہیں بزرگ نے پھر اشارے سے روکا تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا جس کے بعد کلید بردار غش کھا کر زمین پر گر پڑا شام کو اس کے رشتہ دار آئے اور اسی بے ہوشی کی حالت میں اس کو اٹھا کر لے گئے دو روز تک اس کا یہی حال رہا اور گھر والے روتے پیٹتے تھے جب ہوش میں آیا زائر کا پورا قصہ اور ان تین حضرات کی تشریف آوری کا واقعہ جس طرح گزرا تھا بیان کیا حالت اس کی یہ تھی کہ فریاد کرتا تھا خبر لو پانی ڈالو آگ لگ رہی ہے ہر چند اس پر پانی ڈالتے تھے مگر اس کی یہی چیخ پکار تھی یہاں تک کہ اس کے پہلو کو کھول کر دیکھا تو وہاں بقدر ایک درہم کے سیاہ داغ تھا جس کے لئے اس نے یہ کہا کہ اس جگہ پر میرے نیزہ لگا ہے جب کچھ افاقہ ہوا تو علاج کے لئے بغداد لے کر گئے وہاں طبیبوں نے دیکھا دکھایا مگر کچھ نہ ہوا پھر بصرہ میں ایک مشہور انگریز ڈاکٹر کے پاس دکھانے کے لئے لے گئے وہ بھی پوری طرح دیکھ بھال کے بعد متحیّر ہو کر رہ گیا کیونکہ اس نے کوئی بات ایسی نہ پائی جو سُوءِ مزاج اور مادہ کی خرابی پر دلالت کرے اور اس طرح کی تکلیف کا باعث ہوئی ہو اس لئے اس نے کہا میرے نزدیک یہ خدا کی طرف سے ایک بلا ہے اور شاید اس شخص سے بعض اولیاء کی شان میں کوئی بے ادبی ہوئی ہے، جس کے بعد تیمار دار بھی مایوس ہو گئے اور بصرہ سے واپس آئے بالآخر بغداد پہنچ کر یا راستہ ہی میں وہ مر گیا،، غالباً اس خبیث کا نام حسّان تھا اور اس زمانہ میں اس قسم کے ظالم سامرہ میں رہتے تھے جن کا پیشہ ہی زائرین کی ایذا رسانی اور لوٹ مار تھا۔

۵۲

صاحب جنۃ الماوٰے لکھتے ہیں کہ امین معتمد آغا محمد کاظمینی نے مجھ سے

بیان کیا کہ سامرے میں اہل خلاف سے منجملہ ان خدام کے جن کی عادت زائرین کو لوٹنا اور ان کی ایذا رسانی تھی ایک شخص مصطفےٰ احمود نام کا بھی تھا جو زوار کو بہت تکلیفیں پہنچایا کرتا اور اکثر اوقات سرداب مقدس کے اندر بہت پریشان کیا کرتا اعمال زیارت میں حائل ہوتا اور ایسی حرکتیں کرتا جو زائرین کی توجہ وحضوری میں خلل انداز ہوتی تھیں ان کا دعائیں پڑھنا اس کو ناگوار ہوتا ان کی آوازیں نہ سن سکتا۔ ایک شب اس نے حضرت حجتؑ علیہ السّلام کو خواب میں فرماتے ہوئے دیکھا کہ تو کب تک میرے زائرین کو ستائے گا تو انہیں زیارت نہیں پڑھنے دیتا تجھے کیا مطلب جو کچھ وہ کہتے پڑھتے ہیں کرنے دے اس کے بعد جب بیدار ہوا تو قوت سماعت بالکل ختم تھی اور کان بہٹ ہو چکے تھے کچھ بھی نہ سنتا تھا جس سے زائرین کو راحت مل گئی اور اعمالِ زیارت کی بجا آوری و دعاء و فریاد واستغاثہ میں اس شخص کی رکاوٹ نہ رہی یہاں تک کہ خداوند عالم نے اس کو ٹھکانے لگا دیا۔

۵۳

بحار الانوار میں رضی الملّتہ والحق والدین علی بن طاؤس علیہ الرحمتہ سے یہ روایت ہے "حسن بن محمد بن قاسم نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ نواحی کوفہ کا ایک شخص میرا ہم سفر تھا راستہ میں حضرت حجت علیہ السلام کا ذکر ہوتا رہا اسی سلسلہ میں اس نے کہا کہ اے حسن تم سے ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ قبیلۂ طے کا ایک قافلہ آذوقہ کی خریداری کے لئے ہمارے یہاں کوفہ آیا ان میں ایک خوبصورت شخص تھا جو معلوم ہوتا تھا کہ رئیس قوم ہے" جب میں نے کسی سے یہ کہا کہ علوی کے یہاں سے ترازو لے آؤ تو اس نے کہا کہ تمہارے یہاں علوی ہے میں نے جواب دیا کہ سبحان اللہ کوفہ کے رہنے والوں میں بہت زیادہ علوی ہیں وہ کہنے لگا واللہ علوی وہ ہے جس کو ہم لوگ بیابان میں چھوڑ آئے ہیں میں نے پوچھا یہ کیونکر اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم لوگوں نے جو قریب تین سو آدمیوں کے تھے لُوٹ

مار کے لئے سفر کیا تین روز ایسی حالت میں گزرے کہ کہیں کچھ ہاتھ نہ لگا سب بھوکے تھے اسی پریشانی میں یہ رائے قرار پائی کہ گھوڑوں پر قرعہ اندازی کریں جس گھوڑے پر قرعہ نکل آئے اسی کا گوشت اس وقت کھایا جائے چنانچہ قرعہ ڈالا گیا وہ میرے گھوڑے کے نام پر نکلا لیکن میں نے کہا کہ مجھ کو شبہ ہے دوبارہ ڈالا جائے میرے اس کہنے پر دوبارہ قرعہ ڈالا گیا پھر وہی نکلا میں نے پھر وہی کہا کہ اس میں غلطی ہوئی ہے میں مطمئن نہیں ہوں اس گرفت پر تیسری دفعہ قرعہ اندازی ہوئی اب بھی وہی نتیجہ رہا چونکہ گھوڑے کی قیمت میرے خیال میں ایک ہزار اشرفی سے کم نہ تھی اور وہ مجھ کو بیٹے سے بھی زیادہ پیارا تھا اس لئے میں نے کہا کہ اگر میرے ہی گھوڑے کے کھانے کا ارادہ رکھتے ہو تو اتنی مہلت دو کہ ایک دفعہ اس پر اور سواری کرلوں میری اس خواہش پر سب راضی ہو گئے اور میں نے سوار ہو کر گھوڑا دوڑا دیا یہاں تک کہ بقدر ایک فرسخ کے نکل گیا راستہ میں ایک عورت پر نظر پڑی جو ٹیلے کے نیچے ایندھن اکٹھا کر رہی تھی اس سے میں نے دریافت کیا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں ایک مرد علوی کی کنیز ہوں جو اس وادی میں رہتے ہیں یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور میں نے نیزے کے سرے پر رومال لگا کر اپنے رفیقوں کی طرف بلند کیا تاکہ اس اشارے پر سب ساتھی میرے پاس پہنچ جائیں چنانچہ وہ آگئے اور میں نے انہیں آبادی مل جانے کی خوشخبری دی جب ہم آگے بڑھے تو ایک خیمہ دکھائی دیا جس سے ایک نہایت خوبصورت جوان حسن میں بیمثال لمبے لمبے گیسو ہنستے ہوئے برآمد ہوئے اور سلام کیا ان سے ہم نے عرض کیا کہ پیاسے ہیں پانی پلا دیجئے انہوں نے کنیز کو آواز دی وہ دو کٹوروں میں پانی لائی انہوں نے ہر ایک کٹورے پر اپنا ہاتھ لگا کر ہمارے حوالہ کر دیئے ہم سب نے ان دونوں سے پیا اور سیراب ہو گئے مگر پانی میں کچھ کمی نہ ہوئی جتنا تھا اتنا ہی باقی رہا اس کے بعد ہم نے بھوک کی شکایت کی وہ خیمہ کے اندر سے اور ایک دسترخوان میں کھانا لے کر

آئے اس پر بھی اپنا ہاتھ رکھا اور ہٹا لیا پھر ہم سے کہا کہ دس دس آدمی بیٹھیں اور کھائیں خدا کی قسم ہم سب نے وہ کھانا کھایا لیکن بالکل کم نہ ہوا فراغت کے بعد ہم نے عرض کیا کہ فلاں راستہ کا پتہ بھی بتا دیجئے انہوں نے اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ تمہارا راستہ ہے ہم وہاں سے چل پڑے جب کچھ دور نکل آئے تو ہم میں یہ بات چیت ہوئی کہ اپنے اپنے گھروں سے کمائی کے لئے نکلے تھے یہ موقعہ اچھا مل گیا تھا جس کو ہم چھوڑے جا رہے ہیں مگر اس گفتگو میں اوّل تو اختلاف رہا کچھ آدمی اس حرکت سے منع کر رہے تھے کہ نمک حرامی ہے بعضوں کی رائے تھی بالآخر سب متفق ہو گئے کہ اس خیمہ کی طرف لوٹیں اور اپنا کام کریں چنانچہ ہم واپس ہوئے لیکن جب ان صاحب نے ہمیں آتے ہوئے دیکھا تو کمر باندھ کر تلوار حمائل کئے ہوئے نیزہ ہاتھ میں گھوڑے پر سوار ہماری برابر آ گئے اور فرمایا کہ تمہارے خبیث دِلوں میں ہمارے لوٹنے کا فاسد خیال ہے ہم نے جواب دیا کہ ہاں یہی ارادہ ہے اور کچھ بد تہذیبی سے ہم نے بات کی جس پر انہوں نے ایسا نعرہ لگایا کہ ہمارے دل دہل گئے اور ہم وہاں سے بھاگے اس وقت انہوں نے زمین پر ایک خط کھینچ کر یہ بھی فرمایا تھا کہ اپنے جدِّ بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کی قسم اگر تم میں سے کسی نے اس کے اندر قدم رکھا تو گردن مار دوں گا۔ بیان کرنے والا کہتا ہے کہ واللہ بڑی ذلت کے ساتھ ہم لوگ وہاں سے لوٹے اور خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ حقا یہ علوی ہیں جن کا مثل نہیں ہو سکتا۔

واقعاتِ متعلقہ مذہبی مباحث

۵۴

مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار الانوار میں اپنے قریبی زمانہ کے بعض معتمد افاضل سے سُنا ہوا یہ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ جس زمانہ میں ولایت بحرین کا تعلق انگریزوں کی حکومت

سے تھا تو انہوں نے ایک مسلمان کو اس خیال سے والیٔ بحرین بنایا کہ مسلم حکومت کی وجہ سے وہاں کے تعمیری اور اصلاحی حالات قابلِ اطمینان رہیں گے وہ والی نواصب میں سے تھا اور وزیر اس سے بھی زیادہ عداوت اہلبیت رسول میں ایسا سخت تھا کہ ہمیشہ مومنین بحرین کے درپئے آزار رہتا اور اس نسبت محبّت اہلبیت رسالتؐ کی وجہ سے ان کو طرح طرح کے نقصانات پہنچاتا اور مکر و حیلہ سے ان کی جان کی فکر میں رہا کرتا ایک روز اس نے والی بحرین کو ایک انار دیا جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ وَ عَلِیٌّ خُلَفَاءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ حاکم نے اس پر غور کیا تو یہ سمجھا کہ جو کچھ لکھا ہوا ہے وہ قدرتی طریقہ پر ہے اور یہ تحریر انار کے ساتھ کی پیداوار ہے اس کا تعلق انسان کی کاری گری سے نہیں ہو سکتا وہ بہت متعجب ہو کر وزیر سے کہنے لگا کہ یہ نوشتہ رافضیوں کا مذہب جھوٹا ہونے کی بڑی روشن علامت اور اس کے غلط ثابت کرنے کے لئے زبردست دلیل و قوی حجّت ہے اب ان لوگوں کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے وزیر نے کہا کہ یہ بڑے سخت لوگ ہیں دلیلوں کو بھی نہیں مانتے مگر مناسب ہے کہ ان کو بلائیے اور یہ انار دکھائیے اگر انہوں نے اس کو مان لیا اور اپنے مذہب کو چھوڑ دیا تو آپ کو بڑا ثواب ہوگا اور اگر انکار کریں اپنے مذہب سے نہ ہٹیں تو ان تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت اختیار کرنے کا ان کو حکم دیجئے جس کو چاہیں اپنے لئے پسند کرلیں یا تو جزیہ دیں اور ذلیل ہو کر رہیں یا اس دلیل کا جواب دیں یا ان میں سے مردوں کو قتل کر دیا جائے عورتیں بچے قیدی بنا لئے جائیں ان کا مال مالِ غنیمت شمار کیا جائے چنانچہ وزیر کی رائے والی کو پسند آئی اور بڑے بڑے لوگ علماء و افاضل کی حاضری کا حکم دے دیا گیا جب یہ سب جمع ہو کر آئے تو حاکم نے ان کے سامنے وہ انار پیش کیا اور کہا کہ آپ صاحبان اس کا شافی جواب دیں ورنہ آپ لوگوں میں کے سب مرد قتل کر دیئے جائیں گے اور

عورتیں بچے اسیر ہوں گے سب کا مال ضبط ہوگا یا آپ لوگ جزیہ دیں گے اور کفّار کی طرح ذلّت کے ساتھ رہنا پڑے گا جب ان مومنین نے یہ باتیں سُنیں تو لرزنے لگے چہرے متغیر ہو گئے متحیّر تھے کہ کیا جواب دیں بالآخر ان میں سے چند بزرگوں نے یہ کہا کہ ہم کو تین روز کی مہلت ملنی چاہیئے ممکن ہے کہ ایسا جواب پیش کیا جائے جس سے آپ راضی ہو جائیں اور اگر اس درمیان میں ہم جواب نہ دے سکے تو آپ جو چاہیں ہمارے ساتھ عمل کریں پس ان کی اس درخواست کو حاکم نے منظور کر لیا اور یہ لوگ نہایت خود حیرت کے عالم میں وہاں سے واپس ہوئے اپنا ایک جلسہ کیا جس میں کافی تبادلۂ خیالات ہوتا رہا نتیجہ میں یہ رائے قرار پائی کہ بحرین کے صالحین وزاہدین میں سے دس آدمیوں کا انتخاب کیا جائے پھر ان دس میں سے تین صاحبان منتخب ہوں چنانچہ یہ انتخابات ہو گئے اور اوّل روز ان تین میں سے ایک صاحب کو اس کام پر مامور کیا گیا کہ آج رات کو جنگل کی طرف جاؤ عبادت الٰہی میں مشغول ہو اور سرکار حضرت حجّت علیہ السلام میں استغاثہ پیش کرو شاید حضرت اس بلائے عظیم سے نجات کا راستہ تمہیں تلقین فرمائیں وہ گئے اور پوری رات خضوع وخشوع کے ساتھ عبادت وتضرع وزاری میں گزاری رو رو کر بارگاہ الٰہی میں دُعائیں اور حضرت حجت علیہ السّلام سے فریاد کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی مگر کچھ نہ ہوا اور واپس آ گئے دوسری شب کو دوسرے بزرگ بھیجے گئے وہ بھی پہلے صاحب کی طرح رات بھر دعا میں مصروف رہے لیکن کوئی خبر لے کر نہ آئے جس سے مومنین کی بیقراری بڑھ گئی پھر تیسرے بزرگ جو بڑے متقی پرہیزگار فاضل تھے اور جن کا نام محمد بن عیسٰے تھا تیسری شب کو سروپا برہنہ صحرا میں گئے رات بہت اندھیری تھی رو رو کر دعائیں کرتے رہے امام زمانہ سے فریاد کیں کہ مومنین سے اس بلا کو دفع فرمائیے جب شب کا آخری وقت ہونے لگا تو انہوں نے آواز سُنی کہ کوئی یہ خطاب کر رہا ہے اے محمد بن عیسٰے تمہاری یہ کیا حالت ہے اور کیوں اس وقت بیابان میں ہو

انہوں نے جواب دیا کہ مجھے میرے حال پر رہنے دو میں ایک بہت بڑے کام کے لئے آیا ہوں جس کو سوائے اپنے امامؑ کے کسی سے بیان نہیں کر سکتا اسی کی خدمت میں اپنی مصیبت کی شکایت پیش کروں گا جو اس کو دفع کر سکتا ہو فرمایا اے محمد بن عیلٰے میں ہی صاحب الامرؑ ہوں جو تمہاری حاجت ہے کہو محمد بن عیلٰے نے عرض کیا کہ اگر آپ صاحب الامرؑ ہیں تو سارا قصّہ خود جانتے ہیں میرے کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے فرمایا کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو تم تو اس مصیبت کے سلسلہ میں گھر سے نکلے ہو جو انار کے معاملہ میں تم سب کو پیش آئی ہے اور حاکم نے تم لوگوں کو ڈرایا دھمکایا ہے محمد بن عیلٰے کہتے ہیں کہ یہ کلام معجز بیان سُن کر میں نے اس جانب رخ کیا جدھر سے یہ آواز آئی تھی اور عرض کیا اے میرے مولا جس بلا میں ہم مبتلا ہیں وہ آپ کو خوب معلوم ہے مولا آپ ہی ہمارا ماوٰے وملجا وجائے پناہ ہیں اور اس مصیبت کے دور کرنے پر قادر ہیں فرمایا اے محمدؑ بن علیؑ وزیر کے گھر میں ایک انار کا درخت ہے جس وقت اس میں انار آنے لگے تو اس نے مٹی سے انار کی شکل بنائی اور اس کے دو حصّے کر کے ہر ایک ٹکڑے میں اندر کی طرف تھوڑی تھوڑی وہ عبارت لکھ دی اور درخت کے ایک انار پر جو چھوٹا سا تھا ان دونوں ٹکڑوں کو باندھ دیا اور یہ انار اس قالب کے درمیان بڑھتا رہا جس کی وجہ سے وہ تحریر انار پر بھی اثر آئی ہے جب صبح کو تم حاکم کے پاس جاؤ تو کہنا کہ میں جواب لے کر آیا ہوں لیکن وزیر کے گھر پر بیان کر سکتا ہوں حاکم ساتھ جائے گا جب مکان کے اندر پہنچو تو داخل ہوتے ہوئے اپنی داہنی جانب ایک بالاخانہ دیکھو گے حاکم سے کہنا کہ میں اس کے اندر چل کر جواب دوں گا جس سے وزیر انکار کرے گا مگر تم اس بات پر جمے رہنا اور اس کا خیال رکھنا کہ وہ تم سے پہلے تنہا اس پر نہ چڑھنے پائے جب وہاں پہنچو گے تو ایک سفید تھیلی طاق میں رکھی ہوئی نظر آئے گی اس پر قبضہ کر لینا اسی میں مٹی کا وہ سانچہ موجود ہے پھر انار اس قالب میں رکھ کر حاکم کو دکھانا تاکہ ساری کارروائی

کھل جائے اے محمد بن عیسےٰ تم حاکم سے یہ بھی کہنا جو ہمارا دوسرا معجزہ ہے کہ اس انار میں سوائے خاکستر اور دھوئیں کے کچھ نہیں ہے اگر آپ تصدیق چاہتے ہیں تو وزیر کو حکم دیجئے کہ وہ اس کو توڑے جس وقت وہ اس کو توڑے گا تو انار سے خاک اور دھواں اٹھ کر اس کے چہرے اور داڑھی پر جا پڑے گا پس امام علیہ السلام کی یہ پوری رہنمائی سُن کر محمد بن عیسےٰ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا حضرت کے سامنے کی زمین کو بوسہ دیا اور نہایت مسرت کے ساتھ شہر کو واپس ہوئے اپنے سب لوگوں کو کامیابی کی خوشخبری پہنچائی ۔ علی الصباح مومنین حاکم کے یہاں گئے اور محمد بن عیسےٰ نے تمام ان امور کی تعمیل کی جن کا حضرت نے حکم دیا تھا اور وہ سب باتیں ظاہر ہوگئیں جن کی براہِ اعجاز حضرت نے خبر دی تھی جس پر حاکم محمد بن عیسےٰ سے کہنے لگا کہ یہ بتاؤ کہ یہ تمام حالات تمہیں کیسے معلوم ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ حجّت خدا امام زمانؑ نے مطلع فرمایا ہے ۔ حاکم نے دریافت کیا کہ تمہارے امام کون ہیں انہوں نے ہر ایک امامؑ کے متعلق بارھویں امام علیہ السلام تک جو کچھ کہنا تھا بیان کردیا حاکم نے کہا اپنے ہاتھ بڑھائیے اور کہا کہ میں اس مذہب پر بیعت کرتا ہوں ۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
وَاَنَّ عَلِيًّا وَّلِیُّ اللّٰهِ وَوَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَخَلِيْفَتُهٗ بِلَا فَصْلٍ ۔

پھر باقی آئمہ علیہم السلام میں ہر ایک کا نام لے کر امامت و ولایت کا اقرار کیا اور بڑا اچھا ایمان والا ہوگیا اور وزیر کو قتل کرادیا اہل بحرین سے بہت معذرت کی اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پیش آنے لگا یہ واقعہ اہلِ بحرین میں بہت مشہور ہے اور فاضل متقی محمد بن عیسےٰ کی قبر بھی وہیں ہے جس کی زیارت کے لئے لوگ آتے ہیں ۔

۵۵

عالم فاضل میرزا عبداللہ اصفہانی شاگرد مجلسی علیہ الرحمۃ نے کتاب ریاض العلماء

میں شہر ہمدان کا ایک مناظرہ نقل کیا ہے جو ابو القاسم بن محمد حاصمی شیعہ اور رفیع الدین حسین کے درمیان ہوا تھا وہ لکھتے ہیں کہ ان دونوں صاحبان میں بہت کچھ دوستانہ تعلقات تھے اکثر معاملات میں شریک رہا کرتے بیشتر سفر میں ساتھ رہتا مگر کبھی مذہبی بحث نہ ہوتی تھی صرف مزاحاً یہ ان کو ناصبی اور وہ انہیں رافضی کہا کرتے تھے ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ ہمدان کی مسجد عتیق میں دونوں جمع تھے کچھ باتیں ہو رہی تھیں اثناء گفتگو میں رفیع الدین نے حضرت علی پر جناب ابو بکر و عمر کو فضیلت دی جس کو ابو القاسم نے رد کر کے جملہ اصحاب رسُول پر امیر المومنین علیہ السّلام کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے بہت سی آیات و احادیث سے استدلال کیا اور حضرت کے بہت سے معجزات ذکر کئے اس کے برعکس رفیع الدین نے بھی جناب ابو بکر کی فضیلت کے لئے یار غار ہونا صدیق اکبر کا خطاب رسولؐ اللہ کا خسر ہونا دلیل میں پیش کیا اور ساتھ میں یہ بھی کہا کہ صدیق اکبر کی شان میں پیغمبر اسلام کی دو حدیثیں ہیں ایک یہ کہ تم بمنزلہ میرے پیراہن کے ہو دوسرے یہ کہ میرے بعد ابو بکر و عمر کی پیروی کرنا یہ سُن کر ابو القاسم نے کہا کہ حضرت علیؑ پر جو سید اوصیاء سید اولیاء حامل لواء امام انس و جن قسیم دوزخ و جنّت ہیں کسی کو کیسے فضیلت دے سکتے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ وہی برادر رسولؐ ہیں وہی زوج بتول ہیں وہی شب ہجرت رسولؐ اللہ کے بستر پر سوئے ہر حال میں ان کے شریک رہے مسجد کی طرف سے سب صحابہ کے دروازے بند کر دیئے مگر علیؑ کے دروازے کو کھلا رکھا رسول اللہ نے خانہ کعبہ میں بُت شکنی کے لئے علیؑ کو اپنے کاندھے پر اٹھایا خداوند عالم نے ملاء اعلےٰ میں فاطمہؑ کو علیؑ کے نکاح میں دیا علیؑ ہی نے عمر عبدود کا سر کاٹا علیؑ ہی نے خیبر فتح کیا علیؑ ہی کے لئے آفتاب لوٹا بقدر چشم زدن بھی علیؑ کا کفر سے تعلق نہیں ہوا برخلاف اور لوگوں کے کہ پہلے سب غیر مسلم تھے رسولؐ اللہ نے علیؑ کو چار پیغمبروں سے اس طرح تشبیہ دی اور فرمایا کہ جو شخص آدمؑ کو ان کے علم

میں نوحؑ کو ان کے فہم میں موسےؑ کو ان کی ہیبت میں عیسےؑ کو ان کی عبادت میں دیکھنا چاہے تو وہ علیؑ کو دیکھ لے پس باوجود ایسے فضائل ظاہرہ و کمالات باہرہ کے علیؑ سے ابوبکر کو افضل سمجھنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے اور یہ تفضیل کیسے کسی کی سمجھ میں آ سکتی ہے بالآخر رفیع الدین نے کہا کہ اچھا اس کا فیصلہ اس شخص پر رکھ دیا جائے جو اس وقت مسجد میں داخل ہو اس سے ہم دریافت کریں جو کچھ وہ کہے اس کو ہم بلا عذر تسلیم کر لیں اگرچہ ابوالقاسم کے نزدیک یہ تجویز مناسب نہ تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہمدان کے رہنے والے رفیع الدین کے ہم خیال ہیں جو بھی آدمی مسجد میں آئے گا انہیں میں سے ہوگا اور وہ اپنے مذہب کے مطابق ہی کہے گا لیکن پھر بھی انہوں نے کراہت کے ساتھ اس بات کو منظور کر لیا ابھی یہ قرارداد ہوئی تھی جو فوراً ایک جوان مسجد میں وارد ہوئے جن کے رخسار سے جلالت و نجابت کے آثار آشکار تھے اور قرینے سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ صاحب سفر سے آ رہے ہیں داخل ہونے کے بعد وہ کچھ دیر ٹہلے پھر ان لوگوں کی طرف آئے تب رفیع الدین ایک دم نہایت اضطراب میں اٹھے اور بعد سلام ان جوان کے سامنے وہ سوال پیش کرتے ہوئے اس صورت کو بھی عرض کیا جو آپس میں قرار پائی تھی اور بہت کچھ اپنے اعتقاد کا اظہار کر کے ان کو قسم دی کہ وہ درحقیقت واقعی طور پر اس مسئلہ میں جو کچھ عقیدہ رکھتے ہوں ظاہر کر دیں تاکہ اس جھگڑے کا فیصلہ ہو جائے یہ سن کر ان صاحب نے بلا توقف دو شعر فرمائے جن کا مضمون ابوالقاسم صاحب کے حق میں اس نزاع کا فیصلہ تھا۔

مَتیٰ اَقُلْ مَوْلَایَ اَفْضَلُ مِنْهُمَا ۔۔۔ اَکُنْ لِلَّذِیْ فَضَّلْتُهٗ مُتَنَقِّصًا

اَلَمْ تَرَ اَنَّ السَّیْفَ یُزْرِیْ بِحَدِّهٖ ۔۔۔ مَقَالُكَ هٰذَا السَّیْفُ اَحَدُّ مِنَ الْعَصَا

یعنی میرا اپنے مولا کے لئے یہ کہنا بھی کہ ان دونوں سے افضل ہیں حضرت کی شان کے خلاف ہے۔ جس طرح سیف و عصا کا مقابلہ کرنا اور اس میں کہنا کہ یہ تلوار

اس لکڑی سے زیادہ تیز ہے تلوار کی دھار کو عیب لگا تا ہے پس جب وہ جوان یہ پڑھ چکے تو ابوالقاسم اور رفیع الدین دونوں ان کی فصاحت و بلاغت پر متحیّر رہ گئے اور چاہتے تھے کہ ان کا کچھ حالِ معلوم کریں جو وہ نظروں سے غائب ہو گئے یہ عجیب و غریب امر دیکھ کر رفیع الدین حسین نے اپنا مسلک چھوڑ دیا اور مذہب اثنا عشری اختیار کر لیا۔

صاحب ریاض العلمائ نے یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ ظاہراً وہ تشریف لانے والے حضرت حجّت علیہ السّلام تھے اسی مضمون کے اور اشعار بھی کتابوں میں موجود ہیں جن کی بنیاد یہی دو بیتیں ہیں اور وہ جملہ ابیات انہیں کی تفسیر ہیں اور اسی حکایت سے ماخوذ ہیں۔

۵۶

عالم فاضل المعی علی بن عیسٰی اربلی صاحب کشف الغمہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے سید باقی بن عطوہ حسنی نے بیان کیا کہ میرا باپ جو زیدی مسلک تھا ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوا کہ جس کے علاج سے اطباء عاجز ہو گئے تھے وہ بیٹوں سے بوجہ اس کے کہ ہمارا میلان مذہب اثنا عشری کی طرف تھا بہت آزردہ رہتا اور بار بار یہ کہا کرتا کہ میں تمہارے مذہب کا اس وقت تک قائل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمہارے صاحب یعنی حضرت حجّت علیہ السّلام آکر مجھ کو اچھا نہ کر دیں اتفاقاً ایک شب کو نماز عشا کے وقت ہم سب بھائی ایک جگہ جمع تھے جو والد کے چیخنے کی آواز آئی وہ ہم سے فریاد کر رہے تھے کہ دوڑو دوڑو پس ہم فوراً ان کے پاس پہنچے تو کہا کہ اپنے صاحب کو دیکھو وہ ابھی میرے پاس سے باہر واپس گئے ہیں یہ سن کر ہم بڑی تیزی کے ساتھ نکلے اِدھر اُدھر بھاگے مگر کوئی دکھائی نہ دیا تب ہم نے گھر میں آکر ان سے دریافت کیا کہ کیا واقعہ پیش آیا کہنے لگے ایک شخص میرے پاس آئے اور کہا اے عطوہ میں نے کہا کہ تم کون ہو فرمایا میں تیرے بیٹوں

کا صاحب ہوں اور اس بیماری سے تجھے نجات دینے کے لئے آیا ہوں یہ فرما کر مجھ پر اپنا ہاتھ پھیرا اور چلے گئے اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ بالکل ٹھیک ہو گیا اور کوئی تکلیف باقی نہیں رہی اس صورت کے بعد ہمارے باپ مدّتوں زندہ رہے اور خوب قوت و توانائی کے ساتھ زندگی گزاری۔ صاحب کشف الغمہ نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ بہت مشہور ہوا جس کو علاوہ پسر مذکور کے بہت سے لوگوں نے بغیر کسی کمی زیادتی کے اسی طرح مجھ سے نقل کیا ہے۔

فرقہ زیدیّہ وہ ہے جس نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کے بعد ان کے فرزند زید شہید کو مہدیٔ موعود سمجھ لیا وہ بڑے عابد و زاہد جواد و سخی شجاع و بہادر اور اپنے بھائی امام محمدؐ باقر علیہ السّلام اور بھتیجے امام جعفر صادق علیہ السّلام کی امامت کے صدق دِل سے معتقد تھے واقعہ کربلا کی یاد میں ہمیشہ غمگین رہے ظالموں سے انتقام کی فکر تھی ۱۲۰ھ میں جو ہشام بن عبدالملک بن مردان کی حکومت کا زمانہ تھا خروج کیا اور شہادت پائی۔

۵۷

بحار الانوار میں یہ واقعہ نقل ہے کہ اصحاب سلاطین میں سے ایک شخص معمر بن شمس کے پاس قریۂ برس جو حلّے کے نزدیک ایک گاؤں ہے اور وقف علّویّین ہے ٹھیکے پر تھا وہاں معمر کا ایک نائب ابن خطیب رہا کرتا۔ جو مومن صالح تھا اس کے ساتھ ایک کارندہ تھا جس کو عثمان کہتے تھے وہ مذہب میں ابنِ خطیب کی ضد تھا ان دونوں میں مذہبی باتوں پر لڑائی ہوتی رہتی تھی ایک روز ایسا ہوا کہ یہ دونوں اس جگہ حاضر ہوئے جو برس میں مقام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السّلام کہلاتا ہے اس وقت وہاں عام لوگوں کا بھی کافی مجمع تھا موقع پا کر ابنِ خطیب نے عثمان سے کہا کہ اس وقت ہمارے درمیان حق و باطل کا فیصلہ ہونا چاہئے میں ان حضرات کے نام اپنے ہاتھ پر لکھتا ہوں جن سے مجھ کو محبّت ہے تم ان صاحبان کے نام اپنے ہاتھ پر لکھو جنہیں تم دوست

رکھتے ہو اور ہم ان دونوں ہاتھوں کو ایک ساتھ ملا کر آگ پر رکھیں جس کا ہاتھ جل جائے وہ باطل پر ہے اور جس کا نہ جلے اس کو حق پر سمجھا جائے یہ سُن کر عثمان گھبرایا اور اس فیصلہ پر تیار نہ ہوا ہر چند لوگوں نے اصرار کیا کہ جب تم اپنے کو حق پر سمجھتے ہو تو کیوں اس عمل کے لئے تیار نہیں ہوتے مگر وہ انکار ہی کرتا رہا جس پر مجمع نے بہت لعن طعن کی جب یہ خبر عثمان کی ماں کو ہوئی تو اس نے اپنے بیٹے کی حمایت میں سب لوگوں کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور بالاخانہ پر سے اتنا کوسا کہ کوئی کسر باقی نہ رکھی جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ اسی وقت آنکھوں سے اندھی ہو گئی اور اپنی اس حالت کو محسوس کر کے اس نے دوسری عورتوں کو آوازیں دیں جب وہ پہنچیں تو دیکھا کہ بظاہر آنکھیں تو ہیں مگر اس کو کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی ہاتھ پکڑ کے کوٹھے سے نیچے اتارا گیا چونکہ فوراً اس ناگہانی بات کی شہرت ہو گئی تھی سب عزیز قریب آنے لگے علاج میں پوری کوشش ہوتی رہی بلکہ حلّہ و بغداد سے بھی اطباء بلائے گئے مگر کوئی کامیابی نہ ہو سکی تب کچھ مومنہ عورتوں نے جو اس کی ملنے جلنے والیاں تھیں یہ سمجھایا کہ تجھے حضرت صاحب الامر علیہ السّلام نے اندھا کیا ہے اگر تو شیعہ ہو جائے اور ان کی دوستی اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرے تو ہم اس کے ضامن ہیں کہ خداوند عالم حضرت کی برکت سے تجھ کو عافیت عطا فرمائے گا ورنہ اس بلا سے خلاصی ناممکن ہے چنانچہ وہ اس پر راضی ہو گئی جب شب جمعہ آئی تو وہ مستورات اس کو حلّہ میں اس مقام پر لے گئیں جو حضرت سے منسوب ہے وہاں پہنچ کر اس کو تو قبہ کے اندر داخل کر دیا اور خود سب باہر رہیں ابھی چوتھائی رات گزرنے پائی تھی کہ وہ عورت بینا ہو کر اس طرح نکل آئی کہ ہر ایک کی صورت پہنچان رہی تھی سب کے کپڑوں کا رنگ بتاتی تھی جس سے ان مومنات کی خوشی کا عجب عالم ہوا سب کی سب حمد و شکر الٰہی میں مصروف

ومشغول ہوگئیں اس کے بعد کیفیت دریافت کی تو اس نے کہا کہ جس وقت تم مجھے پہنچا کر باہر آگئیں تو اس سے تھوڑی دیر بعد کسی نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور یہ کہا کہ باہر چلی جا خداوند نے تجھے ٹھیک کر دیا ان کے یہ کہتے ہی فوراً میری آنکھوں میں روشنی آگئی اور میں نے دیکھا کہ سارا قبہّ روشن ہو رہا ہے اور درمیان میں ایک صاحب بیٹھے ہیں میں نے ان سے کہا یا سیّدی آپ کون ہیں انہوں نے اپنا نام بتایا اور میری نظر سے غائب ہو گئے اس بیان کے بعد سب عورتیں وہاں سے واپس ہوئیں اور عثمان شیعہ ہو گیا اس کے اور اس کی ماں کے اعتقادات درست ہو گئے ان کے قبیلہ کو وجود امام علیہ السلام کا یقین ہو گیا اور جس نے بھی اس قصہّ کو سُنا وہ معتقد ہوتا رہا۔

حلّہ بغداد و کوفہ کے قریب مشہور شہر ہے جہاں بڑے بڑے علماء و مجتہدین گزرے ہیں یہاں بھی مثل وادی السّلام و مسجد سہلہ وغیرہ کے حضرت سے منسوب ایک مقام ہے جس سے بظاہر اس امر کا تعلق ہے کہ یا تو لوگوں کو وہاں شرف حضوری حاصل ہوتا رہا ہے یا حضرت کے معجزات دیکھے گئے ہیں بس جس طرح دیگر مقامات مقدسّہ اجابت دعا کے مخصوص مقامات ہیں جہاں رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے اسی طرح حضرت کے یہ سب مقامات بھی مقامات متبرکہ میں داخل ہیں اور ان کی حضرت سے نسبت وہاں دُعا کرنے والوں کے لئے خاص توجہ کا باعث ہو جاتی ہے حضرت کے توسّل سے حاجت مندوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں پریشان حالوں کی پریشانیاں دُور ہوتی ہیں بیمار شفا پاتے ہیں اور سب کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔

۵۸

بحار الانوار میں بعض اصحاب صالحین سے یہ روایت ہے کہ محی الدّین اربلی نے بیان کیا کہ میں اپنے والد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس وقت ایک اور شخص بھی تھا جس پر چھ[illegible] غشی طاری ہوئی اور سر سے عمامہ گر گیا ہم نے دیکھا کہ اس کے سَر پر ایک چوٹ کا نشان ہے جس کے متعلق والد نے سوال کیا تو اس نے

جواب دیا کہ یہ صفین کی ضربت ہے والد نے کہا یہ کیا کہتے ہو صفین کا واقعہ تو بڑے پرانے زمانہ کا ہے اس وقت تم کہاں تھے اس نے جواب دیا کہ میں ایک مرتبہ مصر جا رہا تھا سفر میں قبیلۂ غزہ کے ایک شخص کا ساتھ ہو گیا باتوں باتوں میں جنگ صفین کا بھی تذکرہ آ گیا جس پر چلتے چلتے اس نے یہ بھی کہا کہ اگر میں وہاں ہوتا تو اپنی تلوار علیؑ اور اصحاب علیؑ کے خون سے سیراب کرتا میں نے بھی جواب میں کہا کہ اگر میں اس روز ہوتا تو اپنی تلوار کو معاویہ اور اصحاب معاویہ کے خون سے سیراب کرتا اور بات کیا ہے اس وقت میں اور تم علیؑ و معاویہ کے ساتھی دونوں موجود ہیں ابھی سہی پس میرے اور اس کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی اور ایسی ہوئی کہ ہم دونوں سخت زخمی ہو گئے جب اس شدت میں بے حال ہو کر میں زمین پر گر پڑا تو کسی نے مجھ کو سر نیزہ سے بے دار کیا آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھا کہ ایک صاحب گھوڑے سے اترے اور اپنا ہاتھ میرے زخموں پر مَلا جس سے میری حالت ٹھیک ہو گئی اور مجھ سے فرمایا کہ ابھی یہیں ٹھہرے رہنا اور خود ذرا سی دیر کے لئے میری نظر سے غائب ہو گئے جب واپس ہوئے تو ان کے ہاتھ میں میرے دشمن کا سَر تھا اور ساتھ میں اس کا گھوڑا بھی اور مجھ سے فرمایا کہ یہ تیرے دشمن کا سَر ہے تو نے ہماری مدد کی تھی ہم نے تیری مدد کی خداوند عالم اس کی مدد فرماتا ہے جو اس کا مددگار ہو میں نے عرض کیا یہ تو فرمائیے کہ آپ کون ہیں فرمایا میں فلاں بن فلاں یعنی صاحب الامر ہوں اور ارشاد فرمایا کہ جب کبھی کوئی اس چوٹ کے متعلق تجھ سے دریافت کرے تو کہہ دینا کہ یہ ضربت صفین ہے۔

۵۹

آقا شیخ محمود میثمی نجفی طہرانی اپنی کتاب دارالسلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ فاضل جلیل اخوند ملّا ابوالقاسم قندھاری طہرانی جو جناب کے لقب سے مشہور تھے ان کے متعلق بعض فضلا نے حضرت حجّت علیہ السّلام کی زیارت کا

ایک واقعہ نقل کیا چونکہ ایسے مطالب کو میں درج کر رہا تھا اس لئے جناب قندھاری کو خط لکھا اور ان سے استدعا کی کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس واقعہ کو تحریر فرمائیں چنانچہ ان کا یہ جواب میرے پاس پہنچا کہ ۱۲۶۶ھ میں بمقام قندھار ملّاں عبدالرحیم افغان سے میں پڑھا کرتا تھا ایک مرتبہ جمعہ کے دن شام کو ان کے یہاں گیا تو دیکھا کہ بہت سے علماء جمع ہیں جن میں ایک مصری عالم بھی تھے افغانی عورتیں بھی تھیں اور اس جلسہ میں شیعہ مذہب کی خوب مذمت ہو رہی تھی یہاں تک کہ قاضی القضاۃ ملّا غلام محمد نے یہ بھی کہا کہ شیعوں کی خرافات میں سے ایک یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مہدی پسر حضرت عسکریؑ بمقام سامرہ ۲۵۵ھ میں پیدا ہو چکے اور ۲۶۰ھ میں اپنے مکان کے اندر سرداب میں غائب ہو گئے جو اس وقت تک زندہ ہیں اور نظام عالم انہیں کے وجود سے وابستہ ہے" اگرچہ تمام اہلِ مجلس شیعہ عقائد کے متعلق ناسزا الفاظ استعمال کر رہے تھے اور سب ہم زبان تھے لیکن مصری عالم باوجود یکہ پہلے سب سے زیادہ بُرا بھلا کہہ چکے تھے لیکن حضرت حجّت علیہ السلام کے ذکر پر خاموش رہے اور قاضی کا کلام ختم ہونے کے بعد کہنے لگے میں جامع طولوں میں حدیث کے درس میں شریک ہوا کرتا تھا ایک روز حضرت مہدی کے شمائل پر گفتگو چھڑ گئی اور قیل وقال کی یہ نوبت پہنچی کہ خوب شور و غل ہونے لگا اسی حالت میں سب نے دیکھا کہ ایک جوان اسی صورت کے جس پر بحث ہو رہی تھی سامنے آکر کھڑے ہو گئے اس وقت سب کا یہ حال ہوا کہ کسی کو ان پر نگاہ ڈالنے کی قدرت نہ تھی اور مجمع پر سکتہ کا عالم طاری ہو گیا تھا" جناب اخوند ملّا ابو القاسم نے اس خط میں لکھا تھا کہ مصری عالم کے اتنے بیان کے بعد میں نے یہ دیکھا کہ یہاں بھی اہلِ جلسہ خاموش ہیں سب کی نگاہیں نیچی ہیں اور پیشانیوں سے عرق ٹپک رہا ہے ان لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر میں بہت متحیّر تھا جو یکایک میری نظر ایک

جوان پر پڑی جو درمیان مجلس میں روبقبلہ بیٹھے ہوئے تھے جن کو دیکھتے ہی میری حالت بھی دگرگوں ہوگئی طاقت وتوانائی نے جواب دے دیا اور پاؤ گھنٹے تک یہی صورت رہی اس کے بعد آہستہ آہستہ ہوش آیا پھر اس طرف دیکھا تو وہ جوان تشریف فرما نہ تھے اور جملہ حاضرین خاموشی کے ساتھ یکے بعد دیگرے بغیر اس تحیۃ وتسلیم کے جو وہاں کا دستور ہے اُٹھتے جا رہے تھے میں بھی چلا آیا رات خوشی وغم میں کاٹی خوشی اس کی تھی میں حضرت حجّت علیہ السّلام کی زیارت سے مشرف ہوگیا اور غم اس بات کا تھا کہ دوسری مرتبہ جمال مبارک پر نظر نہ کر سکا، دوسرے روز جب میں پڑھنے کے لئے گیا تو ملّا عبدالرحیم نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ کل کیا ہوا حضرت قائمُ آلِ محمّد تشریف لے آئے اور حضرت کا ایسا تصرف حاضرین پر ہوا کہ کسی میں دیکھنے اور بولنے کی طاقت نہ رہی مجھ کو بھی پسینہ آگیا اور سارا جلسہ بغیر سلام علیک کئے درہم برہم ہوگیا اس وقت میں نے ان کے اس کہنے کی دو وجہوں سے تصدیق نہ کی ایک اپنی شیّعت کی وجہ سے خوف دُوسرا سبب یہ انتظار کہ مجھے اس کا یقین ہو جائے کہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ محض خیال ہی تو نہ تھا اس بنا پر میں نے انہیں یہ جواب دے دیا کہ میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا نہ مجمع کی ایسی حالت میری سمجھ میں آئی جس پر انہوں نے کہا کہ تم ایسے کھلّم کھلّا واقعہ کا انکار کر رہے ہو جس کو بہت سے لوگوں نے رات اور آج دن میں میرے پاس لکھ کر بھیجا ہے اور کچھ لوگ خود آئے اور زبانی بات چیت کر گئے ہیں۔ پھر دوسرے روز ایک شیعہ صاحب ملے جو سردار محمّد علی خاں کے ساتھ اس جلسہ میں موجود تھے وہ کہنے لگے کہ ہماری آنکھیں اس کرامت سے روشن رہیں سردار مذکور عنقریب شیعہ ہونے والے ہیں۔ اس کے بعد قاضی القضاۃ کے ایک بیٹے راستہ میں مل گئے انہوں نے کہا تمہیں میرے والد نے بلایا ہے میں

نے کچھ عذر بھی کیا مگر وہ نہ مانے بالآخر گیا تو دیکھا کہ مفتیان جمع ہیں اور وہ عالم مصری بھی موجود ہیں قاضی القضاۃ نے اس مجلس کی کیفیت مجھ سے دریافت کی ہیں نے جواب میں یہ کہا کہ صرف اتنا جانتا ہوں کہ تمام حاضرین پر خاموشی طاری ہوئی اور بغیر تحیۃ کے سب اُٹھ اُٹھ کر جانے لگے۔ یہ سُن کر دوسرے لوگوں نے قاضی القضاۃ سے عرض کیا کہ یہ دروغ بیانی ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ روز روشن میں ایک جلسہ ہو، اور وہاں ایک آنے والے صاحب کو سب تو دیکھیں اور یہ نہ دیکھے قاضی القضاۃ نے کہا یہ طالب علم ہے جھوٹ نہیں بولتا ممکن ہے کہ ان حضرت نے اپنے کو صرف منکرین کی نظروں میں جلوہ گر فرمایا ہو چونکہ اس شہر میں جو فارسی زبان کے لوگ ہیں ان کے آباؤ اجداد شیعہ تھے اس لئے ہو سکتا ہے کہ منجملہ شیعہ عقائد کے امام عصرؑ کے وجود کا اعتقاد اولاد میں باقی رہ گیا ہو اور اس وجہ سے اس طالب علم نے نہ دیکھا ہو پس قاضی القضاۃ کا یہ کلام سُن کر طوعاً یا کرہاً سب کو تصدیق کرنا پڑی بلکہ بعضوں نے تحسین و آفرین کی۔

۶۰

علاّمہ مجلسی علیہ الرحمتہ نے بحارالانوار میں یہ واقعہ ابوراجح حمامی ساکن حلّہ کا نقل فرمایا ہے جو بہت مشہور رہا ہے اور جس کا ذکر بہت سے اعیان و افاضل نے کیا ہے جن میں سے شیخ زاہد عابد محقق شمس الدین بن قارون ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حلّہ میں ایک حاکم تھا جس کو مرجان صغیر کہتے تھے وہ بڑا ناصبی دشمن اہلبیتؑ تھا اس سے لوگوں نے ابوراجح کی شکایت کی کہ یہ بعض صحابہ کو اچھا نہیں سمجھتا ہے۔ جس پر اس نے ابوراجح کے حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ آیا تو اس کو بہت پیٹا گیا اور بے چارے کو اتنا مارا کہ دانت بھی ٹوٹ گئے زبان کو باندھا گیا ناک میں سوراخ کر کے نکیل ڈالی گئی حلّے کی گلیوں میں پھرایا گیا یہاں تک کہ وہ زخمی مومن جو نیم مردہ ہو چکا تھا اسی گشت کی حالت میں زمین پر گر پڑا ظالم حاکم

نے قتل کا حکم دے دیا لیکن کچھ لوگوں نے سفارش کی کہ یہ بوڑھا آدمی ہے اور اس قدر مجروح ہو چکا ہے کہ قریب ہلاکت ہے خود ہی مر جائے گا اس کو قتل نہ کیا جائے چنانچہ لوگوں کے اصرار پر اس بے چارے کو رہا کر دیا گیا اور گھر والے وہاں سے اٹھا کر لے گئے سب کو یقین تھا کہ رات ہی میں ختم ہو جائے گا مگر جب صُبح ہوئی تو دیکھا کہ وہ تندرستوں کی طرح نماز پڑھ رہا ہے سارے دانت صحیح سالم ہیں سب زخم مندمل ہو چکے ہیں جسم پر چوٹوں کے نشان تک نہیں اس صورت سے لوگوں کے تعجّب کی حد نہ رہی اور اس کیفیت کے پیدا ہونے کا سوال کیا تو اس نے کہا کہ موت سامنے آچکی تھی دل ہی دل میں خداوند عالم سے دعا اور اپنے مولا صاحب الزّمان علیہ السّلام سے فریاد کرتا رہا جب خوب اندھیری رات ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ سارا گھر منوّر ہے یکایک حضرت تشریف لے آئے اور اپنا دست مبارک میرے مُنہ پر پھیرا اور فرمایا کہ باہر جا اور اپنا کام کر حق تعالےٰ نے تجھ کو عافیت عطا فرمائی اس کے بعد میں ایسا ٹھیک ہو گیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو۔ شمس الدین محمدؒ نے فرمایا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں ابو راجح کمزور زرد رنگ کا بوڑھا آدمی تھا جس کے حمام میں برابر جایا کرتا تھا مگر اس صبح کو اوروں کے ساتھ جا کر دیکھا تو وہ صاحب قوّت درست قامت سرخ چہرہ بیس سال کا جوان معلوم ہو رہا تھا اور پھر زندگی بھر اس کی یہی صورت رہی۔ جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی تو اس حاکم نے ابو راجح کو بلایا اور یہ حالت دیکھ کر بڑا رعب اس پر طاری ہوا کہ کل کیا تھا آج کیا ہو گیا۔ اسی وقت سے اس کے عمل میں ایسی تبدیلی ہوئی کہ یا تو اس مقام کی طرف جو حلہ میں حضرت حجّت علیہ السّلام سے منسوب ہے پشت کر کے بیٹھا کرتا تھا یا اس واقعہ کے بعد اس کی جانب مُنہ کر کے بیٹھنے لگا اور مومنین اہل حلّہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا رہا پھر تھوڑے ہی عرصہ میں مر گیا۔

۶۱

سید جلیل عالم نبیل بہاء الدین علی بن عبدالحمید حسینی نجفی نے جو بزرگان علماء میں

سے تھے اور فخر المحققین صاحبزادہ علامہ حلّی علیہ الرحمتہ کے شاگرد تھے کتاب غیبت میں یہ حکایت شمس الحق والدین حاج محمد بن قارون سے نقل فرمائی ہے کہ ایک مومنہ صالحہ محمود فارسی کی بیوی تھی جو بہت سخت دشمن اہلبیتؑ تھا اور اس کے اہل وطن بھی اس عداوت میں مشہور تھے لیکن پھر کچھ ایسی توفیق الٰہی شامل حال ہوئی کہ محمود نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا اس کے متعلق میں نے اس مومنہ سے دریافت کیا کہ تیرے باپ نے یہ کیوں جسارت کی تھی کہ جو ایک ناصبی کے ساتھ تیرا عقد ہوا اور ایسی بات پیش آئی جو تیرے شوہر نے اپنے سب گھر والوں اور رشتہ داروں کا مسلک چھوڑ دیا اس نے کہا یہ عجیب و غریب واقعہ ہے جس کو سن کر لوگ تعجّب کرتے ہیں اس کی کیفیت آپ میرے شوہر سے پُوچھ لیجئے چنانچہ میں نے محمود سے دریافت کیا تو اس نے پوری صورت اس طرح بیان کی کہ ہماری بستی کے لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب کسی قافلہ کے آمد کی خبر سُنتے تو پہلے سے ملنے کے لئے آبادی سے باہر نکل جاتے ایک مرتبہ ہم نے سُنا کہ بڑا قافلہ آرہا ہے میری کمسنی کا زمانہ تھا ہم بہت سے لڑکے مل کر قافلہ کی جستجو میں بغیر سوچے سمجھے کودتے پھاندتے بہت دور نکل گئے یہاں تک کہ ہم سے راستہ چھوٹ گیا اور ایسے پُر خار جنگل میں پہنچ گئے جس سے ہم بالکل نا آشنا تھے چلنے کی قوّت نہ رہی طاقت نے جواب دے دیا مارے پیاس کے زبانیں باہر آگئیں اور ہم سب کو موت کا یقین ہوگیا یکایک ہم نے ایک شخص کو سفید گھوڑے پر سوار آتے ہوئے دیکھا جو ہمارے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اترے اور اس جگہ نہایت لطیف فرش کیا جس سے عطر کی خوشبو آرہی تھی ابھی ہم انہیں کی طرف متوجہ تھے کہ ناگاہ دوسرے صاحب نظر آئے جو سرخ گھوڑے پر سوار سفید کپڑے پہنے ہوئے سر پر عمامہ گھوڑے سے اتر کر اسی فرش پر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان دوسرے رفیق نے بھی انہیں کے ساتھ نماز پڑھی پھر تعقیبات سے فراغت کے بعد میری

طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا اے محمود" میں نے کمزور آواز سے عرض کیا لبّیک یاسیّدی فرمایا کہ میرے قریب آؤ میں نے کہا خستگی و تشنگی کی وجہ سے اُٹھنے کی طاقت نہیں ہے فرمایا کوئی بات نہیں ان کا یہ کہنا تھا کہ میرے بدن میں تازہ روح دوڑ گئی اور ان کی خدمت میں حاضر ہوگیا میرے چہرے اور سینہ پر ہاتھ پھیرا جس سے تمام تکلیفیں جاتی رہیں اس کے بعد فرمایا کہ ان حنظلوں میں سے ایک دانہ حنظل کا توڑ لاؤ" یہ انتہائی کڑوا پھل ہے جس کو اندرائن کہتے ہیں" چونکہ اس جنگل میں ہمارے سامنے اس کے بہت درخت تھے اس لئے میں فوراً ایک بڑا سا پھل توڑ کر لے آیا جس کے دو ٹکڑے کر کے انہوں نے مجھ کو دیئے اور فرمایا کہ انہیں کھالو اگرچہ میں جانتا تھا کہ یہ پھل نہایت کڑوا ہوتا ہے مگر انکار کی جرأت نہ ہوئی اور میں نے لے کر چکھا تو وہ شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا مشک سے زیادہ خوشبودار تھا چنانچہ میں نے وہ دونوں ٹکڑے کھا لئے اور خوب سیر و سیراب ہوگیا اسی طرح میرے دُوسرے ساتھیوں کے لئے بھی یہی صورت ہوئی جس کے بعد وہ سوار ہونے لگے تب ہم نے عرض کیا کہ اے ہمارے آقا آپ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے اتنا اور کر دیجئے کہ ہم اپنے یہاں پہنچ جائیں اور انہوں نے کہا جلدی مت کرو اور اپنے نیزے سے ہمارے گرد ایک خط کھینچ دیا اور مع اپنے رفیق کے تشریف لے گئے جس کے بعد ہم بھی راستہ کی تلاش میں چل پڑے یکایک ہمارے سامنے ایک دیوار سی حائل ہوگئی اس وقت ہم دوسری طرف رُخ کر کے چلنے لگے ادھر بھی دیوار نظر آئی غرض جدھر کو چلے یہی صورت دیکھی مجبور ہو کر بیٹھ گئے اور اپنی بے بسی پر روتے رہے اسی حالت میں رات ہوگئی کچھ حنظل توڑ کر ہم نے کھانے چاہے تو وہ نہایت تلخ تھے جن کو ہم نے پھینک دیا وحشی جانور کثرت کے ساتھ وہاں جمع ہونے لگے لیکن جب وہ ہماری طرف آتے تو وہی دیوار بڑھنے سے روک دیتی اور جب وہ ہٹ جاتے تو

دیوار بھی نظر نہ آتی اسی صورت میں ساری رات کاٹی یہاں تک کہ صبح ہوگئی سورج بھی نکل آیا گرم ہوا چلنے لگی پیاس کا زور ہونے لگا جو اتنے میں پھر وہی دونوں سوار آگئے اور ہمارے ساتھ وہی سلوک کیا جو پہلے ہو چکا تھا اس کے بعد وہ جانے لگے تو ہم نے خدا کی قسم دیکر عرض کیا کہ ہمارے گھر والوں تک ہمیں پہنچا دیجئے انہوں نے فرمایا مطمئن رہو وہ شخص جلد آیا چاہتا ہے جو تمہارے عزیزوں تک تمہیں پہنچائے گا یہ فرما کر وہ نظر سے غائب ہو گئے جب شام ہونے لگی تو ہم نے اپنی بستی کے ایک شخص کو دیکھا جو تین گدھے ساتھ لئے ہوئے ایندھن کی لکڑیاں جمع کرنے کے لئے آرہا تھا مگر وہ ہمیں دیکھ کر خوف کے مارے ایسا بھاگا کہ گدھے بھی چھوڑ دیئے اس وقت ہم نے اس کا نام لے کر آوازیں پر آوازیں دیں تب وہ ہمیں پہچان کر لوٹا اور کہنے لگا اے تمہارے گھروں میں رونا پیٹنا ہو رہا ہے جلدی کھڑے ہو اور میرے ساتھ چلو اس وقت مجھے لکڑیوں کی بھی حاجت نہیں ہے تم ان گدھوں پر سوار ہو جاؤ چنانچہ ہم سوار ہو گئے اور اس کے ساتھ چل دیئے جب اپنے گاؤں کے قریب پہنچے تو اس نے آگے جا کر ہماری خبر آبادی میں پہنچا دی" جس پر بڑی خوشیاں ہونے لگیں اور ہمارے لوگوں نے اس خوشخبری پر بہت کچھ اس کو انعام دیا اور سب لوگ ہم سے مل کر نہایت درجہ مسرور ہوئے لیکن ہم نے جو واقعات بیان کئے انہیں سب نے جھٹلا دیا اور کہنے لگے یہ سب باتیں محض خیالات ہیں جو پیاس وغیرہ کی شدت سے تمہارے دماغوں میں پیدا ہو گئے تھے۔ محمود کہتا ہے کہ کافی زمانہ کے بعد اس قصہ کو میں بالکل بھول بھال گیا تھا۔ جب میری عمر بیس سال کی ہوئی تو میں نے کرایہ پر سواریاں چلانے کا پیشہ اختیار کیا اور میں مومنین خصوصاً زائرین آئمہ طیبین جو سامرے آیا جایا کرتے تھے ان سے عداوت رکھنے میں اپنے تمام رشتہ داروں سے زیادہ سخت تھا اس لئے اکثر ان لوگوں سے کرایہ کا معاملہ کیا کرتا تاکہ اچھی طرح ان

کی ایذا رسانی کا موقع ملتا رہے اور میرا یہ عمل خداوند عالم کی خوشنودی کا باعث ہو۔
ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حلّے کے لوگوں کو جو زیارات سے واپس آرہے تھے میں نے سواریاں کرایہ پر دیں ان زائرین میں ابن سہیلی وابن عرفہ وابن حارب وابن زہدری وغیرہ بھی تھے اور یہ لوگ میرے بغض و عناد سے خوب واقف تھے ان سب نے مجھ کو بہت پریشان کیا اور مجھے تنہا دیکھ کر راستے بھر بڑی سخت باتیں سناتے رہے چونکہ ان لوگوں کی تعداد زیادہ تھی اور میں ان کے مقابلہ پر قادر نہ تھا اس وجہ سے بالکل خاموش رہا لیکن جب بغداد پہنچے اور یہ جماعت جانب غرب اتر گئی تو مارے غصّے کے میرا سینہ پھٹا جاتا تھا مُنہ پر طمانچے مارتا اور روتا ہوا اپنے لوگوں سے ملا اور جو کچھ مجھ پر گزری تھی ساری کیفیت ان سے بیان کی جس پر سننے والوں نے حلّے کے ان مومنین کو بہت بُرا بھلا کہا اور مجھ کو اطمینان دلایا کہ جب وہ شہر سے باہر نکلیں گے تو ہم سب مل کر ان سے پورا پورا بدلہ لیں گے اور اس سے زیادہ کرکے دکھائیں گے جو انہوں نے تیرے ساتھ کیا ہے غرضکہ یہ بات چیت ختم ہوگئی رات کا وقت تھا میں سونے کے لئے لیٹ گیا اور یہ خیال دل میں آیا کہ کیا بات ہے کہ رافضی لوگ کبھی اپنے مذہب سے نہیں ہٹتے مگر دوسرے مذہبوں والے ان کے مذہب میں داخل ہوتے رہتے ہیں اس کا سبب سوائے اس کے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ حق انہیں کی طرف ہے اسی سوچ میں دیر تک پڑا رہا آخر کار بارگاہِ الٰہی میں رسولِ خدا کا واسطہ دے کر یہ دُعا کی کہ آج رات کو خواب میں مجھے کوئی ایسی علامت دکھادے جو اس کے قرار دیئے ہوئے سچّے مذہب کی دلیل ہو سکے اسی حالت میں نیند آگئی دیکھا کہ بہشت سجایا جا رہا ہے اس میں مختلف رنگ کے طرح طرح کے پھلوں کے درخت ہیں چار نہریں شراب کی دودھ کی شہد کی پانی کی جاری ہیں اور پانی کا کنارہ ایسا زمین کی برابر ہے کہ اگر چیونٹی بھی پینا چاہے تو پی سکتی ہے خوبصورت

عورتیں بھی ہیں کچھ لوگ میوے کھا رہے ہیں اور نہروں سے پی رہے ہیں میں نے بھی کھانا پینا چاہا مگر جب میوؤں کو ہاتھ لگانا چاہتا تو وہ اونچے ہو جاتے نہر سے پانی پینا چاہتا تو وہ نیچی ہو جاتی تب میں نے اوروں سے پوچھا کہ تم تو یہاں کی چیزیں کھا پی رہے ہو اور میرے لیئے میسّر نہیں یہ کیا بات ہے انہوں نے جواب دیا کہ تم ابھی ہم سے نہیں ہو اسی حالت میں بڑی فوج دیکھی جو یہ کہہ رہی تھی کہ جناب سیّدہ فاطمہ زہراؑ تشریف لا رہی ہیں پھر تو جوق جوق فرشتے آنے لگے جن کے درمیان میں سیّدۂ عالم کی سواری تھی اس وقت میں نے ان سوار کو بھی دیکھا جنہوں نے ہمیں ہلاکت سے نجات دی تھی اور حنظل کھلایا تھا کہ وہ حضرت فاطمہ زہراؑ کے سامنے کھڑے ہیں میں نے ان کو خوب پہچان لیا اور جنگل کا سارا قصّہ یاد آگیا اور میں نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ یہ قائم منتظر م ح م د ابن حسن علیہ السلام ہیں اس وقت تمام لوگ کھڑے ہو ہو کر جناب سیّدہؑ کو سلام کر رہے تھے میں نے بھی سلام عرض کیا جس کا جواب دیا اور فرمایا کہ اے محمود تو وہی ہے جس کو میرے اس فرزند نے پیاس سے بچایا تھا اگر تو ہمارے شیعوں میں داخل ہو جائے تو تیرے لئے فلاح ہے میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے اور آپ کے شیعوں کے دین میں داخل ہو گیا اور آپ کی اولاد کی امامت کا اقرار کرتا ہوں فرمایا تجھ کو خوشخبری ہو کہ اب کامیاب ہو گیا۔ محمود نے کہا کہ یہ خواب دیکھ کر میں روتا ہوا اٹھا صبح ہو گئی تھی اذان کی آواز بھی سُنی اور اسی بے خودی کے عالم میں ان زائرین کی قیام گاہ کی طرف چل دیا اور ان کے پاس پہنچا تو میں نے سلام کیا لیکن انہوں نے بددُعائیں دیں اور کہا کہ ہمارے آگے سے دور ہو جا میں نے کہا کہ اس وقت یوں آیا ہوں کہ مجھ کو احکامِ دین تعلیم کیجئے یہ سُن کر سب متحیّر ہو گئے میں نے اپنا خواب بیان کیا جس پر انہوں نے کہا کہ اگر تیری یہ بات سچی ہے تو ہمارے ساتھ کاظمین چل وہاں تجھ کو شیعہ کریں گے میں نے بخوشی آمادگی ظاہر کی اور ان کے ہاتھ پاؤں

کو بوسے دینے شروع کر دیئے ان کے لئے دعائیں کرتا رہا اس کے بعد ان کے ہمراہ میں روضۂ مقدسہ پہنچا وہاں خدّام نے ہمارا استقبال کیا اور ایک مرد علوی نے جو سب سے بزرگ تھے یہ فرمایا کہ آپ لوگوں کے ساتھ شیعہ ہونے کے ارادے سے ایک شخص آیا ہے جس کو میں نے خواب میں حضرت فاطمہ زہراؑ صلوات اللہ علیہا کے سامنے کھڑا ہوا دیکھا ہے اور ان معصومہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ کل وہ آئے گا سب سے پہلے اس کے لئے دروازہ کھولنا اس وقت اس کو دیکھ کر میں پہچان لوں گا یہ سُن کر سب متعجّب ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے ان علوی بزرگ نے ہر ایک پر نظر ڈالنی شروع کی یہاں تک کہ جب مجھ کو دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ کے تکبیر کہی اور فرمایا کہ خدا کی قسم وہ شخص یہی ہے۔ اس صورت کے پیش آنے سے سارے مجمع میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور حمد و شکر الٰہی کرتے رہے اس کے بعد وہی بزرگ مجھ کو لے کر روضۂ مبارکہ میں داخل ہوئے اور اعتقادات حقّہ تلقین کئے جب اس کام سے فراغت ہوگئی تو ان بزرگ نے کہا کہ سیّدۂ عالم نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ تجھ کو عنقریب دُنیا کے مال کا کچھ معاملہ پیش آئے گا مگر اس کی طرف اعتنا نہ کرنا خداوند عالم اس کا جلدی عوض عطا فرمائے گا کچھ تنگیاں بھی ہوں گی ہم سے استغاثہ کرنا نجات مل جائے گی میں نے عرض کیا کہ بہت خوب چنانچہ میرا گھوڑا مرا جس کی قیمت دوسو اشرفی تھی اور اس کے بدلے اس سے کہیں زیادہ خدا نے مجھے دے دیا بہت سی تنگیوں میں بھی مبتلا ہوا مگر انہیں سے فریاد کی اور خدا نے ان کی برکت سے کشائش مرحمت فرمائی اب میں ہر اس شخص کو دوست رکھتا ہوں جو انہیں دوست رکھے اور اس کو دشمن رکھتا ہوں جو ان سے دُشمنی کرے میں ان کے وجود مبارک کی برکات سے حسن عاقبت کا امیدوار ہوں غرض کہ آخر میں محمود نے یہ کہا کہ بعض شیعہ صاحبان کے ذریعہ سے اس مومنہ کے ساتھ میرا نکاح ہوگیا اور میں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے لوگوں میں

عقد کروں ۔

واقعات تعلیمات

۶۲

عالم فاضل میرزا عبداللہ اصفہانی شاگرد علاّمہ مجلسی نے کتاب ریاض العلماء کی پانچویں جلد میں بسلسلۂ حالات شیخ ابن جواد نعمانی بیان کیا ہے کہ یہ ان بزرگوں میں سے ہیں جن کو بزمانہ غیبت کبریٰ حضرت حجّت علیہ السّلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے جب ملاقات ہوئی تو عرض کیا کہ مولا ایک مقام آپ کا نعمانیہ میں ہے اور ایک حلّے میں ہے ان دونوں میں سے ہر ایک جگہ کس وقت تشریف لاتے ہیں فرمایا کہ منگل کی رات کو اور منگل کے دن نعمانیہ میں اور روز جمعہ اور شب جمعہ حلّے میں لیکن حلّے والے میرے مقام پر آداب اختیار نہیں کرتے اور کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو وہاں باادب داخل ہو مجھے اور آئمہ علیہم السّلام کو سلام عرض کرے بارہ مرتبہ صلوات بھیجے دو سورتوں کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے ان دونوں میں خداوند عالم سے مناجات کرے مگر یہ کہ خداوند عالم اس کو وہی عطا فرمائے گا جو کچھ وہ چاہتا ہے ۔ پس شیخ نے عرض کیا مولا مجھ کو بھی یہ مناجات تعلیم فرما دیجئے ارشاد فرمایا کہو اَللّٰھُمَّ قَدْ اَخَذَ التَّادِیْبُ مِنِّیْ حَتّٰی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ وَ اِنْ کَانَ مَا اقْتَرَفْتُہٗ مِنَ الذُّنُوْبِ اَسْتَحِقُّ بِہٖ اَضْعَافَ اَضْعَافَ مَا اَدَّبْتَنِیْ بِہٖ وَ اَنْتَ حَلِیْمٌ ذُوْ اَنَاۃٍ تَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ حَتّٰی یَسْبِقَ عَفْوُکَ وَ رَحْمَتُکَ عَذَابَکَ ۔

اور حضرت نے تین مرتبہ اس دُعا کا تکرار فرمایا یہاں تک کہ شیخ کو یاد ہوگئی ۔

۶۳

علاّمہ حلّی علیہ الرحمۃ نے کتاب منہاج الصلاح میں اپنے والد ماجد سے

نقل فرمایا ہے کہ سید رضی الدین محمد آدی حسینی نے حضرت صاحب الامر علیہ السّلام سے یہ استخارہ روایت کیا ہے جو بوقت ملاقات حضرت نے تعلیم فرمایا تھا کہ دس مرتبہ یا اس سے کم تین مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ سورۂ الحمد پڑھے اور دس مرتبہ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ پھر تین مرتبہ یہ دُعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ لِعِلْمِکَ بِعَوَاقِبِ الْاُمُوْرِ وَاَسْتَشِیْرُکَ لِحُسْنِ ظَنِّیْ بِکَ فِی الْمَامُوْرِ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ الْاَمْرُ الْفُلَانِیْ قَدْ نِیْطَتْ بِالْبَرَکَۃِ اَعْجَازُہٗ وَبِوَادِیْہِ وَحُفَّتْ بِالْکَرَامَۃِ اَیَّامُہٗ وَلَیَالِیْہِ فَخِرْلِیْ فِیْہِ خِیَرَۃً تَرُدُّ شُمُوْسَہٗ ذَلُوْلًا وَتَقْعَضُ اَیَّامُہٗ سُرُوْرًا اَللّٰھُمَّ اِمَّا اَمْرٌ فَاٰتَمِرُ وَاِمَّا نَھْیٌ فَانْتَھِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِرَحْمَتِکَ خِیَرَۃً فِیْ عَافِیَۃٍ۔

اس دُعا میں الامر الفلانی کی جگہ اپنے کام کا نام لے اور اس دُعا کے بعد تسبیح کے دانوں پر ہاتھ ڈالے جس قدر مٹھی میں آئیں ان کو دو دو کر کے شمار کرے تاکہ معلوم ہو کہ آخر میں ایک دانہ بچتا ہے یا نہیں اگر ایک باقی رہے تو وہ کام بہتر ہے ورنہ اس کام کو نہ کرے۔

۶۴

شیخ فاضل حسن بن محمد بن حسن قمی معاصر شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے تاریخ قم میں نقل کیا ہے کہ شیخ حسن بن مثلہ جمکرانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ماہِ مُبارک رمضان ۳۷۳ھ کا زمانہ اور رات کا وقت تھا میں سو رہا تھا کہ کچھ لوگوں نے دروازہ پر آکر مجھے جگایا اور آواز دی کہ اٹھو حضرت صاحب الزّماں علیہ السلام تم کو طلب فرماتے ہیں چنانچہ میں فوراً اٹھا اور جواب دیا کہ ابھی حاضر ہوتا ہوں کپڑے پہن لوں قمیض اٹھائی گھر میں سے آواز آئی کہ یہ تمہاری قمیض نہیں ہے میں نے دوسری پہنی پھر پاجامہ پہننا چاہا اس پر بھی آواز آئی کہ یہ تمہارا نہیں ہے اس کو بھی میں نے رکھ دیا اور دوسرا پہنا اس کے بعد دروازے کی کنجی تلاش کرنے لگا آواز آئی کہ دروازہ کھلا ہوا ہے بالآخر دروازے

پر پہنچا دیکھا کہ بہت سے بزرگ کھڑے ہوئے ہیں جن کو میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور مجھ کو وہاں تک لے کر آئے جہاں اب مسجد ہے اس جگہ ایک تخت نظر آیا جس پر نہایت عمدہ فرش بچھا ہوا ہے مسند تکیے لگے ہوئے ہیں اس پر قریب تیس سال کی عمر کے ایک جوان تشریف فرما ہیں ان کے سامنے ایک بوڑھے بیٹھے ہوئے ہیں جن کے ہاتھ میں کوئی کتاب ہے اور ان جوان کے سامنے پڑھ رہے ہیں گرداگرد ساٹھ سے زیادہ آدمی بعض سفید کپڑے اور بعض سبز کپڑے پہنے ہوئے نماز میں مشغول ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ جوان حضرت حجّت علیہ السّلام اور وہ بوڑھے حضرت خضر علیہ السلام ہیں جب میں قریب پہنچا تو حضرت خضرؑ نے مجھ کو بٹھایا اور حضرت حجّت علیہ السّلام نے میرا نام لے کر فرمایا کہ تم حسن مسلم کے پاس جاؤ اور کہو کہ تو چند سال سے اس زمین کو اپنے کام میں لا رہا ہے اور زراعت کرتا ہے جس کو ہم خراب کر دیتے ہیں مگر تو نہیں مانتا اور اس سال بھی ایسا ہی کرنا چاہتا ہے اب تجھ کو اس کی اجازت نہیں ہے اور جو کچھ اس زمین سے منفعت حاصل کی ہے وہ واپس دے تاکہ یہاں مسجد بنائی جائے اس سے یہ کہہ دینا کہ یہ زمین مقام شریف ہے اور خداوند عالم نے دوسری زمینوں سے اس کو خاص شرف بخشا ہے جس کو تو اپنی زمین میں ملا رہا ہے تیرے دو جوان بیٹے مر گئے اور تو متنبہ نہ ہوا اگر اب تو نہ مانا تو ایسا آزار پہنچے گا کہ خبر بھی نہ ہو گی حسن مثلہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا میرے واسطے کسی نشانی کی ضرورت ہے کیونکہ بغیر اس کے لوگ میری بات نہ سنیں گے فرمایا کہ ہم تمہارے قول کی تصدیق کے لئے یہاں علامت و نشان کئے دیتے ہیں تم پیغام رسانی کا کام کرو اور ابوالحسن کے پاس جاؤ اور کہو کہ وہ کھڑے ہوں اور حسن مسلم سے چند سالہ منافع وصول کر کے دوسروں کے حوالہ کر دیں تاکہ مسجد بننے لگے اور جو کمی رہے وہ مقام رہق جو ہماری ملکیت ہے اس کے غلّے وغیرہ کی آمدنی سے پوری کی جائے اس

موضع کا آدھا حصّہ ہم نے اس مسجد کے لیئے وقف کر دیا ہے سب لوگوں سے کہو
کہ اس جگہ کی طرف راغب ہوں اور اس کو عزیز رکھیں یہاں چار رکعت نماز پڑھیں
دو رکعت تحیۂ مسجد کی ہر رکعت میں ایک مرتبہ اَلْحَمْدُ کے بعد سات مرتبہ
قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اور رکوع و سجود میں سات دفعہ تسبیح اس کے بعد
دو رکعت نماز امام زمانؑ اس طرح پڑھیں کہ سورۂ الحمد شروع کر کے جب
اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تک پہنچیں تو سو مرتبہ اس آیت کا تکرار کریں
اس کے بعد اَلْحَمْدُ کو پورا کیا جائے اور اسی طرح دوسری رکعت میں اَلْحَمْدُ
کو پڑھیں ہر رکعت کے رکوع میں اور سجود میں سات سات مرتبہ تسبیح رہے
پھر نماز ختم کرنے کے بعد تہلیل یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ وَحْدَهٗ
کہیں اور تسبیح فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا پڑھیں اس سے فارغ ہو کر سجدے
میں جائیں اور سو دفعہ رسول و آل رسول صلوات اللہ علیہم پر صلوات بھیجیں"
اس کے بعد امام علیہ السلام کے الفاظ یہ تھے فَمَنْ صَلّٰهُمَا فَکَاَنَّمَا صَلّٰی فِی
الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ یعنی جو شخص ان دونوں نمازوں کو پڑھے تو ایسا ہے کہ جیسے
خانہ کعبہ میں نماز پڑھی" پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم جاؤ جب میں چل پڑا تو
واپس بلایا اور فرمایا کہ جعفر کاشانی چروا ہے کے گلہ میں ایک بکرا ہے اس
کو خرید لینا چاہیئے اگر بستی والے قیمت ادا کر دیں تو خیر ورنہ تم اپنے
پاس سے خرید کرنا اس کو اسی جگہ کل رات میں ذبح کیا جائے اور دن
میں ماہ مبارک رمضان کی اٹھارہ تاریخ ہو گی اس کا گوشت ان لوگوں کو
تقسیم کیا جائے جو بیمار ہیں خداوند عالم اس کے کھانے سے سب کو شفا عطا
فرمائے گا وہ بکرا چتلے رنگ کا بہت زیادہ بالوں والا ہے جس پہ درہم کی برابر سیاہ
و سفید سات نشان ہیں تین ایک طرف ہیں اور چار دوسری جانب ہیں حسن بن
مثلہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے گھر آیا رات بھر متفکر رہا یہاں تک کہ
صبح ہو گئی نماز سے فارغ ہو کر علی بن منذر کے یہاں پہنچا سارا واقعہ

بیان کیا پھر میں اور وہ دونوں اسی جگہ آئے اور امام علیہ السّلام کے فرمانے کی
بنا پر زمین پر ایک علامت زنجیریں اور میخیں دیکھیں وہاں سے ہم سید ابو الحسن
کے مکان کی طرف آئے جب دروازے کے قریب پہنچے تو ان کے خادم اور
غلام کہنے لگے کہ وہ تو سحر کے وقت سے تمہارے منتظر ہیں کیا تم جمکران کے
رہنے والے ہو میں نے کہا ہاں تب ان کو اطلاع دی گئی میں اندر داخل
ہوا اور ادب کے ساتھ ان کو سلام کیا انہوں نے بھی باعزّت جواب
دے کر بڑی مہربانی سے اپنے پاس بیٹھایا اور قبل اس کے کہ میں کچھ بیان
کروں کہنے لگے اے حسن بن مثلہ میں نے رات ایک صاحب کو خواب میں دیکھا
جنہوں نے یہ فرمایا کہ جمکران کا رہنے والا ایک شخص جس کا نام حسن بن مثلہ ہے
صبح کو تمہارے پاس آئے گا جو کچھ وہ کہے اس کی تصدیق کرنا اس کے بیان
پر اعتماد رکھنا اس کا قول ہمارا قول ہے ایسا نہ ہو کہ تم اس کی تردید کرو جب
سے یہ خواب دیکھ کر اٹھا ہوں تمہارا انتظار کر رہا ہوں اس کے بعد میں نے
مفصل واقعہ بیان کیا جس کو سن کر ابو الحسن نے گھوڑوں کی تیاری کا حکم دیا اور
ہم سب سوار ہو کر روانہ ہو گئے جب موضع جمکران کے قریب پہنچے تو جعفر کو
مع بکروں کے گلہ کے راستے کے کنارے پر دیکھا میں اس طرف بڑھا تو
بکرا جو سب سے پیچھے تھا دوڑتا ہوا میرے پاس آگیا میں نے جعفر کو قیمت
دینی چاہی مگر اس نے قسم کھا کر کہا کہ یہ بکرا میرے گلہ کا نہیں ہے میں نے
آج کے سوا اس کو کبھی نہیں دیکھا تھا اور دیکھنے کے بعد میں نے ہر چند
اس کو پکڑنا چاہا لیکن نہ پکڑ سکا۔ غرضکہ وہ بکرا ہم اسی مقام پر لے آئے اور
حضرت کے حسب ہدایت ذبح کیا گیا سید ابو الحسن نے حسن مسلم کو طلب کیا اس
سے وہ رقم وصول کی گئی موضع رہق کے غلّات بھی لئے گئے اور مسجد کی چھت
پڑ کر تیار ہو گئی سید ابو الحسن وہ زنجیریں میخیں اپنے ساتھ قم کو لے گئے جو
ان کے مکان میں رکھی گئیں بیمار لوگ آتے اور اپنے بدن پر ان زنجیروں کو

ملتے اور بحکم خداوند عالم شفا پاتے اور خوش ہو ہو کر جاتے تھے کہا جاتا ہے کہ سیّد ابوالحسن کے انتقال کے بعد ان کا لڑکا بیمار ہوا تو وہ صندوق کھولا جس میں یہ زنجیریں میخیں رکھی رہتی تھیں مگر نہ پائی گئیں۔

جمکران ایک بستی ہے جہاں یہ مسجد ہے اور شہر قم سے تقریباً ایک فرسخ پر واقع ہے رہق مشہور قریہ ہے جو اگرچہ کاشان سے بہت نزدیک ہے لیکن اس کا شمار قم کے علاقہ میں ہوتا ہے اور قریب قریب دس فرسخ کی مسافت پر ہے۔

مذکورہ بالا دو رکعت نماز جو حضرت سے منسوب ہے مشہور نمازوں میں سے ہے اور حاجت کے وقت پڑھنے کے لئے بعض روایت میں دُعا وغیرہ کا اضافہ ہے شیخ طبرسی علیہ الرحمۃ نے کتاب کنوز النجاح میں یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ ناحیۂ مقدسہ سے حضرت حجت علیہ السّلام کا فرمان صادر ہوا تھا کہ جس کسی کو کوئی حاجت پیش آئے تو شب جمعہ کو آدھی رات کے بعد غسل کرے اور جائے نماز پر جاکر اس طرح دو رکعت نماز پڑھے کہ سورۂ اَلْحَمْدُ کو شروع کرکے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تک پہنچے تو اس آیت کو سو مرتبہ پڑھ کر اَلْحَمْدُ کو پورا کرے اس کے بعد ایک مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھے اور رکوع میں سات مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اور دونوں سجدوں میں سات مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ کہے اور اسی طرح دُوسری رکعت بجا لائے اور نماز ختم کرکے یہ دُعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَطَعْتُکَ فَا[لْحَمْدُ] لَکَ وَاِنْ عَصَیْتُکَ فَالْحُجَّۃُ لَکَ مِنْکَ الرَّوْحُ وَمِنْکَ الْفَرَجُ سُبْحَانَ مَنْ اَنْعَمَ وَشَکَرَ سُبْحَانَ مَنْ قَدَّرَ وَغَفَرَ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتُ عَصَیْتُکَ فَاِنِّیْ قَدْ اَطَعْتُکَ فِیْ اَحَبِّ الْاَشْیَاءِ اِلَیْکَ وَھُوَ الْاِیْمَانُ بِکَ [لَمْ اَ]تَّخِذْ لَکَ وَلَدًا وَلَمْ اَدْعُ لَکَ شَرِیْکًا مَنًّا مِنْکَ بِہٖ عَلَیَّ لَا مَنًّا مِنِّیْ بِہٖ عَلَیْکَ وَقَدْ عَصَیْتُکَ یَا اِلٰھِیْ عَلٰی غَیْرِ وَجْہِ الْمُکَابَرَۃِ وَالْخُرُوْجِ

عَنْ عُبُوْدِيَّتِكَ وَلَا الْجُحُوْدُ لِرُبُوْبِيَّتِكَ وَلٰكِنْ اَطَعْتُ هَوَایَ وَاَزَلَّنِیَ الشَّيْطَانُ فَلَكَ الْحُجَّةُ عَلَیَّ وَالْبَيَانُ فَاِنْ تُعَذِّبْنِیْ فَبِذُنُوْبِیْ غَيْرَ ظَالِمٍ لِیْ وَاِنْ تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْ فَاِنَّكَ جَوَادٌ كَرِيْمٌ ٥

اس کے بعد بقدر سانس کے یَا كَرِيْمُ يَا كَرِيْمُ کہے پھر اس طرح دُعا کرے يَا اٰمِنًا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّكُلُّ شَیْءٍ مِنْكَ خَائِفٌ حَذِرٌ اَسْئَلُكَ بِاَمْنِكَ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّخَوْفِ كُلِّ شَیْءٍ مِنْكَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْ تُعْطِيَنِیْ اَمَانًا لِنَفْسِیْ وَاَهْلِیْ وَوُلْدِیْ وَسَائِرَ مَا اَنْعَمْتَ بِهٖ عَلَیَّ حَتّٰی لَا اَخَافُ وَلَا اَحْذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَبَدًا اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ يَا كَافِیَ اِبْرَاهِيْمَ نَمْرُوْدَ وَيَا كَافِیَ مُوْسٰی فِرْعَوْنَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْ تَكْفِيَنِیْ شَرَّ ۔

فلاں بن فلاں یہاں اس کا اور اس کے باپ کا نام لے جس کے ضرر کا خوف ہو اور خداوند عالم سے دعا کرے کہ اس کا ضرر دفع فرمائے یقیناً وہ کفایت فرمائے گا پھر سجدے میں جائے اور تضرع و زاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اپنی حاجت کا سوال کرے پس جو کوئی مومن مرد اور مومنہ عورت اخلاص سے اس نماز کو اور اس دعا کو پڑھے اس کی حاجت روائی کے لئے آسمان کے دروازے کھل جائیں گے دعا مستجاب ہو گی اور ہم پر اور لوگوں پر خداوند عالم کا جو فضل و کرم و انعام ہے اس کی وجہ سے ہر طرح کی حاجت کو وہ اسی وقت پورا فرمائے گا اس نماز حاجت میں بھی نماز و دُعا کے بعد تہلیل و تسبیح جناب سیدہ اور سجدے میں سو مرتبہ درود پڑھنا جیسا کہ حکایت ہذا میں بیان ہوا ہے بہت مناسب ہے یہاں بھی ان چیزوں کا

اضافہ باعث برکت اور موجب اجر و ثواب ہوگا۔

۶۵

عالم متبحر شیخ ابراہیم کفعمی نے کتاب بلدالامین میں لکھا ہے کہ یہ دُعا حضرت حجّت علیہ السّلام سے منقول ہے جو شخص اس کو ایک نئے برتن پر خاک شفا سے لکھے اور دھو کر پیئے تو اپنے مرض سے شفا پائے گا۔ ایک بیمار مجاورِ کربلائے معلّٰی نے حضرت کو خواب میں دیکھا اور اپنی بیماری کی شکایت کی جس پر حضرت نے اس دعا کو لکھنے اور اس کو دھو کر پینے کا حکم فرمایا چنانچہ اس نے تعمیل کی اور اسی وقت تندرست ہوگیا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ دَوَاءٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ شِفَاءٌ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کِفَاءٌ ھُوَالشَّافِیْ شِفَاءٌ وَھُوَالْکَافِیْ کِفَاءٌ اَذْھِبِ الْبَاْسَ بِرَبِّ النَّاسِ شِفَاءً لَا یُغَادِرُہٗ سُقْمٌ وَّصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ النُّجَبَاءِ۔

۶۶

عالم جلیل سیّد علی خان مدنی شیرازی صاحب شرح صحیفہ نے کتاب الکلم الطیّب والغیث الصیّب میں بیان کیا ہے کہ میں نے بعض اجلّاء سادات وصلحاء ثقات کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ واقعہ دیکھا ہے کہ ماہ رجب ۱۰۹۳ھ میں برادر دینی عالم عامل جامع کمالات انسیّہ وصفات قدسیّہ امیر اسمٰعیل بن حسین بیگ بن علی بن سلیمان جابری انصاری سے میں نے سُنا کہ شیخ صالح متقی حاجی علیا مکی نے بیان کیا کہ میں تنگی وسختی اور دشمنوں سے جھگڑوں میں ایسا مبتلا ہوا کہ جان سے مارے جانے کا خوف تھا جو میں نے ایک دُعا لکھی ہوئی اپنی جیب میں رکھی دیکھی بغیر اس کے کہ کسی نے مجھے دی ہو جس سے مجھ کو بہت تعجّب ہوا اور متحیّر تھا اسی حیرت میں یہ خواب دیکھا کہ ایک صاحب جو صالحین زاہدین کے لباس میں ہیں کہہ رہے ہیں کہ ہم نے فلاں دُعا تمہیں دی ہے اس کو پڑھو شدّت سے نجات مل جائے

گی مگر یہ بات نہ کھلی کہ وہ کہنے والے کون ہیں پھر دوسری مرتبہ حضرت حجت علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ اس دعا کو پڑھو جو ہم نے دی تھی اور جس کو چاہو تعلیم کرو چنانچہ میں نے چند دفعہ پڑھا اور بہت جلد کشائش دیکھی لیکن کچھ دنوں بعد وہ دعا میرے پاس سے گم ہو گئی اور ایک زمانہ تک اس کے ضائع ہو جانے پر افسوس کرتا رہا کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ یہ دعا فلاں جگہ پر تم سے گر گئی تھی حالانکہ مجھے یہ یاد نہ آیا کہ کسی وقت اس مقام پر گیا ہوں میں نے دعا کو لے لیا اور سجدہ شکر ادا کیا۔ وہ دعا یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ رَبِّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مَدَدًا رُوْحَانِيًّا تَقْوٰی بِهٖ الْقُوَی الْكُلِّيَّةُ وَالْجُزْئِيَّةُ حَتّٰی اَقْهَرَ بِمَبَادِیْ نَفْسِیْ كُلَّ نَفْسٍ قَاهِرَةٍ فَتَنْقَبِضَ لِیْ اِشَارَةُ رَقَائِقِهَا اِنْقِبَاضًا تَسْقُطُ بِهٖ قُوَاهَا حَتّٰی لَا يَبْقٰی فِی الْكَوْنِ ذُوْ رُوْحٍ اِلَّا وَنَارُ قَهْرِیْ قَدْ اَحْرَقَتْ ظُهُوْرَهٗ يَا شَدِيْدُ يَا شَدِيْدُ يَا ذَا الْبَطْشِ الشَّدِيْدِ يَا قَهَّارُ اَسْئَلُكَ بِمَا اَوْدَعْتَهٗ عِزْرَائِيْلَ مِنْ اَسْمَائِكَ الْقَهْرِيَّةِ فَانْفَعَلَتْ لَهُ النُّفُوْسُ بِالْقَهْرِ اَنْ تُوْدِعَنِیْ هٰذَا السِّرَّ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ حَتّٰی اُلَيِّنَ بِهٖ كُلَّ صَعْبٍ وَاُذَلِّلَ بِهٖ كُلَّ مَنِيْعٍ بِقُوَّتِكَ يَا ذَا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ۔

اس کو تین مرتبہ سحر کے وقت پڑھے اگر ہو سکے اور تین مرتبہ صبح کو اور تین مرتبہ شام کو لیکن اگر وہ کام سخت ہو جائے تو اس کے پڑھنے کے بعد تین مرتبہ کہے یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَسْئَلُكَ اللُّطْفَ بِمَا جَرَتْ بِهِ الْمَقَادِيْرُ۔

۶۷

صاحب تفسیر مجمع البیان شیخ جلیل امین الاسلام فضل بن حسن طبرسی نے

کتاب کنوز النجاح میں نقل فرمایا ہے کہ یہ دعا صاحب الزّمان علیہ السّلام نے ابوالحسن محمد بن ابو اللیث رحمتہ اللہ علیہ کو تعلیم فرمائی جنہوں نے جان کے خوف سے مقابر قریش بغداد میں پناہ لی تھی اور اس دعا کی برکت سے وہ مارے جانے سے بچ گئے حضرت نے فرمایا تھا کہ اس طرح دُعا کرو

اَللّٰھُمَّ عَظُمَ الْبَلَاءُ وَبَرِحَ الْخَفَاءُ وَانْقَطَعَ الرَّجَاءُ وَانْکَشَفَ الْغِطَاءُ وَضَاقَتِ الْاَرْضُ وَمُنِعَتِ السَّمَاءُ وَاِلَیْکَ یَارَبِّ الْمُشْتَکیٰ وَعَلَیْکَ الْمُعَوَّلُ فِی الشِّدَّةِ وَالرَّجَاءِ اَللّٰھُمَّ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اُولِی الْاَمْرِ الَّذِیْنَ فَرَضْتَ عَلَیْنَا طَاعَتَھُمْ فَعَرَّفْتَنَا بِذٰلِکَ مَنْزِلَتَھُمْ فَفَرِّجْ عَنَّا بِحَقِّھِمْ فَرَجًا عَاجِلًا قَرِیْبًا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ یَا مُحَمَّدُ یَا عَلِیُّ اِکْفِیَانِیْ فَاِنَّکُمَا کَافِیَایَ وَانْصُرَانِیْ فَاِنَّکُمَا نَاصِرَایَ وَیَا مَوْلَایَ یَا صَاحِبَ الزَّمَانِ اَلْغَوْثَ اَلْغَوْثَ اَدْرِکْنِیْ اَدْرِکْنِیْ اَدْرِکْنِیْ۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت نے یا صاحب الزّمان کہتے وقت اپنے سینہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا جس سے بظاہر یہ مراد ہے کہ ان الفاظ کے ادا کرتے وقت حضرت کا قصد ہونا چاہیئے۔

۶۸

جناب سیّد جلیل رضی الدین علی بن طاؤس علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب فَرَجُ الہموم فی معرفتہ نہج الحلال والحرام من النجوم میں ابوالحسن بن ابی البغل کا یہ بیان نقل فرمایا ہے کہ ایک زمانہ میں میرے اور ابو منصور بن صالحان کے درمیان کچھ ایسے واقعات پیش آئے جن کی وجہ سے مجھ کو پوشیدہ ہونا پڑا اور دعا و سوال کے لئے مرقد منوّر کاظمین میں حاضر ہوا شب جمعہ

تھی اور میرا یہ ارادہ تھا کہ رات یہیں بسر کروں جس کے لیے میں نے وہاں کے منتظم ابو جعفر سے یہ خواہش کی کہ روضۂ مبارکہ کے دروازے بند کر کے میرے واسطے تنہائی میں دُعا کرنے کا انتظام کر دیں تاکہ ان لوگوں میں سے کوئی نہ آنے پائے جن سے مجھ کو اپنی جان کا ڈر ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا بارش زور کی ہو رہی تھی جس سے زائرین کی آمد و رفت بھی بند ہو گئی آدھی رات ہو چکی تھی اور میں نماز و زیارت و دُعا میں مشغول تھا کہ ضریح مبارک کی طرف سے میں نے کچھ آواز سُنی اور دیکھا کہ ایک صاحب زیارت پڑھ رہے ہیں انہوں نے انبیاء الوالعزم و حضرات آئمہ علیہم السلام پر نام بنام سلام کیا لیکن بارھویں امام علیہ السلام کا نام نہ لیا جس سے مجھ کو تعجّب ہوا اور خیال کیا کہ یا تو یہ صاحب پڑھتے پڑھتے بھول گئے یا حضرت سے ناآشنا ہیں یا ان کا مذہب ہی یہ ہے جب وہ زیارات اور نمازوں سے فارغ ہو گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ پورے جوان ہیں سفید لباس پہنے سر پر عمامہ اور تحت الحنک دوش پر ردا پڑی ہوئی یہ دیکھ کر میں کچھ خائف بھی ہوا جو انہوں نے فرمایا کہ اے ابوالحسن بن ابی البغل تم دُعا فرج سے کیوں دُور ہو میں نے عرض کیا یا سیّدی وہ کونسی دعا ہے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اس طرح کہو یَا مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَسَتَرَ الْقَبِيْحَ يَا مَنْ لَمْ يُؤَاخِذْ بِالْجَرِيْرَةِ وَلَمْ يَهْتِكِ السِّتْرَ يَا عَظِيْمَ الْمَنِّ يَا كَرِيْمَ الصَّفْحِ يَا حَسَنَ التَّجَاوُزِ يَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ يَا بَاسِطَ الْيَدَيْنِ بِالرَّحْمَةِ يَا مُنْتَهٰى كُلِّ نَجْوٰى يَا غَايَةَ كُلِّ شَكْوٰى يَا عَوْنَ كُلِّ مُسْتَعِيْنٍ يَا مُبْتَدِءً بِالنِّعَمِ قَبْلَ اسْتِحْقَاقِهَا يَا رَبَّاهُ يَا رَبَّاهُ يَا رَبَّاهُ يَا رَبَّاهُ يَا رَبَّاهُ يَا رَبَّاهُ يَا رَبَّاهُ يَا رَبَّاهُ يَا رَبَّاهُ يَا رَبَّاهُ
يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ

يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ يَا مُنْتَهٰى رَغْبَتَاهُ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ وَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اِلَّا مَا كَشَفْتَ كَرْبِيْ وَنَفَّسْتَ هَمِّيْ وَفَرَّجْتَ غَمِّيْ وَاَصْلَحْتَ حَالِيْ -

اس کے بعد اپنی حاجت کے لئے دعا کرو اور اس وقت اپنا داہنا رخسار زمین پر رکھ کر سجدے میں سو مرتبہ کہو یَا مُحَمَّدُ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَا مُحَمَّدُ اِکْفِیَانِیْ فَاِنَّکُمَا کَافِیَایَ وَانْصُرَانِیْ فَاِنَّکُمَا نَاصِرَایَ - پھر بایاں رخسار رکھ کر سو مرتبہ کہو اَدْرِکْنِیْ اَدْرِکْنِیْ اور اس کے بعد اَلْغَوْثَ اَلْغَوْثَ اَلْغَوْثَ اتنی دفعہ کہ سانس قطع ہو جائے خداوند عالم اپنے کرم سے تمہاری حاجت پوری فرمائے گا انشاء اللہ تعالےٰ" ابوالحسین کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں اس نماز و دعا میں مشغول ہو گیا اور وہ صاحب چلے گئے جب فارغ ہوا تو باہر نکل آیا تاکہ ابوجعفر سے دریافت کروں کہ یہ کون صاحب تھے اور کس طرح اندر داخل ہوئے سب دروازے بند دیکھ کر میں متعجب تھا مگر یہ خیال کیا کہ شاید آنے جانے کا کوئی اور راستہ بھی ہو جو میرے علم میں نہیں ہے جب میں نے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ دروازے اوّل ہی سے اسی طرح بند ہیں جس طرح تم دیکھتے ہو اور میں نے کسی کے لئے دروازہ نہیں کھولا تب میں نے واقعے کی صورت بتائی جس کو سن کر وہ کہنے لگے کہ یہ ہمارے مولا امام زماں علیہ السّلام ہیں جن کی زیارت مجھ کو ایسی شبوں میں روضۂ مبارکہ کے خالی ہونے کے وقت اکثر ہوتی رہی ہے پس ان کے اس بیان سے حضرت کی نعمت زیارت کے فوت ہونے پر میں بہت متاسف ہوا اور صبح کو اسی موضع کی طرف چلا گیا جہاں چھپا ہوا تھا اسی روز ابن صالحان کے آدمی ملاقات کے لئے میری تلاش میں وہاں پہنچے جن سے میرے بعض دوستوں نے بات چیت کی ان کے پاس حاکم کی طرف سے میرے

تحفظ و امان کی تحریر بھی تھی اور خود اس کے ہاتھ کا ایک رقعہ بھی تھا جس میں ہر طرح مجھ کو اطمینان دلایا گیا تھا بالآخر میں چلا گیا جب پہنچا تو خلافِ معمول اس نے اٹھ کر مجھ کو سینہ سے چمٹا لیا اور کہا کہ تم نے یہ نوبت پہنچائی کہ حضرت صاحب الزماں علیہ السلام سے بھی میری شکایت کی ہے میں نے شب جمعہ حضرتؑ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو تمہارے ساتھ حسن سلوک کا حکم ایسی سختی کے ساتھ فرما رہے ہیں جس سے میں ڈر گیا، اس کے اس بیان کے بعد میں نے بھی حضرتؑ کی زیارت کا پورا واقعہ بیان کیا جس کو سُن کر وہ بہت متعجّب ہوا اور میرے ساتھ نہایت نیکی سے پیش آنے لگا اور مولا کی برکت سے وہ برکات حاصل ہوئے جن کا کبھی خیال بھی نہ ہوتا تھا۔"

۶۹

ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے کتاب مہج الدعوات میں یہ روایت نقل فرمائی ہے محمد بن علی علوی حسینی ساکن مصر کہتے ہیں کہ والی مصر کی طرف سے میں ایک ایسے امر عظیم میں مبتلا ہوا جس کی بنا پر مجھ کو جان کے خوف سے بھاگنا پڑا اول بقصد حج حجاز آیا وہاں سے عراق گیا تاکہ روضۂ مُبارکہ جناب سید الشہدا میں پناہ لوں پندرہ روز کربلائے معلّٰی رہا رات دن . . . تضرع و رازی میں گزارے اور حضرت صاحب العصر علیہ السّلام کی زیارت سے خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں مشرف ہوا حضرت نے فرمایا کہ حسین علیہ السّلام تم سے فرماتے ہیں کہ بیٹا تم اس سے ڈر گئے میں نے عرض کیا وہ میرے ہلاک کرنے پر آمادہ تھا جس کی شکایت اپنے مولا کی بارگاہ میں لے کر آیا ہوں حضرت نے فرمایا کہ تم وہ دعائیں کیوں نہیں پڑھتے جن کو پیغمبران گزشتہ پڑھتے رہے ہیں اور خداوند عالم نے ان سے بلاؤں کو دفع فرمایا ہے میں نے عرض کیا کہ کیا پڑھوں فرمایا کہ شب جمعہ غسل کرکے نماز شب پڑھو جب سجدہ شکر کر چکو تو اس طرح بیٹھ کر کہ زانو زمین سے لگے ہوئے ہوں یہ دُعا پڑھو جو حضرت نے ذکر فرمائی اور پانچ شبوں میں ایسا ہی ہوتا رہا کہ حضرت تشریف لاتے اور وہ دُعا تعلیم فرماتے یہاں تک کہ مجھے خوب اچھی طرح

یاد ہوگئی تب میں نے شب جمعہ کو غسل کرکے کپڑے بدلے عطر لگایا نماز پڑھی سجدہ شکر بجالایا اور اس دعا کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں دُعا کی جس کے بعد شنبہ کی رات کو پھر حضرت تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ اے محمدؐ تمہاری دُعا قبول ہوگئی اور دُعا سے تمہارے فارغ ہونے کے بعد تمہارا دشمن مارا گیا" یہ خوشخبری سُن کر صبح کو میں مصر کی طرف روانہ ہوا راستہ میں اپنے ایک ہمسایہ مردِ مومن سے ملاقات ہوئی اور معلوم ہوا کہ شب جمعہ ہی میں اس کا سر کاٹا گیا اور وہی صورت ہوئی جو مولانے فرمائی تھی۔

یہ دُعا وہ ہے جو دُعاء علوی مصری کے نام سے مشہور ہے اور کتاب مذکور میں موجود ہے اس کا عنوان یہ ہے رَبِّ مَنْ ذَا الَّذِیْ دَعَاکَ فَلَمْ تُجِبْهُ وَمَنْ ذَا الَّذِیْ اَسْئَلَکَ فَلَمْ تُعْطِہٖ ۔

۷۰

ابن طاؤس علیہ الرحمتہ نے مہج الدعوات کے آخر میں دُعاء عبرات کے متعلق فرمایا ہے کہ میرے برادر دوست سید سعید رضی الدین محمدؐ بن محمدؐ قاضی آوی نے عجیب وغریب واقعہ نقل کیا کہ وہ ایک مصیبت میں گرفتار ہوگئے تھے اس زمانہ میں انہوں نے اپنی کتاب میں چند ورق رکھے ہوئے دیکھے جن پر یہ دُعا لکھی ہوئی تھی جب اس کو نقل کیا تو اصل غایب ہوگئی" اس کی تفصیل نجم ثاقب میں اس طرح ہے کہ انہوں نے حضرت حجتؑ علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا اور رو رو کر عرض کیا کہ مولا ان ظالموں کے ظلم سے میری خلاصی کے لئے شفاعت فرمادیجئے حضرتؑ نے فرمایا کہ دعا عبرات پڑھو عرض کیا یہ کون سی دُعا ہے فرمایا کہ تمہاری مصباح میں ہے پھر عرض کیا کہ اس میں تو نہیں ہے فرمایا دیکھو اسی میں مل جائے گی جب خواب سے بیدار ہوئے تو نماز صبح پڑھی اور مصباح کو کھولا دیکھا کہ اوراق کے درمیان میں کچھ ورق رکھے ہیں جن پر یہ دُعا لکھی ہے انہوں نے اس کو چالیس مرتبہ پڑھا نتیجہ یہ ہوا کہ جس حاکم کے یہ قیدی تھے اس کی معتمد بیوی نے امیرالمومنین علیہ السّلام

کو یہ فرماتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ تیرے شوہر نے میرے فرزند کو گرفتار کر کے کھانا پینا اس پر تنگ کر رکھا ہے کہہ دے کہ اگر رہا نہ کیا تو سارا گھر ویران کر دیا جائے گا اس کے بعد محمد آوی عزّت کے ساتھ چھوڑ دیئے گئے۔

دعاء عبرات ان الفاظ سے شروع ہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ يَارَاحِمَ الْعِبْرَاتِ وَيَا كَاشِفَ الْكُرُبَاتِ۔

۱۷

صاحب نجم ثاقب علامہ نوری طبرسی علیہ الرحمۃ نے طول عمر کی بحث میں یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی شعرانی کتاب لواقح الانوار میں لکھتے ہیں کہ شیخ صالح عابد زاہد شیخ حسن عراقی سے ایک دفعہ ابوالعباس حریثی اور میں ملے تو انہوں نے کہا کہ میں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جس سے جوانی سے لے کر اب تک کی میری حالت تم سمجھ لوگے میں عنفوان شباب میں مشغول معصیت رہا کرتا تھا ایک روز جامع بنی امیّہ کی طرف چلا گیا دیکھا کہ ایک شخص کرسی پر بیٹھے ہوئے امام مہدی علیہ السلام اور ان کے خروج کے حالات بیان کر رہے ہیں جن کو سن کر میرا دل بہت خوش ہوا اور حضرت کی محبّت میں سال بھر برابر یہ دعا کرتا رہا کہ خداوند عالم مجھ کو ملاقات کا موقع عطا فرمائے ایک روز بعد مغرب مسجد میں تھا جو دیکھا کہ ایک صاحب جبّہ پہنے عجمی عمامہ باندھے ہوئے تشریف لائے اور میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ہم سے ملنے کی تمہیں کیا حاجت درپیش ہے میں نے کہا آپ کون ہیں فرمایا میں مہدیؑ ہوں یہ سنتے ہی میں نے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور عرض کیا کہ حضرت میرے یہاں تشریف لے چلیں فرمایا اچھا مگر مکان خالی ہو کہ وہاں کوئی اور نہ آنے پائے چنانچہ میں نے انتظام کر دیا اور حضرت نے قیام فرما کر کچھ اذکار تعلیم فرمائے اور حکم دیا کہ ایک روز روزہ رکھو دوسرے دن افطار رہے ہر شب پانچ سو رکعت نماز پڑھو اور سونے

کے لئے نہ لیٹو جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو جائے پس جب حضرت جانے لگے تو فرمایا کہ اے حسن اب تم کسی کی نہ سننا جو کچھ تم نے حاصل کیا یہ تمہارے لئے کافی ہے اور کہیں سے تمہیں اتنا نہ ملے گا لہٰذا بے فائدہ کسی کا احسان اپنے اوپر مت لینا میں نے عرض کیا کہ بسر و چشم تعمیل کروں گا اس کے بعد حضرت کو رخصت کرنے کے لئے میں باہر چلا مگر دروازے پر پہنچ کر فرمایا کہ بس یہیں سے" اور تشریف لے گئے اب اس واقعہ کو سو برس ہوگئے ہیں اس وقت حضرت نے اپنی عمر چھ سو بیس سال کی فرمائی تھی۔

شیخ حسن عراقی کا شمار معمرین علماء اہلسنّت میں ہوتا ہے ان کا یہ واقعہ صاحب لواقح کا بیان ہے جو گروہ اہلسنّت کے بہت بڑے عالم و مشہور عارف ہیں اور بہت سی کتابیں ان کی مصنّفہ ہیں۔

واقعات سوالات وجوابات

۷۲

قصص العلماء میں ہے کہ ایک مرتبہ شب جمعہ کو علامّہ حلی علیہ الرحمۃ جن کا پہلے واقعہ ۲۹ میں ذکر ہو چکا ہے سوار ہو کر کربلائے معلّٰے تنہا جا رہے تھے کہ راستہ میں کسی مقام پر ایک صاحب کا ساتھ ہوگیا جو باتیں کرتے ہوئے پیدل چلتے رہے اور چلتے چلتے کچھ علمی مسائل پر گفتگو ہونے لگی جس سے علاّمہ کو اندازہ ہوا کہ یہ تو بڑے صاحب علم ہیں تب علاّمہ نے اپنے بعض مشکل مسئلوں کو ان سے حل کیا یہاں تک کہ کسی مسئلہ میں انہوں نے علاّمہ کی رائے کے خلاف اپنا فتوےٰ بیان کیا جس سے علاّمہ نے انکار کیا اور کہا کہ اس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی ان صاحب نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے اس کے متعلق ایک حدیث کتاب تہذیب میں شیخ طوسی نے بیان کی ہے جو فلاں صفحہ پر فلاں سطر میں ہے

یہ جواب سُن کر علاّمہ بہت متحیّر ہوئے اور یہ بھی دریافت کیا کہ اس زمانہ میں حضرت حجّت علیہ السّلام کی زیارت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں مگر یہ کہتے کہتے ہاتھ سے تازیانہ گر گیا جس کو انہیں صاحب نے جھک کر اٹھایا اور علاّمہ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ کیوں نہیں دیکھ سکتے حالانکہ ان کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے یہ سن کر علاّمہ ایسے بیقرار ہوئے کہ بے اختیار اپنے کو سواری سے گرا دیا تاکہ حضرت کے پائے مبارک کو بوسہ دیں لیکن غش آگیا جب ہوش ہوا تو حضرت غائب ہو چکے تھے پھر کربلائے معلّٰے سے واپس ہو کر کتاب تہذیب کو دیکھا تو وہ حدیث جس کا حوالہ دیا گیا تھا اسی صفحہ و سطر پر موجود تھی پس علاّمہ نے اپنے ہاتھ سے حاشیہ پر لکھ دیا کہ یہ وہ حدیث ہے جس کی خبر حضرت صاحب الامر علیہ السّلام نے دی ہے اور اس کے صفحہ و سطر کو بتایا ہے۔

۷۳

صاحب کتاب دُرِّ منثور آقا شیخ علی نے اپنے والد ماجد آقا شیخ محمدؐ شارح استبصار وغیرہ فرزند صاحب معالم کے حالات میں لکھا ہے جو بڑے مقدس جلیل القدر بزرگ تھے اور جن کا قیام مکّہ معظمہ میں رہا ۱۰۳۰ھ میں وہیں رحلت فرمائی اور قریب مزار حضرت خدیجہ کبرٰے دفن ہیں مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے پاس سے رات بھر تلاوت قرآن کی آوازیں آتی رہتی تھیں۔ ان کے مقامات عالیہ میں سے یہ واقعہ مشہور ہے کہ وہ طواف کر رہے تھے کہ ایک صاحب نے ان کو جاڑوں کے زمانہ کا وہ پھول دیا جس کا موسم نہ تھا اور نہ ان اطراف میں ہوتا ہے انہوں نے سوال کیا کہ آپ یہ کہاں سے لائے جواب میں فرمایا کہ خرابات سے پھر فوراً ان پر نگاہ کرنی چاہی تو نظر نہ آئے۔

اسی کی مثل علاّمہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار الانوار میں آقا میرزا محمد استرآبادی صاحب رجال کبیرہ وغیرہ کے متعلق نقل فرمایا ہے جن کا

انتقال ۱۰۲۸ھ میں ہوا یہ بزرگ بھی مجاور مکّہ معظمہ تھے ہو سکتا ہے دونوں حضرات کا ہمنام ہونا ہمعصر ہونا ایک شہر میں رہنا راوی کے لئے باعث اشتباہ ہوا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں صاحبان کو یہ شرف حاصل ہوا ہو اس واقعہ میں خرابات سے مقصود بظاہر مغربی جزیروں میں کا ایک جزیرہ ہے جو اس نام سے موسوم رہا ہے اس واقعہ میں اگرچہ حضرت حجت علیہ السلام کا ذکر صاف صاف نہیں ہے لیکن یہ واضح ہے کہ ایسی صورت خود حضرتؑ یا حضرت کے متعلقین ہی سے متعلق ہو سکتی ہے۔

۷۴

عالم ربّانی اخوند ملّا محمد تقی مجلسی اوّل علیہ الرحمۃ نے جن کا پہلے واقعہ ۲۱ میں تذکرہ ہو چکا ہے شرح من لایحضرہ الفقیہ کی جلد چہارم میں بیان فرمایا ہے کہ میں اوائل بلوغ میں رضاء خداوندی کا طالب اور اذکار الٰہیہ میں ایسا مشغول رہا کرتا تھا کہ قرار نہ تھا یہاں تک کہ میں نے بیداری وخواب کی درمیانی حالت میں اصفہان کی جامع مسجد قدیم میں حضرت حجّت علیہ السّلام کو تشریف فرما دیکھا سلام عرض کیا اور پائے اقدس کو بوسہ دینا چاہا لیکن حضرت نے روک لیا تب میں نے دست مبارک کو چُوما اور چند مسئلے دریافت کئے جو میرے لئے مشکل ہو رہے تھے جن میں سے ایک یہ کہ اپنی نماز کے متعلق وسوسے میں رہتا ہوں کہ جیسی چاہیئے ویسی نہیں ہوتی اس کی وجہ سے قضا میں مصروف رہا کرتا ہوں اور یہ کہ مجھ کو نماز شب میسّر نہیں ہوتی جس کے بارے میں شیخ بہائی سے میں نے سوال کیا تھا تو انہوں نے یہ حکم دیا کہ نماز شب کے قصد سے ظہر وعصر ومغرب پڑھ لیا کرو چنانچہ میں یہی کرتا رہا پھر کیا نماز شب پڑھوں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ نماز شب پڑھو اور اسی طرح مصنوعی نماز بجا نہ لاؤ جیسی پڑھتے ہو اس کے علاوہ کچھ دوسرے مسائل بھی پیش کئے جو یاد نہیں رہے اور یہ بھی عرض کیا کہ مولا حضرت کی خدمت میں مجھے حاضری کا موقع نہیں مل سکتا لہٰذا کوئی ایسی کتاب عطا فرما دیجئے جس پر ہمیشہ

عمل کرتا رہوں فرمایا کہ تمہارے لئے ہم نے ایک کتاب مولانا محمد تاج کو دے دی ہے ان کے پاس جاکر لے لو پس میں اس حکم پر مسجد کے اس دروازے سے نکل کر جو حضرت کے مقابل تھا محلّہ دار بطیخ کی طرف چلا گویا کہ میں ان صاحب کو پہچانتا تھا جن کا حوالہ حضرت نے دیا تھا جب ان کے پاس پہنچا تو وہ کہنے لگے کہ حضرت صاحب العصر علیہ السّلام نے تمہیں بھیجا ہے اور ایک پُرانی کتاب اپنی بغل سے نکال کر مجھے دی جس کو میں نے کھولا تو وہ دعاؤں کی کتاب تھی میں نے چوما اور آنکھوں سے لگایا پھر اس ارادہ کے ساتھ واپس ہونے لگا کہ حضرت کی خدمت میں پہنچوں بس یہاں تک دیکھ کر میں پوری طرح بیدار ہوگیا، اٹھ بیٹھا مگر کتاب کو نہ پایا جس پر رات بھر روتا رہا صبح ہوئی تو نماز و تعقیبات سے فارغ ہوکر اس خیال سے شیخ بہائی کی خدمت میں چلا کہ مولانا محمد وہی ہیں اور علما میں ان کی شہرت کی بنا پر حضرت نے تاج فرمایا ہے جب مدرسہ پہنچا تو دیکھا کہ وہ صحیفۂ کاملہ کے مقابلہ میں مشغول ہیں اور سیّد صالح امیر ذوالفقار پڑھتے جاتے ہیں میں اس وقت اندوہ وغم کی وجہ سے جو مجھ پر طاری تھا یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں ظاہرا صحیفۂ کاملہ کی سند میں گفتگو تھی اسی حالت میں تھوڑی دیر بیٹھا کہ وہ بھی فارغ ہو گئے تب میں نے شیخ سے اپنا خواب بیان کیا اور کتاب کے نہ ملنے پر روتا رہا شیخ نے فرمایا کہ یہ تمہارے لئے علوم و معارف اور تمام ان چیزوں کی بشارت ہے جن کے تم ہمیشہ خواہش مند رہے ہو" شیخ تصوّف کی طرف مائل تھے اور بیشتر میں ان کی خدمت میں رہتا تھا مگر ان کے فرمانے سے قلب کو تسکین نہ ہوئی اور روتا ہوا وہاں سے اٹھ آیا متفکر تھا کہ یکا یک دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ میں اس طرف جاؤں جہاں خواب کے عالم میں گیا تھا چنانچہ اسی جانب چلا جب محلّہ دار بطیخ میں پہنچا تو ایک مرد صالح مل گئے جن کا نام آقا حسن اور لقب تاج تھا سلام علیک ہوئی کہنے لگے میرے پاس کچھ وقف کتابیں ہیں طالب علم لے جاتے ہیں مگر شرائط

وقف کی پابندی نہیں کرتے لیکن تم عمل کروگے لہٰذا آؤ اور ان کتابوں کو دیکھو لو جس کی ضرورت سمجھو لے جاؤ پس میں ان کے اس کہنے پر ان کے کتب خانہ گیا اور پہلی وہ کتاب جو انہوں نے مجھے دی اس کی وہی صورت تھی جو میں نے خواب میں دیکھی تھی اس پر میں نے رونا شروع کر دیا اور کہا کہ بس مجھ کو یہی کافی ہے جب کتاب کو کھولا تو وہ صحیفۂ کاملہ تھی جس کو لے کر میں شیخ کے پاس پہنچا اور اس نسخہ سے مقابلہ کیا جو ان کے پردادا کا نوشتہ تھا اور میرے پاس کا نسخہ شہید علیہ الرحمتہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا پھر صحیفہ کی جلدیں لے لے کر مقابلہ کے واسطے میرے پاس لوگ آنے شروع ہو گئے اور حضرت حجّت علیہ السلام کے اس عطیہ کی برکت سے شہر شہر گھر گھر خصوصاً اصفہان میں صحیفۂ کاملہ کی روشنی آفتاب کی طرح پھیل گئی اور بہت سے لوگ نیکوکار و اہل دعا و مستجاب الدعوات ہو گئے جو حضرت کے معجزہ کا اثر ہے اور خداوند عالم نے اس صحیفہ کے سبب سے جو نعمتیں مجھ کو عطا فرمائیں ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔"

صاحب نجوم السّمانے لکھا ہے کہ صحیفۂ کاملہ کا یہ قلمی نسخہ جناب ممتاز العلماء سیّد محمد تقی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کے کتب خانہ لکھنؤ میں موجود ہے جس کی زیارت سے میں مشرف ہوا ہوں اور مشہور ہے کہ موصوف کے جدِ بزرگوار کے زمانہ میں کوئی شخص فروخت کرنے کے لئے اس کو لایا تھا اور آنجناب نے خرید فرمالیا شیخ بہائی کا اس واقعہ میں ذکر آیا ہے وہ جناب شیخ بہاؤ الدین محمد بن حسین بن عبد الصمد حارثی ہمدانی عاملی ہیں جو منتہائے فضل و کمال پر فائز ہوتے اپنے والد کے ہمراہ دیار عجم میں تحصیل علوم فرمائی اس کے بعد درویشی و سیاحت کی طرف راغب رہے تیس سال اسی میں گزارے بہت سی کتابوں کے مصنّف ہیں جامع عباسی آپ ہی کی مشہور کتاب ہے جناب میر باقر داماد علیہ الرحمتہ کے ہمعصر اور اخوند ملّا محمد تقی مجلسی علیہ الرحمتہ کے استاد تھے شہر بعلبک میں پیدا ہوئے مشہد مقدّس میں

دفن ہیں ۹۵۳ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۰۳۱ھ میں انتقال فرمایا اس حکایت میں شہید سے مقصود شہید اول علیہ الرحمۃ ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جہاں بھی لفظ شہید مطلق استعمال ہو، اس سے مراد شہید اول ہوتے ہیں اور دیگر حضرات کے لئے شہید کے ساتھ ثانی و ثالث کی قید ہوتی ہے۔

۷۵

جناب شیخ حرعاملی علیہ الرحمۃ جن کا پہلے ذکر واقعہ ۴۰ میں ہو چکا ہے کتاب اثبات الھداۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں میرا قیام کاظمین میں تھا حضرت حجّت علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص ابراہیم کے نام کے یہاں تشریف رکھتے ہیں میں حاضر خدمت ہوا اور اظہارِ معجزہ کا سوال کرنا چاہتا تھا مگر حضرتؑ نے پہلے ہی فرمادیا کہ یہ وقت معجزہ طلب کرنے کا نہیں ہے میں نے ابھی خروج نہیں کیا جب ایسا ہوگا تب جو چاہو پوچھ لینا اس کے بعد حضرت گفتگو فرماتے رہے پھر گھوڑا لانے کا حکم دیا کہ سوار ہوں گھوڑا حاضر کیا گیا اور سوار ہونے سے قبل فرمایا کہ ہمیں اس زین کی ضرورت نہیں یہ ہم نے اس شیخ کو دے دیا تاکہ اس سے برکات حاصل کرے جس پر میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اس کو تبرک کیسے سمجھوں حالانکہ اس کے مالک سے میں نے کوئی معجزہ نہیں دیکھا اس وقت حضرت میری طرف متوجہ ہوئے اور مسکرا کر فرمایا کہ اس زین کے ذریعہ سے برکت و اعجاز کا ظہور ہوگا۔ یہ خواب دیکھ کر میں بیدار ہوا اور اس کے بعد بڑے بڑے خطروں مہلکوں کا مقابلہ ہوتا رہا لیکن خداوند عالم نے بابرکتِ حضرت ہر مصیبت سے نجات عطا فرمائی۔

بیانِ ملاقات حضرت حجّت علیہ السّلام میں ایسے خوابوں کی عظمت کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرات چہاردہ معصومین علیہم السّلام کی زیارت سوتے میں ایسی ہی ہے جیسے بحالت بیداری ان حضرات کی خدمت میں حاضری۔

۷۶

شیخ موصوف نے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں حضرت حجتؑ علیہ السلام کو مشہد مقدس میں وہاں تشریف فرما دیکھا جہاں میں درس دیا کرتا تھا حضرتؑ کی خدمت میں پہنچ کر دست مُبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا یا حضرت چند مسئلوں کے جوابات چاہتا ہوں فرمایا کہ لکھو تاکہ سب کے جواب تحریر کر دیئے جائیں اور فراموش نہ ہوں یہ فرما کر دوات. کاغذ میری طرف کر دیا میں نے چار مسائل لکھے اور جوابوں کے لئے جگہ چھوڑ دی جن کو حضرت اپنے دست مُبارک سے تحریر فرمانے لگے۔

۷۷

شیخ موصوف نے اپنی اسی کتاب میں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حجتؑ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور جلدی سے قریب پہنچا سلام کیا اور چاہتا تھا کہ ظہور کا وقت دریافت کروں جو حضرت نے سوال سے پہلے ہی جواب میں فرمایا کہ انشاءاللہ تعالےٰ قریب ہے اور غیب کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا اس کے بعد اور سوالات دِل میں آئے لیکن حضرت نے اول ہی ان کے جوابات سے آگاہ فرما دیا۔

۷۸

صاحب مفتاح الکرامہ علاّمہ سیّد جواد عاملی جو علاّمہ بحر العلوم آقا سیّد مہدی طبا طبائی کے خاص شاگرد تھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے بیان فرماتے ہیں کہ ایک رات کو اُستاد بحر العلوم نجف کے دروازے سے نکلے میں بھی اس طرح پیچھے پیچھے رہا کہ دکھائی نہ دوں یہاں تک کہ وہ مسجد کوفہ میں داخل ہوئے اور مقام صاحب الامر علیہ السلام پر پہنچ کر ان بزرگ سے جو وہاں تشریف فرما تھے کچھ سوالات کیئے اور جوابات لئے جن کے منجملہ یہ بھی پوچھا کہ بزمانہ غیبت خصوص

احکام میں صورت تکلیف کیا ہے فرمایا کہ ادلۂ ظاہرہ پر عمل کرنا اور ان سے مستفید ہونا۔

۷۹

صاحب جنۃ الماویٰ ونجم ثاقب تحریر فرماتے ہیں کہ عالم عامل و فقیہہ کامل جناب آقا سیّد محمد کاظمینی نے جن کا پہلے واقعہ ۷۲ میں ذکر ہوچکا ہے ۱۳۰۲ھ میں یہ واقعہ مجھ سے نقل فرمایا جو بغداد کے ایک تاجر حاجی علی پسر قاسم علی کرادی سے متعلق ہے اور وہ ابھی بقید حیات ہیں بہت متدیّن و معتمد ادائے حقوق مالیہ کے پابند ایسے نیک آدمی ہیں جنہوں نے اس خیال سے کہ مخالف لوگ مذاق بنائیں گے اور اُپنے عوام فخر و تنزیہ نفس سے نسبت دیں گے عام طور پر اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ خاص لوگوں کے دائرہ میں محدود رکھا تھا اوّل آقا کاظمینی نے یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا پھر مدّت کے بعد جب حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے خود پوری کیفیت کہی۔

حاجی موصوف کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مال امام علیہ السلام سے اسّی تومان میرے ذمّہ ہوگئے تھے اور نجف کے تاجروں پر میرا کچھ مطالبہ تھا جب ایک زیارت مخصوصی میں نجف اشرف گیا تو زیارت سے فارغ ہوکر میں نے اپنے قرضے ان لوگوں سے وصول کئے اور بیس تومان جناب شیخ مرتضیٰ اعلی اللہ مقامہ کی خدمت میں اور بیس تومان جناب شیخ محمد حسین کاظمینی کو بیس تومان جناب شیخ محمد حسین شروقی کو پہنچائے بیس تومان میرے ذمّہ باقی رہ گئے جن کے لئے یہ خیال تھا کہ جناب شیخ محمد حسن آل یٰسین کو واپسی میں کاظمین پہنچادوں گا جب لوٹ کر بغداد آیا تو مناسب سمجھا کہ جلدی سے اس فرض سے سبکدوش ہو جاؤں چنانچہ روز پنجشنبہ کاظمین پہنچا اور زیارت سے فراغت کے بعد جناب شیخ مذکور کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیس تومان میں سے کچھ تو میں نے حاضر کر دیئے کچھ رہ گئے جن کے

متعلق میں نے وعدہ کر لیا کہ بعض اجناس کی فروختگی کے بعد حسب ارشاد بتدریج ادا کر دوں گا اور میں اسی روز شام کو اپنی ضرورت کی بنا پر بغداد کی طرف پیدل روانہ ہو گیا تنہائی راستہ طے کیا تھا دیکھا کہ ایک جلیل الشان شخص بغداد کی طرف سے پا پیادہ آ رہے ہیں جب قریب پہنچے تو میں نے سلام کیا اور انہوں نے جواب سلام دیا اور ٹھہر گئے سر پر سبز عمامہ اور رخسار مبارک پر سیاہ تل تھا مجھ سے فرمایا کہ حاجی علی خیریت ہے کہاں جاتے ہو میں نے کہا کاظمین علیہما السلام کی زیارات سے مشرف ہو کر آ رہا ہوں اور بغداد جاتا ہوں فرمایا یہ رات شب جمعہ ہے اس میں وہاں کیوں نہ رہے میں نے عرض کیا کہ ایک ضروری کام کی وجہ سے مجبور ہو گیا فرمایا نہیں تم مجبور نہیں ہو، ہمارے ساتھ واپس چلو اور یہ شب اپنے اماموں کے پاس گزارو کل اپنی ضرورت پوری کر لینا ان کے اس کلام سے میرا دل ایسا خوش ہوا کہ تعمیل فرمائش کے لئے تیار ہو گیا اور ان کے ہمراہ واپس ہونے لگا چلتے میں راستہ کی یہ صورت دیکھی کہ داہنی جانب نہایت صاف شفاف پانی کی نہر جاری ہے اور سروں پر ایسے درختوں کا سایہ ہے جو انگور انار لیمو وغیرہ بے موسم پھلوں سے بیک وقت بھرے ہوئے ہیں مگر اس وقت اس عجیب امر کی طرف کچھ توجہ نہ ہوئی البتہ دل میں یہ خیال گزرا کہ ان صاحب نے میرا نام لیا حالانکہ میں ان کو نہیں پہچانتا لیکن اس کے ساتھ ہی دل میں یہ کہا کہ شاید یہ مجھے جانتے ہوں اور میں بھول گیا ہوں پھر اس خیال سے کہ یہ سیّد ہیں اور حق سادات کے خواہشمند ہو سکتے ہیں میں نے یہ بہتر سمجھا کہ خود تواضع کروں اور مال امام علیہ السلام سے کچھ ان کی خدمت میں پیش کر دوں میں نے عرض کیا سیّد نا میرے پاس آپ حضرات کے حقوق میں سے کچھ باقی ہے جس کے لئے جناب شیخ محمد حسن کی طرف رجوع کر چکا ہوں تا کہ ان کی اجازت سے سادات کو پہنچ جائے جس پر

انہوں نے متبسّم ہو کر فرمایا کہ ہاں تم نے ہمارا کچھ حق ہمارے وکلاء نجف اشرف کے پاس بھی پہنچایا ہے اس وقت میری زبان پر یہ بھی جاری ہو گیا کہ جو کچھ میں نے ادا کیا وہ مقبول ہے فرمایا ہاں پھر میرے دل میں خیال آیا کہ انہوں نے علماء کو وکلاء کہا ہے اور یہ بڑی بات ہے اس لئے میں نے پوچھا کہ کیا علماء حقوق سادات حاصل کرنے کے وکیل ہیں مگر یہ کہتے ہی مجھ کو غفلت نے گھیر لیا جس کے بعد میں نے عرض کیا سیّدنا ایک سوال کرنا چاہتا ہوں فرمایا کہو میں نے عرض کیا کہ شیخ عبدالرزاق مرحوم ایک مدرس تھے ان کو یہ کہتے ہوئے میں نے سُنا ہے کہ جو شخص عمر بھر دنوں میں روزے رکھے راتیں عبادت میں گزارے چالیس حج چالیس عمرے بجا لائے اور صفا و مروہ کے درمیان مرجائے لیکن دوستداران امیرالمومنین علیہ السّلام سے نہ ہو تو یہ سب بیکار ہے فرمایا ہاں اس کے لئے کچھ نہیں ہے پھر میں نے کہا سیّدنا ایک اور سوال ہے فرمایا پوچھو عرض کیا کہ روضہ خواں یہ روایت پڑھا کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دیکھا کہ آسمان و زمین کے درمیان ایک ہودج ہے جس میں فاطمہ زہرا اور خدیجہ کبریٰ علیہما السلام تشریف رکھتی ہیں کسی نے پوچھا کہ کہاں جارہی ہیں جواب دیا کہ آج کی شب شب جمعہ ہے زیارت امام حسین علیہ السلام کو جاتی ہیں اور کچھ رقعے ہودج سے گرتے ہوئے دیکھے جن میں لکھا ہوا تھا اَمَانٌ مِنَ النَّارِ الِزَّوَارِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ اَمَانٌ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی شب جمعہ میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنے والوں کے لئے آگ سے پناہ ہے روز قیامت آتش دوزخ سے امان ہے اور کیا یہ روایت صحیح ہے فرمایا ہاں صحیح ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر میں نے کہا سیدنا ایک اور سوال کرنا چاہتا ہوں فرمایا کہو عرض کیا کہ میں حضرت امام رضا علیہ السّلام کی زیارت سے مشرف

ہوا ہوں آیا یہ خبر صحیح ہے کہ حضرت اپنے زائرین کے لئے جنّت کے ضامن ہیں فرمایا کہ ہاں وہ امام ضامن ہیں میں نے کہا ایک چھوٹا سا سوال اور ہے فرمایا پوچھو عرض کیا میری زیارت امام رضا علیہ السلام مقبول ہے فرمایا انشاء اللہ تعالےٰ مقبول ہے پھر میں نے کہا سیدنا ایک اور ہے فرمایا بیان کرو عرض کیا کہ سفر مشہد مقدس میں میرے رفیق اور مصارف میں شریک حاجی محمد حسین پسر حاجی احمد کی زیارت مقبول ہے فرمایا ہاں عبد صالح کی زیارت قبول ہے پھر میں نے کہا ایک اور سوال ہے فرمایا بسم اللہ میں نے عرض کیا کہ اہل بغداد سے دوسرے تاجر لوگ جو میرے ہمسفر تھے ان کی زیارت بھی قبول ہے یہ سُن کر رُخ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا میں بھی خاموش ہوگیا بالآخر ہم مذکورہ راستہ سے بغیر کسی کوچہ و بازار سے گزرے ہوئے کفش برادری کے قریب صحن مقدس میں داخل ہو گئے اور باب المراد کی طرف سے ہم ایوان میں پہنچے اور ان سیّد جلیل نے نہ درِ رواق پر توقف فرمایا نہ اذن دخول پڑھا یہاں تک کہ روضۂ مبارکہ کے دروازے بر قریب پائین پا حضرت موسےٰ کاظم علیہ السلام کے قیام کیا میں نے عرض کیا سیّدنا میں آپ کے ساتھ پڑھوں گا بس کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اسی طرح حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک سب معصومین علیہم السلام پر سلام کیا اور متبسّم ہو کر مجھ سے فرمایا کہ اس کے بعد کیا کہو گے میں نے عرض کیا اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا حُجَّۃَ اللّٰہِ یَا صَاحِبَ الزَّمَانِ ۔ انہوں نے فرمایا عَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ پھر اندر داخل ہو کر ضریح مبارک کے پاس زیارت پڑھی میں بھی ساتھ پڑھتا رہا اس کے بعد زیارت سے فارغ ہو کر وہ نماز میں مشغول ہو گئے میں بھی احتراماً ذرا پیچھے ہٹ کر نماز زیارت پڑھنے لگا اور دل میں خیال آیا کہ ان سے یہ درخواست کروں گا کہ شب میں میرے پاس رہیں تاکہ ضیافت و خدمت کا شرف حاصل کروں لیکن

ان کی طرف نگاہ کی تو وہ نظر نہ آئے میں نے جلدی سے تخفیفاً نماز پوری کی اور کھڑے ہوکر زیارت پڑھنے والوں میں نماز پڑھنے والوں میں اندر باہر سب جگہ تلاش کیا مگر وہ نہ ملے جب مایوس ہو گیا تب یہ بات دل میں آئی کہ یہ صاحب کون تھے اور ان معجزات کی طرف متوجہ ہوا جو اس تھوڑے سے وقت میں دیکھے تھے اور اپنے متنبہ نہ ہونے پر بہت متاسف ہوا کہ غفلت کے کیسے پردے پڑے رہے پھر تو ساری باتوں کی طرف توجہ ہو گئی میرا نام لے کر خطاب کرنا باوجود ضروری کام کے ان کے حکم کی بجاآوری میں بلاتامل واپسی کے لئے میرا آمادہ ہونا نجف والی ادائیگی کا ذکر اور علماء کو اپنے وکلاء سے تعبیر فرمانا نہر کے کنارے ایسے درختوں کے نیچے جو بغداد کے راستہ میں نہ کبھی دیکھے نہ سُنے میرا ان کے ساتھ ساتھ چلنا سفر مشہد مقدس کے میرے ایک ہمراہی کو عبد صالح فرمانا اور دوسرے ہمسفر لوگوں کے ذکر پر جن کی بداعمالیوں سے میں واقف ہوں رخ پھیر لینا حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام پر سلام کے وقت گیارھویں امام کے نام کے بعد مجھ سے ارشاد پھر میرے اس ارادہ کے ہوتے ہی کہ شب میں اپنا مہمان رہنے کی تکلیف دونگا نظر سے غائب ہونا وغیرہ سب صورتیں پیش ہو گئیں جو اس امر کی قطعی شہادتیں ہیں کہ یہ بارھویں امام علیہ السلام تھے۔

یہ واقعہ کتاب نجم ثاقب اور جنۃ الماویٰ دونوں میں کسی قدر بعض باتوں کی کمی بیشی کے ساتھ نقل ہوا ہے جس کا سبب عرصہ دراز گزر جانے کے بعد مختلف اوقات میں علیحدہ علیحدہ چند حضرات سے حاجی علی کی گفتگو ہے انہوں نے خود اپنے بیانات میں ایسی صورت پیدا ہو جانے کی معذرت کی ہے کیونکہ ویسے ہی ایک قصہ کو زبانی دہرانے میں الفاظ بدل جاتے ہیں اور طویل مدّت گزر جانے کے بعد تو کسی واقعہ کے بیان میں بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ کچھ باتیں یاد آئیں

کچھ رہ گئیں اگرچہ یہاں اس حکایت کے ذکر میں بعض زائد مضامین چھوڑ دیئے گئے ہیں لیکن اہل علم کی جماعت میں بیان کرنے والوں کی صداقت ودیانت تسلیم رہی ہے جس کی بنا پر یہ واقعہ جو باعتبار معنی نقل کیا گیا ثابت و محقق ہے اور اصل مقصد حاصل ہے۔

۸۰

کتاب فَرَج الہموم میں ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ایک ایسے شخص کی خبر کا ذکر کرتا ہوں جس کی سچائی اس بیان میں میرے نزدیک ثابت و محقق ہے ان صاحب کا بیان ہے کہ میں نے اپنے مولا حضرت حجّت علیہ السلام سے یہ سوال کیا تھا کہ میں بھی ان لوگوں میں ہو جاؤں جو اس زمانۂ غیبت میں حضرت کی صحبت و خدمت سے مشرف ہیں اور میں نے اپنی اس درخواست سے کسی کو مطلع نہیں کیا تھا لیکن رشید ابوالعباس واسطی بتاریخ ۹، رجب ۶۳۵ھ روز پنجشنبہ میرے پاس آئے اور خود ہی یہ کہنے لگے کہ آپ کے لئے یہ فرمایا ہے کہ ہمارا قصد تم پر مہربانی ہے اگر اپنے نفس کو صبر کا عادی بناؤ اور اس سے دل لگائے رہو تو تمہاری مراد حاصل ہو جائے گی اس پر میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کس کی طرف سے کہہ رہے ہو تو جواب دیا کہ حضرت حجّت علیہ السلام کی طرف سے کہتا ہوں۔

۸۱

صاحب نجم ثاقب نے جناب آقا زین العابدین سلماسی اعلی اللہ مقامہ جو آیۃ اللہ بحرالعلوم سیّد مہدی طباطبائی علیہ الرحمۃ کے خاص شاگرد اور صاحبِ کرامت عالم تھے ان کے فرزند فاضل صالح میرزا محمد باقر سے نقل کیا ہے کہ میرزا محمد علی قزوینی جو بڑے عابد و زاہد شخص تھے اور جنہیں علم جفر و حروف کا بہت شوق تھا جس کی تحصیل میں انہوں نے بہت سے سفر بھی کئے تھے ان سے والد کے بہت دوستانہ تعلقات تھے ایک مرتبہ وہ سامرہ آئے جبکہ ہم لوگ وہاں تعمیر مشہد عسکریین علیہما السلام کے کام میں مشغول تھے اور ہمارے پاس ہی انہوں نے قیام کیا یہاں تک

کہ جب ہم اپنے وطن کاظمین واپس ہوئے تو وہ بھی آگئے اور تین سال ہمارے یہاں مہمان رہے ایک روز انہوں نے مجھ سے کہا کہ اب صبر نہیں ہوتا میرا سینہ پھٹا جاتا ہے اس لئے کہتا ہوں کہ آپ سے ایک حاجت ہے اور وہ یہ کہ جس وقت میں سامرہ میں مقیم تھا حضرت حجتؑ علیہ السّلام کو میں نے خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ وہ علم جس کو حاصل کرتے ہیں میں نے اپنی عمر صرف کی ہے اس کا مجھ پر کشف فرما دیجئے ارشاد فرمایا کہ وہ تمہارے مصاحب کے پاس ہے اور یہ اشارہ آپ کے والد ماجد کی طرف تھا جس پر میں نے عرض کیا کہ وہ اپنا راز مجھ سے پوشیدہ رکھتے ہیں فرمایا تم خواہش کرو وہ انکار نہیں کریں گے یہ خواب دیکھ کر میں اٹھا تاکہ ان کے پاس جاؤں دیکھا کہ وہ خود آرہے ہیں قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں انہوں نے فرمایا کہ تم نے حضرت حجتؑ علیہ السّلام سے میری شکایت کی اور تم نے مجھ سے کب ایسی چیز کا سوال کیا تھا جو میرے پاس ہو اور میں نے دینے میں بخل کیا ہو یہ سن کر میں بہت شرمندہ ہوا اور سر جھکا لیا اب تین برس ہو رہے ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوں لیکن آج تک اس علم کا ایک حرف بھی نہیں بتایا نہ مجھ کو کچھ عرض کرنے کی جرأت ہوتی ہے اور ابھی تک یہ بات میں نے کسی پر ظاہر نہیں کی لہٰذا آپ سے ہو سکے تو میری مدد کیجئے میرزا محمد باقر فرماتے ہیں کہ ان کے اتنے صبر و سکون پر مجھ کو بہت تعجّب ہوا اور والد کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا تھا عرض کیا اور یہ بھی دریافت کیا کہ آپ کو کیسے یہ معلوم ہوا تھا کہ انہوں نے حضرت حجتؑ علیہ السلام سے آپ کی شکایت کی ہے جواب دیا حضرتؑ ہی نے خواب میں مجھ سے ارشاد فرمایا تھا لیکن اپنا خواب بیان نہیں کیا۔

واقعات شفاء امراض و رفع شکایات

۸۲

بحار الانوار میں ایک معتمد شخص سے نجف اشرف کا یہ واقعہ نقل ہے

کہ میرا پرانا مکان جس میں ۷۸۹ھ سے رہتا ہوں ایک صاحب وصلاح مومن کا تھا جس کو حسین مدلل کہتے تھے اور جو روضۂ مبارکہ کے جانب غرب و شمال میں صحن اقدس کی دیوار سے متصل واقع ہے اور اس کو ساباط حسین مدلّل کہا جاتا ہے ۔ حسین بیوی بچّوں والا آدمی تھا ایک مرتبہ اس پر فالج کا ایسا اثر ہوا کہ حرکت پر قدرت نہ رہی بیماری کی طوالت سے عیال و اطفال کے لئے فاقوں کی نوبت پہنچ گئی تھی اس درمیان میں ایک شب کو کچھ رات گئے گھروالوں کی جو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ تمام در و دیوار سے نور ساطع ہے سب حسین سے کہنے لگے کہ یہ کیا صورت ہے حسین نے جواب دیا کہ ابھی امام زماں علیہ السلام تشریف لائے تھے اور مجھ سے فرمایا کہ اٹھ بیٹھ میں نے عرض کیا کہ مولا آپ میری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں میں تو ہلنے پر بھی قادر نہیں ہوں پس حضرت نے میرا ہاتھ پکڑ کے اٹھا دیا جس سے میرا مرض بالکل جاتا رہا میں تندرست ہوگیا ہوں اور حضرت فرما گئے ہیں کہ یہ ساباط یعنی چھتہ میرا راستہ ہے جس سے اپنے جد کی زیارت کے لئے جایا کرتا ہوں رات کو اس کا دروازہ بند کر دیا کرو اس کے بعد حسین خود اٹھا اور امیرالمومنینؑ کی زیارت اور ادائے شکر الٰہی کے واسطے روضۂ مبارکہ میں حاضر ہوا اس روز سے یہ ساباط ساباطِ حسین مدلّل کے نام سے مشہور ہوگیا یہاں لوگ نذریں کرتے ہیں اور حضرت حجّت علیہ السّلام کی برکت سے اپنی مرادوں کو پہنچتے ہیں ۔

۸۳

علاّمہ ملاّ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمتہ نے بحارالانوار میں چند واقعات اپنے قریبی زمانہ کے لوگوں سے نقل فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اہل نجف کی ایک جماعت نے مجھ سے بیان کیا کہ کاشان کا رہنے والا ایک شخص کچھ لوگوں کے ہمراہ نجف اشرف آیا ان سب کا ارادہ حج بیت اللہ کا تھا مگر یہاں پہنچ کر وہ بے چارہ ایسا بیمار ہوا کہ

پاؤں بھی خشک ہو گئے چلنے کی طاقت نہ رہی اور حج کو نہ جا سکا باقی سب رفقاء چلے گئے اور اس کو ایک مرد صالح کے پاس چھوڑ گئے جس کا قیام صحن اقدس کے ایک حجرے میں تھا وہ دروازہ بند کر کے اس کو چھوڑ کر دُرِّ نجف تلاش کرنے کے لئے صحرا کی طرف چلا جاتا جس کی وجہ سے اس کو تکلیف تھی بالآخر ایک روز اس بیمار کو کہنا پڑا کہ میرا دِل تنگ ہو گیا اور اس جگہ تنہائی میں مجھ کو بڑی وحشت ہوتی ہے لہٰذا آج مجھے اُپنے ساتھ لے چلو اور کسی جگہ ڈال دینا پھر جہاں چاہو چلے جانا چنانچہ چلتے وقت اس کو بھی اٹھایا اور جس طرح ہو سکا نجف سے باہر اس مقام پر پہنچا دیا جو مقام حضرت حجت علیہ السلام کہلاتا ہے اور وہیں حوض میں اپنی قمیض دھوئی اور ایک درخت پر پھیلا کر خود صحرا کی طرف چلا گیا بیمار کا بیان ہے کہ میں بہت دیر تک محزون و مغموم بیٹھا ہوا اپنی حالت پر غور کرتا رہا یہ سوچتا تھا کہ میرا انجام کیا ہونا ہے ناگاہ ایک خوش رو جوان گندمی رنگ صحن میں داخل ہوئے مجھ کو سلام کیا اور حجرہ کے اندر چلے گئے وہاں محراب کے پاس بڑے خضوع و خشوع کے ساتھ چند رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ میں نے کبھی کسی کو اس طرح پڑھتے ہوئے نہ دیکھا تھا جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو میرے پاس آکر حال دریافت کیا میں نے کہا کہ سخت بلا میں مبتلا ہوں نہ تو بیماری دفع ہوتی ہے کہ تندرست ہو جاؤں نہ موت آتی ہے کہ راحت مل جائے انہوں نے فرمایا کہ غم نہ کرو خداوند عالم عنقریب دونوں چیزیں عطا فرمائے گا یہ کہہ کر وہ باہر چلے گئے میں نے دیکھا کہ وہ کپڑا جو درخت پر پڑا تھا نیچے گر گیا ہے میں نے جا کر اس کو اٹھایا اور پھر دھو کر درخت پر ڈال دیا اسی اثنا میں یکایک میں متوجہ ہوا کہ ابھی ابھی میں اٹھنے کے قابل نہ تھا اور اس وقت خود اٹھا راستہ بھی چلا نہ وہ درد ہے اور نہ وہ تکلیف ہے نہ بیماری کی کوئی صورت ہے اور بالکل ٹھیک ہوں جس سے سمجھ لیا کہ اس وقت حضرت

حجت علیہ السلام تشریف لائے تھے اور ان کے اعجاز و برکت سے خداوند عالم نے مجھے شفا عطا فرمائی ہے پس فوراً صحن سے باہر آیا اور صحرا میں چاروں طرف نگاہ ڈالی لیکن کوئی نظر نہ آیا اس وقت میں بہت پشیمان تھا کہ اول سے حضرت کو نہ پہنچانا اتنے میں حجرے والا میرا رفیق بھی آگیا جو میری حالت دیکھ کر بہت متحیّر ہوا میں نے سارا واقعہ بیان کیا جس کے سننے کے بعد وہ حسرت و افسوس کرتا رہا کہ حضرت کی زیارت اس کو نصیب نہ ہوئی پھر ہم دونوں اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ یہ کاشانی بہت دنوں صحت کے ساتھ اس حجرے میں رہا یہاں تک کہ اس کے ساتھی بھی حج کرکے واپس لوٹ آئے مگر پھر بیمار ہوا اور اسی میں انتقال ہوگیا صحن مقدس میں دفن ہوا اور وہ دونوں باتیں انہیں ایام میں پوری ہوگئیں جن کی خبر حضرت نے دی تھی صحت بھی ہوئی اور موت بھی آئی۔

۸۴

بحار الانوار میں یہ واقعہ بھی نقل ہے کہ ایک شخص جس کا نام نجم اور لقب اسود تھا اور قریۂ وقوسا کا رہنے والا تھا جو کنارۂ فرات بزرگ کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اس کی بیوی فاطمہ نام کی تھی زن و شوہر دونوں بہت نیک و صالح تھے ان کے دو بچّے بھی تھے ایک لڑکا علی نام دوسری لڑکی زینب۔ مشیت الٰہی یہ ہوئی کہ سنہ ۱۲۷۱ھ میں دونوں میاں بیوی اندھے ہوگئے اور بڑا زمانہ انہیں اسی حالت میں گزر گیا ایک رات زوجہ کو یہ معلوم ہوا کہ جیسے اس کے چہرے پر کسی نے ہاتھ پھیرا اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالےٰ نے تیری نابینائی کو دفع کر دیا ہے کھڑی ہو جا اور علی کے باپ یعنی اپنے شوہر کی خدمت کرتی رہنا کبھی کوتاہی نہ کرنا بس میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ سارا گھر نور سے معمور ہو رہا ہے جس سے مجھ کو یقین ہوگیا کہ یہ تشریف لانے والے حضرت حجت علیہ السلام تھے

۸۵

نجم ثاقب میں ہے کہ حلّہ میں مولا معظم جمال الدین بن شیخ فقیہہ قاری نجم الدین جعفر مرض فالج میں ایسے مبتلا ہوئے کہ اپنی جگہ سے نہ اٹھ سکتے تھے ان کی دادی نے باپ کے انتقال کے بعد طرح طرح کے علاج کئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا تب ان کی دادی سے کہا گیا کہ ان کو قبۂ شریفہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام پر لے جائیں جو حلّہ میں ہے شاید خداوند عالم اس بلا سے عافیت بخشے اور حضرت جو وہاں تشریف لاتے ہیں نظر مہربانی فرمائیں اور بیماری سے شفا حاصل ہو چنانچہ ان کی دادی لے کر گئیں اور یہ وہاں لٹا دیئے گئے خود ان کا یہ بیان ہے کہ حضرت تشریف لائے اور فرمایا اُٹھو اُٹھو میں نے عرض کیا کہ چند سال سے اُٹھنے پر قادر نہیں ہوں فرمایا بحکم خدا اُٹھو اور مجھ کو پکڑ کر کھڑا کر دیا اس وقت جو میں نے اپنے آپ کو دیکھا تو کوئی اثر فالج کا باقی نہ تھا جس کے بعد لوگوں کا مجھ پر ہجوم ہو گیا بنظر تبرک میرے کپڑوں کو پھاڑ ڈالا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے لے گئے اور اپنے کپڑے مجھے پہنا دیئے جو گھر پہنچ کر میں نے واپس کئے۔

۸۶

صاحب کتاب دارالسلام تحریر فرماتے ہیں کہ فاضل امجد آقا سید محمد بن سیّد احمد بروجردی نے حاجی ملّا علی محمد کا جن کا تقدس و تقویٰ اہل نجف پر پوشیدہ نہیں ہے یہ بیان لکھ کر مجھ کو دیا کہ میں ایک وقت مرض تپ لازم میں ایسا مبتلا ہوا تھا کہ قوت نے بالکل جواب دے دیا اور میرے معالج سیّد الفقہا آقا حاج سیّد علی شوستری بھی مایوس ہو گئے تھے اتفاقاً میرے ایک دوست نے کہا کہ وادی السلام کی طرف چلو میں نے جواب دیا کہ تم دیکھتے ہو مجھ میں حرکت کی طاقت نہیں ہے کیسے چل سکتا ہوں لیکن وہ نہ مانے اور جس طرح ہو سکا مجھے لے

گئے جب ہم وہاں پہنچے تو یکایک میرے سامنے ایک صاحب عظمت و جلالت بزرگ لباس عرب میں ظاہر ہوئے اور اپنا ہاتھ بڑھا کر مجھ سے فرمایا کہ یہ لو میں نے نہایت ادب کے ساتھ وہ عطیہ لیا دیکھا تو وہ روٹی کا ذرا سا ٹکڑا ہے جس کو دے کر وہ تو چلے گئے میں نے چوم کر منہ میں ڈال لیا اور کھا گیا اس کا حلق سے اترنا تھا کہ سارے جسم میں جان آگئی مردہ دل زندہ ہو گیا شکستگی دور ہو گئی حزن واندوہ زائل ہو گیا اور بے حد و بے اندازہ ایسی فرحت ہوئی جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ قبلۂ مقصود و لی معبود حضرت حجّت علیہ السلام کا یہ کرم وجود ہے میں نہایت خوش خوش اپنے گھر واپس ہوا اور اسی دن اور رات میں بیماری کا مطلق اثر باقی نہ رہا صبح کو جناب حاج سید علی کی خدمت میں گیا نبض دکھائی دیکھتے ہی وہ بہت ہنسے اور فرمایا کہ یہ کیا کیا ہے میں نے عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں کیا فرمایا کہ ٹھیک بات بتاؤ اور مجھ سے بالکل مت چھپانا جب انہوں نے بہت اصرار کیا تب میں نے واقعہ سُنایا جس پر انہوں نے فرمایا کہ دم عیسیٰ آل محمد علیہم السلام سے تم کو شفا ہو گئی اب میری جان چھوڑو تمہیں کسی طبیب کی ضرورت نہیں رہی بیماری تمہارے جسم سے نکل گئی تم تندرست ہو گئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اس کے بعد ایک روز حرم مطہر امیر المومنین علیہ السلام میں اس جمال نورانی سے میری آنکھیں روشن ہوئیں اور میں بے تابانہ اس طرف بڑھا کہ قریب پہنچ کر شرف یاب ہوں مگر حضرت نظر سے غائب ہو گئے۔

۸۷

صاحب نجم ثاقب لکھتے ہیں کہ عالم عامل فقیہہ کامل حاج مولانا علی بن حاج میرزا خلیل طہرانی نجفی بیشتر زیارات کے لئے سامرہ جایا کرتے تھے اور سرداب مقدس سے ان کو بہت انس تھا جہاں سے بہت کچھ فیوض و کرامات کے امیدوار رہے اور کہا کرتے تھے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں زیارت کے لئے آیا ہوں اور کوئی کرامت نہ دیکھی

ہو اور کسی نہ کسی مکرمت پر فائز نہ ہوا ہوں ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ ایسی باتوں کو پوشیدہ رکھا کرتے تھے ایک مرتبہ میرے اصرار پر اتنا بیان کیا کہ اکثر اندھیری رات کے سناٹے میں سرداب غیبت کے دروازے پر پہنچ کر میں نے یہ دیکھا ہے کہ اندر سے ایک نور ساطع ہے جس سے دہلیز اول کے سب حصے روشن ہیں اور وہ روشنی اس طرح چلتی پھرتی ہے کہ جیسے کسی کے ہاتھ میں ایک روشن شمع ہے جدھر وہ جاتا ہے اسی طرف روشنی جاتی ہے مگر جب میں اترا اور اندر داخل ہوا تو وہاں کسی کو نہ پایا اور نہ کوئی چراغ دکھائی دیا۔ ایک دفعہ وہ بیماری کی بہت تکلیف میں تھے آثار استسقا نمودار ہو رہے تھے سرداب مقدس میں پہنچ کر بقصد حصول شفا اس جگہ اپنے پاؤں داخل کئے جس کو چاہ غیبت کہتے ہیں ابھی ذرا لٹکنے پائے تھے کہ مرض کی ساری اذیتیں بالکل رفع ہو گئیں ,, مرحوم کا ارادہ تھا کہ سامرہ میں مجاورت اختیار کریں گے اس خیال میں نجف واپس گئے تو پھر بیماری نے عود کیا اور وہیں آخر ماہ صفر ۱۲۹۰ھ میں انتقال ہو گیا۔

۸۸

کشف الغمہ میں یہ واقعہ عالم فاضل اسمٰعیل بن حسن ہرقلی کے متعلق مذکور ہے جو اطراف حلّہ میں قریۂ ہرقل کے رہنے والے اور علّامہ حلّی علیہ الرحمۃ کے شاگردوں میں سے تھے مؤلف فرماتے ہیں کہ ان کا انتقال میرے زمانہ میں ہوا ہے مگر میں نے ان کو دیکھا نہ تھا بہت سے برادران معتمدین کے علاوہ ان کے لڑکے شمس الدین نے مجھ سے بیان کیا کہ بزمانہ جوانی والد کی بائیں ران میں ایک زخم مٹھی کے برابر ہو گیا تھا جو ہر سال موسم بہار میں تازہ ہو جاتا۔ جس کی تکلیف نے انہیں بے کار کر دیا تھا وہ حلّہ آئے اور سید رضی الدین علی ابن طاؤس علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ شکایت بیان کی انہوں نے حلّہ کے جرّاحوں کو بلایا اور دکھایا لیکن سب نے یہ کہا کہ یہ زخم

رگ اکحل پر ہے اور اس کا علاج صرف شگاف ہے مگر شگاف میں یہ خوف ہے کہ کہیں وہ رگ کٹ نہ جائے جس کے بعد آدمی زندہ نہیں رہ سکتا لہذا اس خطرہ کی بنا پر ہم لوگ علاج سے قاصر ہیں تب سید علیہ الرحمۃ نے میرے والد سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ بغداد چلو وہاں بڑے بڑے طبیب اور جراح ہیں چنانچہ بغداد گئے وہاں بھی معالجین نے دیکھ کر یہی عذر پیش کیا جس پر والد بہت دل تنگ ہوئے اور کہا کہ اب زیارت کے لئے سامرہ جاتا ہوں اور وہیں آئمہ علیہم السلام سے فریاد کروں گا اور یہاں سے واپس ہو کر گھر جاؤں گا وہ صاحب کشف الغمۃ فرماتے ہیں کہ دیکھے لڑکے نے مجھ سے بیان کیا کہ والد کہتے تھے کہ جب میں سامرہ وارد ہوا ہے پہنچا اور زیارت ...... امامین علیہما السلام سے فارغ ہوا تو رات کو سرداب مبارک میں حاضر رہا اور رو رو کر خداوند عالم سے دعا اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے استغاثہ کرتا رہا صبح کو دجلہ کی طرف گیا کپڑے دھوئے غسل زیارت کیا اور ایک لوٹا جو میرے ساتھ تھا پانی سے بھر کر روضۂ مبارکہ کی طرف چلنے لگا تاکہ ایک مرتبہ اور زیارت کر لوں ابھی شہر پناہ تک نہ پہنچا تھا جو ادھر سے چار سوار آتے ہوئے دکھائی دیئے وہ شمشیر بستہ تھے وہ راستے سے بائیں جانب رکے اور ایک بوڑھے پاکیزہ وضع ہاتھ میں نیزہ داہنی طرف کھڑے ہو گئے اور ایک صاحب تلوار حمائل کئے ہوئے کمان بھی نیزہ بھی تحت الحنک بندھا ہوا راستہ کے درمیان میرے مقابل رہے سب نے سلام کیا میں نے جواب دیا اس کے بعد ان چوتھے صاحب نے جو بالکل میرے سامنے تھے فرمایا کہ کل تم یہاں سے جا رہے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا آگے آؤ تاکہ میں دیکھوں تمہیں کیا تکلیف ہے میں کچھ سوچتا ہوا تھوڑا سا آگے بڑھا انہوں نے گھوڑے پر سے جھک کر مجھ کو اپنی طرف ... کھینچ لیا اور میرے زخم پر ہاتھ رکھا اور دبا کر نچوڑ دیا جس سے مجھے تکلیف سی محسوس ہوئی اس کے بعد وہ

سیدھے ہو گئے اور ان بوڑھے شخص نے مجھ سے خطاب کیا اے اسمٰعیل تم نے چھٹکارا پایا میں نے کہا انشاءاللہ تعالےٰ ہمارے آپ کے سب کے لئے فلاح ہے مگر میں متعجب تھا کہ انہوں نے میرا نام لیا یہ مجھ کو کیا جانیں جو فوراً انہیں بزرگ نے فرمایا کہ یہ امامؑ ہیں امام یہ سنتے ہی میں دوڑ پڑا اور حضرت کی ران اور رکاب پر بوسہ دیا اور بیقرار ہو کر سواری کے ساتھ چلا حضرت نے فرمایا کہ اب واپس ہو جاؤ میں نے عرض کیا مولا ہرگز جدا نہ ہوں گا پھر فرمایا کہ بس لوٹ جاؤ اسی میں مصلحت ہے میں نے پھر وہی عرض کیا جس پر انہیں پہلے بزرگ نے فرمایا کہ اے اسمٰعیل تمہیں شرم نہیں آتی کہ امامؑ نے دو بار تمہیں واپسی کا حکم دیا اور تم نہیں مانتے پس ان کے اس جھڑکنے پر میں ٹھہر گیا اور چند قدم سواری بڑھی تھی کہ حضرتؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ جب تم بغداد پہنچو گے تو مستنصر تمہیں بلائے گا اور کچھ دینا چاہے گا مگر تم اس کے عطیہ کو قبول نہ کرنا اور رضی الدین سے کہنا کہ تمہارے لئے وہ علی بن عوض کو لکھ دیں میں اس سے سفارش کرتا ہوں جو کچھ تم چاہو گے وہ دے دے گا اس کے بعد میں کھڑا رہا یہاں تک کہ یہ سب حضرات دور پہنچ کر نظر سے غائب ہو گئے اور میں اس جدائی کے صدمہ میں وہیں زمین پر بیٹھ گیا پھر تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر روضۂ مبارکہ کی طرف آیا وہاں لوگوں نے میرا حال متغیر پا کر دریافت کیا کہ کیا بات ہے کسی سے کچھ جھگڑا ہو گیا میں نے کہا ایسا تو نہیں ہے لیکن یہ بتاؤ کہ ان سواروں کو تم نے دیکھا جو ادھر سے گزرے ہیں انہوں نے کہا کہ ہاں وہ جانے والے یہاں کے شرفاء میں سے تھے تب میں نے کہا کہ نہیں وہ ان میں سے نہ تھے بلکہ وہ ایسے حضرات تھے کہ جن میں ایک امام علیہ السلام ہیں وہ پوچھنے لگے کہ ان میں امامؑ کون سے تھے میں نے پتہ بتایا ان لوگوں نے کہا تم نے اپنا زخم بھی دکھایا میں نے کہا کہ حضرت نے اس کو نچوڑ دیا ہے یہ سُن کر لوگوں نے میری ران

کو کھول کر دیکھا تو زخم کا نشان بھی نہ تھا اس وقت دہشت کے مارے میرا یہ عالم تھا کہ خود شک میں پڑ گیا اور دوسری ران کو دیکھا اس پر بھی زخم کا کوئی اثر نہ پایا تب تو سارے آدمیوں کا مجھ پر ایسا ہجوم ہوا کہ میری قمیص کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے یہ حالت ہو گئی کہ کچھ لوگ مجھ کو نہ بچاتے تو میرے ہاتھ پاؤں بھی نہ رہتے خلاصہ یہ کہ رات سامرہ میں گزاری اور صبح کو بغداد روانہ ہوا بہت سے لوگ میرے رخصت کرنے کے لئے آئے اور دو آدمیوں کو میرے ہمراہ کر دیا دوسرے روز صبح کو جب شہر بغداد کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ پل کے اوپر مخلوق کا بڑا مجمع ہے چونکہ میرے متعلق اس واقعہ کی خبر سرکاری حیثیت سے یہاں آ گئی تھی اور میرے آنے کی اطلاع تھی اس لئے جو بھی باہر سے آ رہا تھا اس سے یہ لوگ دریافت کرتے تھے کہ تمہارا کیا نام ہے کہاں سے آ رہے ہو مجھ سے بھی پوچھا میں نے بتا دیا لیکن میرا کہنا تھا کہ تمام لوگ میرے سر پر جمع ہو گئے اور دوبارہ پہنے ہوئے کپڑوں کو پارہ پارہ کر ڈالا قریب تھا کہ میری جان نکل جائے اتنے میں سیّد رضی الدین علیہ الرحمتہ مع ایک جماعت کے تشریف لے آئے اور میرے اوپر سے اس انبوہ کثیر کو ہٹایا اور مجھ کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ تمہارے متعلق شفا کی جو خبر اُڑ رہی ہے اور جس سے شہر بھر میں غوغا برپا ہے کیا یہ صحیح ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں میرے ہی لئے یہ صورت پیش آئی ہے یہ سُنتے ہی وہ سواری سے اتر پڑے اور میری ران کھول کر دیکھی کیونکہ پہلے وہ زخم دیکھ چکے تھے جس کا اب کوئی اثر نہ تھا اس لئے یہ صورت دیکھ کر ان کو غش آ گیا اور ایک ساعت تک اسی حالت میں رہے جب ہوش ہوا تو فرمایا کہ وزیر نے مجھے بلایا تھا اور یہ کہا ہے کہ اس خبر کی صحت سے مطلع کروں لہٰذا تم خود ہی میرے ساتھ چلو چنانچہ وہ روتے ہوئے اوّل وزیر کے یہاں لے گئے جو قم کا

رہنے والا تھا وہاں پورا واقعہ میں نے سنایا وزیر نے طبیبوں جرّاحوں کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم لوگوں نے اس شخص کا زخم دیکھا تھا انہوں نے اقرار کیا پھر پوچھا کہ ایسے زخم کا علاج کیا ہے انہوں نے کہا کہ صرف شگاف لیکن وہ بھی خطرناک ہے اور مشکل ہے کہ مریض زندہ رہ سکے وزیر نے سوال کیا کہ اگر شگاف کے بعد بیمار بچ جائے تو کتنے دنوں میں زخم بھر سکتا ہے جواب دیا کہ کم از کم دو مہینے میں پھر یہ معلوم کیا کہ تم لوگوں نے اس کا زخم کب دیکھا تھا کہا آج دس روز ہوئے ہیں تب خود وزیر نے میری ران کھول کر انہیں دکھائی جس پر سب حیران ہوئے ان میں ایک معالج عیسائی تھا اس نے چیخ ماری اور قسم کھا کے کہنے لگا کہ یہ شفا صرف مسیح کا معجزہ ہے اس تحقیق کے بعد وزیر مجھ کو خلیفہ مستنصر کے پاس لے گیا اس کو بھی میں نے سارا قصّہ سُنایا جس کو سن کر اس نے ایک ہزار کی تھیلی منگائی اور کہا کہ یہ لو اور اپنے خرچ میں کرنا میں نے جواب دیا کہ ایسی جسارت مجھ سے نہیں ہو سکتی پوچھا کیوں کس کا ڈر ہے میں نے کہا انہیں کا جنہوں نے مجھے اچھا کیا ہے وہ فرما گئے ہیں کہ مستنصر سے کچھ نہ لینا یہ سنتے ہی وہ رونے لگا اور بہت مکدّر رہا۔

۸۹

جنۃ الماوٰے میں ہے کہ ایک صاحب تجارت پیشہ جن کا نام آغا محمد مہدی تھا اور جن کے باپ اہل شیراز سے تھے لیکن یہ برما میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے تھے ماہ جمادی اولٰے ۱۲۹۹ھ میں کاظمین آئے اس سے تین سال قبل وہ کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو چکے تھے جس سے قوت گویائی و سماعت جاتی رہی اور بالکل گونگے بہرے ہو گئے بالآخر طلب شفا میں بارگاہ حضرات آئمہ علیہم السّلام سے متوسل ہوئے اور عراق آئے کاظمین میں چند مشہور تاجران کے رشتہ دار تھے اس لئے اول یہاں پہنچے اور بیس دن قیام کیا پھر سامرہ آئے اور بتاریخ

۱۰ر جمادی الثانیہ روز جمعہ بعد ظہر زیارات سے مشرف ہوئے سرداب مقدس میں حاضر ہو کر بہت دیر تک روئے پیٹے زائرین مقدسین کا مجمع تھا اپنا حال دیوار پر لکھ چکے تھے دیکھنے والوں سے ملتمس شفاعت و دعا تھے اسی گریہ و زاری اور بیقراری کی حالت میں خداوند عالم نے زبان کھول دی کان بھی کھل گئے اور اعجاز حضرت حجت اور اس مقام اقدس کی برکت سے اس طرح باہر آئے کہ صاف صاف تیزی کے ساتھ خوب کلام کر رہے تھے اس معجزہ سے لوگوں کا عجب حال ہو گیا روز شنبہ سید الفقہاء شیخ العلماء تاج الشریعہ رئیس الشیعہ سرکار میرزا محمد حسن شیرازی اعلی اللہ مقامہ کی مجلس درس میں لائے گئے اور ان کے سامنے تبرکاً پوری صحت و حسن قراءت کے ساتھ سورۂ الحمد کی تلاوت کی تاکہ تمام حاضرین کو اچھی طرح یقین ہو جائے وہ دن بڑی خوشی و مسرت کا رہا شب یک شنبہ دو شنبہ میں چراغاں ہوا صحن مبارک میں تمام علماء و فضلا کا اجتماع تھا اور ساری فضا روشنی سے جگمگا رہی تھی اس واقعہ کے سلسلہ میں بہت سی عظیم الشان نظمیں لکھی گئیں جو بعض کتابوں میں موجود ہیں۔

۹۰

جناب شیخ محمد بن حسن حر عاملی علیہ الرحمتہ نے جن کا تذکرہ پہلے واقعہ ۴۰ میں ہو چکا ہے کتاب اثبات الہداۃ بالنصوص والمعجزات میں ذکر فرمایا ہے کہ لڑکپن میں جبکہ کم و بیش دس برس کا میرا سن تھا ایسا سخت بیمار ہوا کہ سب عزیز قریب جمع ہو گئے رونا پیٹنا شروع ہو گیا سب کو یقین تھا کہ اس شب میں ختم ہو جاؤں گا لیکن میں نے ایسی حالت میں کہ کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و حضرات آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کو دیکھا سب کو سلام کیا یکے بعد دیگرے سب سے مصافحہ ہوا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کچھ بات بھی ہوئی جو بھول گیا صرف اتنا یاد

ہے کہ حضرت نے میرے لئے دعا فرمائی ہے جب حضرت حجت عجل اللہ فرجہ کی خدمت میں میں نے سلام عرض کر کے مصافحہ کیا تو یہ بھی کہا کہ مولا مجھ کو خوف ہے کہ اس شدید مرض میں میری موت ہو جائے گی درآنحالیکہ علم و عمل سے خالی رہا اور میری یہ حاجت پوری نہ ہوسکی حضرت نے فرمایا ڈرو مت اس بیماری میں تمہاری موت نہیں ہے بلکہ خدا کے فضل سے اچھے ہو جاؤ گے بڑی عمر ہو گی پھر حضرت نے وہ کاسہ دیا جو ہاتھ میں تھا میں نے پیا جس کے بعد فوراً افاقہ ہو گیا اور میں اچھا خاصا اُٹھ بیٹھا مرض بالکل جاتا رہا تمام اعزاء واقرباء حیران رہ گئے اس وقت میں نے کچھ نہ کہا بلکہ جو کچھ دیکھا تھا چند روز کے بعد بیان کیا۔

۹۱

جناب شیخ حُر عاملی نے اسی کتاب میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ مجھ سے معتمد اصحاب کی جماعت نے بیان کیا ہے کہ وہ لوگ بحالت بیداری حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اور بہت سے معجزات حضرت کے دیکھے ہیں اور حضرت نے ان کو پوشیدہ باتوں کی خبر اور خطروں سے مہلکوں سے نجات دی ہے ایک مرتبہ عید کے روز قریۂ مشغرہ میں طلبہ و علماء بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے میں کہنے لگا کہ خدا جانے آئندہ سال کس کس کو یہ عید ہو کس کو نہ ہو کاش کہ یہ علم ہوتا کہ کون زندہ رہے گا کون مر جائے گا جس پر ایک صاحب نے جو میرے شریکِ درس تھے اور جن کا نام شیخ محمد تھا بغیر مزاح یقین کے لہجہ میں یہ کہا کہ مجھ کو تو اس کا علم ہے کہ چھبیس برس زندہ رہوں گا میں نے کہا تمہیں علم غیب ہے انہوں نے جواب دیا کہ ایسا تو نہیں ہے لیکن میں نے حضرت امام عصر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا جبکہ میں شدید بیمار تھا عرض کیا کہ یا حضرت میں مریض ہوں موت کا خوف

ہے کوئی عمل صالح نہیں رکھتا حضرت نے فرمایا ڈرو مت تم اچھے ہو جاؤ گے اور چھبیس سال زندہ رہو گے پھر حضرت نے وہ کاسہ عطا فرمایا جو دست مبارک میں تھا میں نے کچھ پیا اور خواب سے بیدار ہو گیا جس کے بعد ساری بیماری جاتی رہی" شیخ علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ یہ کلام سن کر میں نے تاریخ لکھ لی کافی مدّت گزرنے کے بعد ۱۰۷۲ھ میں مشہد مقدّس میں میرا جانا ہوا تو مجھے شیخ محمد کا خیال آیا اور ان کی عمر کا حساب لگایا تو چھبیس برس پورے ہو رہے تھے جس کے بعد دل نے یہی کہا کہ وہ فوت ہو گئے ہوں گے چنانچہ چند روز گزرے تھے کہ میرے بھائی کا خط پہنچا جس میں ان کے انتقال کی خبر درج تھی۔

واقعاتِ بشارت

۹۲

جناب ابن طاؤس علیہ الرحمتہ نے جن کا تذکرہ پہلے واقعہ ۳۹ میں ہو چکا ہے رسالۂ مواسعہ و مضائقہ میں بیان فرمایا ہے کہ بتاریخ ۷، رجمادی اُخریٰ ۶۴۱ھ روز سہ شنبہ میں اپنے برادر صالح محمد بن محمد قاضی آوی کے ساتھ نجف اشرف کے لئے روانہ ہوا رات کو راستہ میں قیام رہا چہار شنبہ کو ظہر کے وقت ہم پہنچے اسی وقت زیارات سے مشرف ہوئے اور شب پنجشنبہ کو میں نے اپنے میں توجہ و حضوری بارگاہ الٰہی کی کچھ ایسی کیفیت پائی جو میرے لئے رحمت الٰہی و مقاصد میں کامیابی و قبول زیارت کی علامت تھی اسی رات کو برادر مذکور نے بھی مجھ سے متعلق یہ خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک لقمہ ہے اور میں کہہ رہا ہوں کہ یہ مولا و آقا حضرت حجّت علیہ السّلام کے دہن مبارک کا ہے جس میں سے کچھ حصّہ میں نے ان کو دیا ہے" صبح کو حسب

عادت جب روضۂ مبارکہ میں داخل ہوا تو خداوند عالم کے فضل و کرم اور حضرت کے اقبال سے کچھ ایسے مکاشفات ہوئے کہ ہاتھ پاؤں لرزنے لگے بدن میں رعشہ پڑ گیا قریب تھا کہ زمین پر گر پڑوں اور جان نکل جائے پس اس زیارت کے موقع پر بڑی بڑی بشارتیں ہوئیں اور بہت کچھ خوشخبریاں ملیں "

۹۳

صاحب نجم ثاقب نے سید الفقہا استاد العلماء عالم ربانی سید مہدی قزوینی سے نقل کیا ہے کہ میرے پدر روحانی عم جسمانی جناب مرحوم مبرور علامہ فہامہ صاحب کرامات عالیہ سید محمد باقر قزوینی نے جن کا پہلے واقعہ ۱۳ میں ذکر ہو چکا ہے یہ بیان کیا کہ ۱۱۸۶ھ میں عراق کے اندر بڑے زور کا طاعون پھیلا تھا جس میں نجف کی یہ صورت ہو گئی تھی کہ لوگوں نے شہر چھوڑ دیا بڑے بڑے علماء یہاں تک کہ علّامہ طباطبائی و محقق صاحب کشف الغطاء بھی چلے گئے بہت سے حضرات انتقال فرما گئے گنتی کے چند آدمی باقی رہ گئے تھے۔ میں ہر روز صحن مبارک میں بیٹھا کرتا تھا اور وہاں کسی جگہ اہلِ علم میں سے کوئی موجود نہ ہوتا انہیں ایام میں نجف کی بعض گلیوں کے اندر ایک معظم شخص سے ملاقات ہوئی جن کو نہ اس دن سے پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں دیکھا باوجودیکہ اس زمانہ میں اہلِ نجف ایسے محصور ہو رہے تھے کہ کوئی نیا آدمی باہر سے شہر کے اندر نہ آسکتا تھا پس ان صاحب نے مجھ کو دیکھ کر خود یہ فرمایا کہ تمہیں کچھ دنوں کے بعد علم توحید نصیب ہوگا " پھر یہ خواب دیکھا کہ دو فرشتے آئے ہیں جن میں سے ایک کے ہاتھ میں لکھی ہوئی تختیاں ہیں اور دوسرے کے ہاتھ میں ایک ترازو ہے جس کے دونوں پلوں میں ان تختیوں کو رکھ رکھ کر تول رہے ہیں اور جن الواح کا مقابلہ و وزن ہوتا جاتا ہے ان کو میرے آگے کر دیتے ہیں اور میں انہیں پڑھ لیتا ہوں

یہاں تک کہ سب تختیوں کی یہی صورت رہی میں نے یہ دیکھا کہ اصحاب پیغمبر علیہ السلام اور اصحاب آئمہ علیہم السلام میں سے ہر ایک کے عقائد کا علماء امامیہ کے عقیدوں سے مقابلہ ہو رہا ہے جن میں سلمان فارسی و ابو ذر غفاری سے لیکر چاروں سفراء عثمان بن سعید و محمد بن عثمان و حسین بن روح و علی بن محمد سامری تک اور ملّا یعقوب کلینی و شیخ صدوق ابن بابویہ اور ان کے والد شیخ مفید ابو جعفر محمد بن نعمان و سید مرتضیٰ علم الہدیٰ و شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی یہاں تک کہ میرے ماموں بحر العلوم علامہ سید مہدی طباطبائی اور ان کے بعد کے علماء سب شامل ہیں۔ یہ خواب دیکھ کر میں ان جملہ صاحبان کے عقائد سے مطلع ہو گیا اور ایسے اسرار علمیہ پر حاوی ہوا کہ اگر مجھ کو حضرت نوحؑ کی عمر ملتی اور طلب معرفت میں برابر مشغول رہتا تو بھی اس کے دسویں حصّہ کا دسواں حصّہ بھی نہ حاصل کر سکتا تھا۔ صبح اٹھا تو اپنے زمانہ کا علاّمہ تھا نماز پڑھی تعقیبات سے فارغ ہوا جو دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی کنیز گئی اور ایک کاغذ لے کر آئی جو برادر دینی شیخ عبد الحسین نے بھیجا تھا جس میں کچھ ایسے اشعار میری مدح کے لکھے تھے جو اس خواب کی اجمالی تعبیر تھے خلاصہ یہ کہ جو جو عقیدے مجھ کو معلوم ہوئے ان میں ماموں مرحوم علاّمہ بحر العلوم کا عقیدہ بھی ہے جس کا مقابلہ بعض خواص اصحاب رسولؐ کے عقیدے سے ہوا لیکن یہ راز کی باتیں ہیں جو ظاہر نہیں کی جا سکتیں اور ہر شخص اس کا متحمل نہیں ہو سکتا بلکہ اُن مرحوم نے ان چیزوں کے ظاہر نہ کرنے کا مجھ سے عہد لے لیا تھا۔ غرضکہ میرا یہ خواب ان بزرگ کے فرمان کا نتیجہ ہے جن سے نجف کے اندر ایک راستہ میں ملاقات ہوئی تھی اور جن کے متعلق قرائن یہ شہادت دے رہے ہیں کہ وہ حضرت حجّت علیہ السّلام تھے۔

۹۴

صدر العلماء سید الفقہاء جناب آقا سید مہدی قزوینی قدس سرّہ سے متعلق جن کا پہلے (واقعہ ۴۲ و ۴۹ میں) تذکرہ ہو چکا ہے یہ واقعہ جنۃ الماویٰ میں زبدۃ العلماء میرزا صالح و دیگر افاضل و علماء نجف سے نقل ہے اور خود قزوینی اعلے اللہ مقامہ نے بھی بیان فرمایا تھا کہ اہلِ حلّہ میں سے ایک مرد صالح حاجی علی اپنے گھر سے اُن کی ملاقات کے لئے چلے راستہ میں اس مرقد کی طرف سے گزر ہوا جو قبر سیّد محمد ذی الدمعہ کے نام سے مشہور ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ دیکھا کہ ایک صاحب بہت شکیل و

خوبصورت وہاں فاتحہ پڑھ رہے ہیں جو بظاہر کوئی مسافر ہیں اور محلّے کے رہنے والے نہیں معلوم ہوتے جس پر مجھے فوراً یہ خیال ہوا کہ اس قبر کی طرف ایک مسافر آدمی کی یہ توجہ ہے کہ یہاں کھڑے ہوئے فاتحہ خوانی کر رہے ہیں اور ہم شہر کے رہنے والے ادھر سے گزرتے رہتے ہیں مگر کچھ پروا نہیں کرتے چنانچہ میں ٹھہر گیا اور کھڑے کھڑے سورۂ الحمد اور قل ہو اللہ پڑھی جب فارغ ہوا تو میں نے ان صاحب کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اے علیؑ تم سید مہدی کی زیارت کو جا رہے ہو میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں پس ہم چل پڑے اور راستہ میں انہوں نے کہا کہ اس سال جو تمہیں نقصانِ مال ہوا ہے اُس پر غمگین مت ہونا کیونکہ تم مرد ہو خداوند عالم نے مال سے تمہارا امتحان لیا ہے تم نے اُن باتوں کو پورا کیا جو تم پر فرض تھیں مال زوال کی چیز ہے آتا ہے اور جاتا ہے۔ یہ سُن کر میں مغموم ہوا اور خیال کیا کہ یہ خبر کیسے اتنی پھیلی جو غیروں تک پہنچ گئی ہیں نے تو اس سال کے نقصان کو بالکل پوشیدہ رکھا تھا۔ تاکہ تجارت کی ہوا نہ بگڑے بس اُس وقت اتنا جواب دے دیا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ بہرحال خدا کا شکر ہے انہوں نے فرمایا کہ جتنا مال تمہارے پاس سے گیا ہے وہ عنقریب تمہارے پاس آجائے گا اور تم اپنے قرضوں کو ادا کرو گے اسی گفتگو میں ہم قزوینی علیہ الرحمۃ کے دروازے پر پہنچ گئے میں نے اندر داخل ہونے میں توقف کیا وہ بھی ٹھہرے رہے تب میں نے عرض کیا کہ اول آپ تشریف لے چلیں میں تو گھر والوں سے ہوں فرمایا نہیں تم داخل ہو میں صاحب الدّار ہوں پھر بھی میں رکا رہا لیکن انہوں نے ہاتھ پکڑ کر مجھ کو آگے بڑھا دیا جب ہم اندر پہنچے تو دیکھا کہ طلبہ کی جماعت بیٹھی ہوئی ہے اور سب جناب قزوینی کی باہر تشریف آوری کے منتظر ہیں جن کے بیٹھنے کی جگہ بنظر احترام خالی تھی اور وہاں صرف کتاب رکھی ہوئی تھی اس کو اٹھا کر وہ صاحب وہیں بیٹھ گئے جو محقق علیہ الرحمہ کی کتاب شرائع الاسلام تھی اور اس میں کچھ اجزاء مواہب الافہام شرح شرائع الاسلام کے رکھے ہوئے تھے جو جناب قزوینی علیہ الرحمۃ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اور ایسے خط میں جس کو ہر شخص نہ پڑھ سکتا تھا مگر ان صاحب نے کھول کر پڑھنا شروع کر دیا اور طلبہ سے فرمایا کہ تم ان فروع سے متعجب نہیں ہوتے اسی اثنا میں جناب

قزوینی علیہ الرحمتہ باہر تشریف لے آئے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ جب میں نکل کر آیا تو دیکھا کہ ایک صاحب میری جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جو مجھ کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور وہاں سے ایک طرف ہٹنے لگے لیکن میں نے وہیں بٹھا یا دیکھا کہ مسافرانہ لباس ہے خوش منظر و خوبصورت شخص ہیں میں بڑی بشاشت کے ساتھ ان کی طرف متوجہ رہا مگر اس سوال سے مجھے شرم آئی کہ پوچھوں وہ کون ہیں کہاں کے رہنے والے ہیں بالآخر درس شروع ہو گیا جو مسئلہ زیر بحث تھا اُس میں انہوں نے بھی ایسے الفاظ سے گفتگو کی کہ گویا موتی جھڑ رہے تھے جس سے میں مبہوت ہو گیا جب بحث ختم ہو چکی تو میں نے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں جواب دیا کہ شہر سلیمانیہ سے میں نے دریافت کیا کہ آپ کب چلے تھے فرمایا کل اُس وقت روانہ ہوا ہوں جب نجیب پاشانے بزور شمشیر اُس کو فتح کر لیا تھا اور احمد پاشا بابانی کو جس نے سرکشی کی تھی اور سلیمانیہ میں اپنی جداگانہ سلطنت کا دعویدار ہو گیا تھا گرفتار کر کے اس کے بھائی عبداللہ پاشا کو قائم مقام بنا دیا ہے۔ ان کا یہ کلام سُن کر میں متفکر ہو گیا حیرت تھی کہ حکام حلّے تک یہ خبر نہیں پہنچی اور یہ صاحب روز گزشتہ سلیمانیہ سے چل کر حلّے کس طرح پہنچ گئے حالانکہ ان دونوں کے درمیان تیز رفتار سوار کے لئے دس روز کا راستہ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے پانی طلب فرمایا خادم ظرف اٹھا کر پانی لینے کے لئے چلا ان صاحب نے اُس کو آواز دی کہ ایسا نہ کرنا اس ظرف میں مردہ حیوان ہے دیکھا تو اُس میں مری ہوئی چھپکلی پڑی تھی پس خادم نے ظرف بدلا اور پانی لے کر آیا جس کو انہوں نے پیا اور چلنے کے لئے کھڑے ہو گئے میں بھی ان کی وجہ سے اٹھا جب وہ چلے گئے تب میں نے ان لوگوں سے جو اُس وقت موجود تھے یہ سوال کیا کہ تم سب نے فتح سلیمانیہ کی خبر کو کیسے مان لیا اور کچھ نہ بولے انہوں نے جواب دیا کہ خود آپ نے بھی تو اعتراض نہیں کیا پھر حاجی علی مذکور نے راستہ کا واقعہ بیان کیا اور طالب علموں نے مسودۂ کتاب کا پڑھنا اور اُس وقت کی گفتگو بیان کی ان باتوں کو سُن کر میں نے ان سب سے کہا کہ جلدی باہر نکل کر دیکھو واللہ وہ صاحب الامر علیہ السلام تھے یہ سنتے ہی سب لوگ جستجو میں متفرق ہو گئے مگر کچھ پتہ نہ چلا اور کوئی نشان

نظر نہ آیا گویا کہ آسمان کی طرف بلند ہو گئے یا زمین کے اندر اُتر گئے پھر دس روز کے بعد فتح سلیمانیہ کی اطلاع حلّے میں پہنچی جس کا حکام نے اعلان کیا اور اس خبر پر حسب دستور توپیں چھوڑی گئیں۔

سیّد محمد ذی الدمعہ جن کی قبر کا ذکر اس واقعہ میں ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پوتے اور زید شہید کے فرزند ہیں جن کا نام بعض کتب انساب میں حسین بیان کیا گیا ہے اور لقب ذی الدمعہ بھی ہے اور ذی العبرہ بھی یہ دونوں ہم معنی ہیں یعنی آنسو والے چونکہ بڑے عابد و زاہد تھے نماز شب میں بہت رویا کرتے تھے اس لئے یہ القاب ہو گئے تھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تربیت و تعلیم میں رہے تھے ۱۲۵ھ میں وفات ہوئی صاحبُ الدّار حضرت حجّت علیہ السلام کے القاب مخصوصہ میں شمار کیا گیا ہے یعنی گھر والے۔ اس سے مراد خانۂ امامت ہے اور خوف کے زمانہ میں خواص مومنین بھی بیت رسالت و امامت کو لفظ دار سے تعبیر کیا کرتے تھے۔

۹۵

جناب ابن طاؤس علیہ الرحمۃ جن کا تذکرہ پہلے (واقعہ ۳۹ میں) ہو چکا ہے کتاب فرج الہموم میں فرماتے ہیں کہ میرے زمانہ میں ایسی جماعت رہی ہے جس نے حضرت حجّت علیہ السلام کو دیکھا ہے اور ان میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو ان عرضیوں کے جوابات حضرت کی طرف سے لائے جو خدمت مبارک میں پیش ہوتی رہی ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ خبر بھی ہے جس کی سچائی کا مجھ کو یقین ہے اور جس کے بیان کرنیوالے نے اپنا نام ظاہر کرنے کی مجھے اجازت نہیں دی وہ یہ کہ بارگاہ الٰہی میں اُس شخص کی برابر یہ دعا رہتی تھی کہ خداوند عالم اپنے تفضّل سے حضرت حجت علیہ السلام کی زیارت کا شرف عطا فرمائے چنانچہ اُس کو خواب میں بشارت ہوئی کہ فلاں وقت جس کی طرف اشارہ کر دیا گیا تھا حضرت کی زیارت ہو جائے گی جب وہ وقت آیا تو یہ مشہد مطہر حضرت موسےٰ کاظم علیہ السلام میں تھا پہلی پہچانی ہوئی آواز بھی سُنی اور حرم منور میں داخل ہو کر پائیں ضریح اقدس جا کر کھڑا ہوا دیکھا کہ ایک بزرگوار تشریف لائے جن کے متعلق قدرتی طور پر اُس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہی حضرت حجت علیہ السلام ہیں اور حضور

اقدس میں کچھ کلام کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

۹۶

جناب محمود میثمی نجفی اعلی اللہ مقامہ نے کتاب دارالسلام میں بیان فرمایا ہے کہ جب میرا قیام نجف اشرف میں تھا تو اپنی زندگی کے مآل کار اور آخری نتیجہ کو بہت سوچا کرتا تھا کیونکہ کچھ لوگوں کو یہ دیکھا کہ اول اول بہت نیک کردار رہے لیکن پھر ایسا ہوا کہ ان کے عقائد فاسد ہو گئے اور اسی حالت میں دنیا سے اٹھے ان خیالات میں میرا اندیشہ اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ باعث تشویش واضطراب ہونے لگا یہاں تک کہ ایک شب کو میں نے یہ خواب دیکھا کہ حضرت حجتؑ علیہ السلام مسجد ہندی میں تشریف فرما ہیں مخلوق جمع ہے جو چاروں طرف سے حضرت کو گھیرے ہوئے ہے اور میں اس انتظار میں دور کھڑا ہوا ہوں کہ حضرت کے باہر آتے وقت شرف یاب ہوں گا جو یکایک حضرت تشریف لانے لگے جس وقت مجھ سے قرب ہوا تو میں نے اپنے کو حضرت کے پا ہائے مبارک پر گرا دیا اور عرض کرنے لگا کہ مولا میں قربان یہ فرما دیجئے کہ میرا کیسا انجام ہوگا حضرت نے بڑی مرحمت کے ساتھ مجھ کو زمین سے اٹھایا اور متبسّم ہو کر فرمایا کہ بغیر تمہارے نہ جاؤں گا جس سے میں یہ مطلب سمجھا کہ تم ہمارے ساتھ بہشت میں جاؤ گے یہ بشارت سُن کر میں بہت مسرور ہوا اور اس خوشخبری کے بعد بیدار ہو کر مجھ کو ایسا اطمینان ہوا کہ کوئی اندیشہ نہ رہا یہ بات مکرّر بیانات میں پہلے آ چکی ہے کہ خواب میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہونا بالکل ایسا ہی ہے جیسے بیداری کی ملاقات۔

۹۷

صاحب کتاب دارالسلام تحریر فرماتے ہیں کہ ثقہ جلیل حاجی میرزا محمد رازی ساکن نجف اشرف کے مکان پر میں بیٹھا ہوا تھا اتفاقاً امام عصر علیہ السّلام کے تذکروں میں ان لوگوں کا بھی ذکر آ گیا جو حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اثناء کلام میں حاجی صاحب نے بیان کیا کہ میں حضرت کی زیارت کا ایسا مشتاق تھا کہ دل میں یہ کہا کرتا کہ اگر میرا شمار حضرت کے شیعوں میں

ہوتا تو ضرور بیداری میں یا خواب میں مجھ کو بھی زیارت کا شرف حاصل ہو جاتا افسوس ہے کہ میں اس لائق نہیں ہوں یہاں تک کہ جب میں آٹھویں امام علیہ السلام کی زیارت کے لئے مشہد مقدس حاضر ہوا اور شرف یاب ہونے کے بعد نجف پہنچا تو ایک رات کو میں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک صاحب مجھ سے فرما رہے ہیں کہ امام عصر علیہ السلام نجف تشریف لائے ہیں میں نے پوچھا کہاں تشریف رکھتے ہیں جواب دیا کہ مسجد ہندی میں یہ سنتے ہی فوراً جلدی سے مسجد کی طرف روانہ ہو گیا وہاں دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں لوگوں کا بے حد ہجوم ہے آگے بڑھنے کا راستہ نہیں مایوسانہ طور پر کھڑا رہا یکا یک دیکھا کہ حضرت نے سر مبارک بلند کر کے سارے مجمع پر نظر ڈالی اور ہاتھ کے اشارے سے مجھے اپنی طرف بلایا اُس وقت لوگوں نے مجھ پر حضرت کی یہ مہربانی دیکھ کر راستہ دیدیا میں قریب پہنچا تو ارشاد فرمایا کہ مشہد مقدس سے تمہاری واپسی کے وقت ہم بالاخانہ پر آئے لیکن تم نہ پہچانے یہ سن کر میں بہت متعجّب و منفعل ہوا اور میری آنکھ کھل گئی پھر تو اس خوشخبری پر بڑی خوشی میں اٹھا کہ عالم خواب و بیداری دونوں میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں اور اس نعمت عظمیٰ کے شکرانہ میں سجدۂ شکر بجالایا کہ میرا شمار بھی اُن لوگوں میں ہے جو بارگاہ معلّٰی میں حاضر ہو سکتے ہیں والحمدللہ۔

۹۸

شیخ جلیل وامیر زاہد ورام ابی فراس نے کتاب تنبیہ الخاطر میں فرمایا ہے کہ سیّد جلیل شریف ابوالحسن علی بن ابراہیم عریضی علوی حسینی نے یہ بیان علی بن نما کا مجھ سے نقل کیا کہ ابو محمد حسن بن علی۔ حمزہ اقاسی کہتے تھے کہ کوفہ میں ایک شیخ جن کا پیشہ کپڑے دھونا تھا بڑے زاہد و عابد مشہور تھے اور عبادت الٰہی و آثار صالحین کی پیروی میں گوشہ نشین ہو گئے تھے ایک روز اتفاقاً وہ میرے والد کے پاس آ گئے باتیں ہوتی رہیں یہاں تک کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شب کو میں تنہائی کے موقع پر عبادت کے لئے مسجد جعفی میں تھا کہ تین صاحبان داخل ہوئے جن میں سے ایک صاحب بیٹھ گئے اور داہنی بائیں جانب زمین پر ہاتھ پھیرا فوراً وہاں سے

پانی نکلنے لگا جس سے انہوں نے وضو فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو بھی وضو کے لئے اشارہ کیا انہوں نے بھی وضو کرلیا اور وہ صاحب آگے کھڑے ہو گئے ان دو شخصوں نے اُن کے پیچھے نماز جماعت پڑھی جب فارغ ہوئے تو میں نے اپنی داہنی طرف کے نمازی سے پوچھا کہ یہ صاحب کون ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یہ صاحب الامر علیہ السلام ہیں میں سُنتے ہی فوراً اٹھا حضرت کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا یا بن رسول اللہ شریف عمر بن حمزہ کے بارے میں کیا حکم ہے آیا وہ حق پر ہے! فرمایا نہیں مگر وہ ہدایت پائے گا اور اس وقت تک نہ مرے گا جب تک مجھ کو نہ دیکھ لے۔ پس شیخ مذکور نے جس زمانہ میں حضرت کی زیارت سے مشرف ہونے کا یہ واقعہ بیان کیا تھا اس کو مدت گزر گئی شریف عمر کا انتقال بھی ہو گیا مگر کہیں یہ خبر نہ سُنی کہ حضرت کو شریف نے دیکھا ہو لیکن ایک مرتبہ شیخ سے جو میری ملاقات ہوئی تو میں نے انہیں اُن کا یہ بیان یاد دلایا اور کہا کہ شریف عمر کا تو بغیر حضرت کی زیارت کئے ہوئے انتقال ہو گیا جس پر انہوں نے جواب دیا کہ تمہیں کیا معلوم کہ حضرت کو نہیں دیکھا اس کے بعد ہم شریف عمر کے بیٹے شریف ابوالمناقب سے ملے اور اس امر میں بات چیت کی تو انہوں نے کہا کہ ایک شب کو والد کے مرض الموت میں جب کہ قوت جواب دے چکی تھی میں ان کے پاس تھا سب دروازے بند تھے اُس وقت ایک صاحب داخل ہوئے میں تو خوف زدہ ہو گیا اور انہوں نے والد کے پاس بیٹھ کر آہستہ آہستہ کچھ باتیں کیں والد رونے لگے اور وہ صاحب اُٹھ کر چلے گئے اس کے بعد والد نے کہا کہ مجھے بٹھاؤ ہم نے انہیں اٹھا کر بٹھایا انہوں نے آنکھیں کھولیں اور کہنے لگے وہ صاحب کہاں ہیں جو تشریف رکھتے تھے ہم نے جواب دیا کہ وہ جدھر سے آئے تھے ادھر چلے گئے کہا کہ جلدی دیکھو ہم نے چاروں طرف نظر ڈالی دیکھا کہ دروازے بند ہیں اور کہیں کسی کا نشان نہیں تب ہم نے اُن سے دریافت کیا کہ یہ صاحب کون تھے انہوں نے کہا کہ یہ امام عصر وزماں حضرت صاحب الامر علیہ السلام ہیں اور یہ کہہ کر وہ بیہوش ہو گئے۔ یہ واقعہ بیان کرنے والے ابو محمد حسن اکابر سادات و شرفاء کوفہ سے گزرے ہیں اور مسجد جعفی مساجد کوفہ سے ایک مسجد تھی جس

ہیں امیر المومنین علیہ السلام نے بھی نماز پڑھی تھی۔

واقعات ادعیہ وزیارات

۹۹

ملحقات کتاب انیس العابدین میں مذکور ہے کہ ابن طاؤس علیہ الرحمتہ نے جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے سحر کے وقت سرداب مقدس میں حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دوستداران اہلبیتؑ کے لئے دعا کرتے ہوئے سُنا تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ پروردگارا ہمارے شیعہ ہماری شعاع نور اور ہماری بقیہ طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے ہماری محبت و ولایت و شفاعت کے بھروسہ پر بہت سے گناہ کئے ہیں جن کا ہم پر بار ہے ان لوگوں کی نسبت ہماری طرف ہے ہم پر ان کا اعتماد ہے ہم ان کے ضامن ہیں ہم ہی ان کا مرجع ہیں ہماری رضا اسی میں ہے کہ ان کے گناہوں کو معاف فرما اور آپس کے معاملات میں ان کی غلطیوں کو درست فرما اور ہمارے خمس سے ایسے مطالبات کا بدل فرما ان کو جنت میں داخل کرنا اور دوزخ کے عقاب و عذاب سے دور دوزخ کی آگ سے دور رکھنا ہمارے دوستوں کو ہمارے دشمنوں کے ساتھ ایک جگہ جمع کر کے اپنے غضب میں مبتلا نہ فرمانا۔

۱۰۰

ابن طاؤس علیہ الرحمتہ نے جمال الاسبوع میں ایسے شخص سے روایت کی ہے جس نے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی زیارت کی تھی اس نے ان جناب کو خواب میں نہیں بلکہ بیداری میں روز یکشنبہ جو امیر المومنین علیہ السلام سے منسوب ہے، اس طرح حضرت کی زیارت پڑھتے ہوئے دیکھا۔

اَلسَّلَامُ عَلَى الشَّجَرَةِ النَّبَوِيَّةِ وَالدَّوْحَةِ الْهَاشِمِيَّةِ الْمُضِيئَةِ الْمُثْمِرَةِ بِالنُّبُوَّةِ الْمُونِعَةِ بِالْإِمَامَةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلَى ضَجِيعَيْكَ آدَمَ وَنُوحٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ

الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَعَلَی الْمَلَائِکَةِ الْمُحْدِقِیْنَ بِكَ وَالْحَافِیْنَ بِقَبْرِكَ یَا مَوْلَایَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ هٰذَا یَوْمُ الْاَحَدِ وَهُوَ یَوْمُكَ وَبِاسْمِكَ وَاَنَا ضَیْفُكَ فِیْهِ وَجَارُكَ فَاَضِفْنِیْ یَا مَوْلَایَ وَاَجِرْنِیْ فَاِنَّكَ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الضِّیَافَةَ وَمَامُوْرٌ بِالْاِجَارَةِ فَافْعَلْ مَا رَغِبْتُ اِلَیْكَ فِیْهِ وَرَجَوْتُهُ مِنْكَ بِمَنْزِلَتِكَ وَاٰلِ نَبِیِّكَ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَنْزِلَتِهٖ عِنْدَکُمْ وَبِحَقِّ ابْنِ عَمِّكَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔

۱۰۱

ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے کتاب اقبال میں محمد بن ابی الرواورداسی سے نقل کیا ہے کہ ایک روز ماہِ رجب میں محمد بن جعفر دہان اور مسجد سہلہ گئے وہاں محمد نے کہا کہ مسجد صعصعہ بھی چلو جو بڑی مبارک مسجد ہے جہاں امیرالمومنین علیہ السلام اور دیگر حضرات علیہم السلام قدم رنجہ فرماتے رہے ہیں چنانچہ ہم اس مسجد میں گئے نماز وغیرہ پڑھ رہے تھے جو دیکھا کہ ایک شتر سوار آئے اور سایہ میں اونٹ باندھ کر داخل مسجد ہوئے، طولانی دو رکعت نماز پڑھی دعا کی سجدہ فرمایا اور اٹھ کر چلے گئے ابھی سوار نہ ہوئے تھے کہ محمد نے مجھ سے کہا کہ چلو ذرا ان سے دریافت کریں کون صاحب ہیں ہم ان کے پاس پہنچے اور سوال کیا کہ آپ کو خدا کی قسم یہ فرمایئے آپ کون ہیں جواب دیا کہ تمہیں خدا کی قسم تم یہ بتاؤ کہ مجھے کیا سمجھے ہو عرض کیا خیال یہ ہے کہ آپ حضرت خضرؑ ہیں فرمایا میں وہ ہوں جس کے دیکھنے کے خضرؑ بھی محتاج ہیں اور میں تمہارے زمانہ کا امامؑ ہوں۔

۱۰۲

شیخ محمد مشہدی نے کتاب مزار کبیر میں علی بن محمد بن عبدالرحمن شوستری سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میرا گزر قبیلۂ بنی رواس کی طرف ہوا ان میں سے بعض برادران نے مجھ سے خواہش کی کہ ہمیں مسجد صعصعہ لے چلو تاکہ وہاں نماز پڑھیں یہ رجب کا

مہینہ ہے جس میں ان مقامات مقدسہ کی زیارت مستحب ہے جہاں جہاں ہمارے آقا و سردار تشریف لاتے رہے ہیں انہیں میں ایک یہ مسجد بھی ہے پس ہم لوگ روانہ ہوئے دروازے پر پہنچ کر دیکھا کہ ایک اونٹ پشت پر پالان زانو بستہ بیٹھا ہے اندر داخل ہوئے تو یہ دیکھا کہ ایک صاحب حجازی لباس میں سر پر اہل حجاز کی طرح کا عمامہ بیٹھے ہوئے مشغول دعا ہیں ہم سنتے رہے اور وہ دُعا ہمیں بھی یاد ہوگئی اس کے بعد انہوں نے طولانی سجدہ کیا جس سے فارغ ہو کر کھڑے ہوئے اور اُس اونٹ پر سوار ہو کر چلے گئے اُس وقت میرے ایک رفیق نے کہا کہ یہ تو غالباً حضرت خضر علیہ السلام تھے ہمیں کیا ہو گیا کہ سب کی زبانیں بند رہیں اور کچھ نہ کہہ سکے۔ جب ہم واپس ہوئے تو راستہ میں محمد بن ابی الرواد رواسی ملے انہوں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آرہے ہو ہم نے جواب دیا کہ مسجد صعصعہ سے اور ساری کیفیت ان صاحب کی بیان کی جس کو سُن کر انہوں نے کہا یہ صاحب تو ہر دوسرے تیسرے روز اس مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور کسی سے کلام نہیں کرتے ہم نے ان سے پوچھا کہ پھر یہ کون ہیں وہ کہنے لگے کہ تم کیا سمجھتے ہو ہم نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ حضرت خضرؑ معلوم ہوتے ہیں انہوں نے کہا کہ واللہ میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ وہ ہیں جن کی زیارت کے حضرت خضر علیہ السلام بھی حاجت مند ہیں اور میرے ہمراہی نے بھی کہا کہ خدا کی قسم یہ تو حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ ہیں۔

۱۰۳

اخوند ملا محمد تقی مجلسی علیہ الرحمۃ جن کا پہلے (واقعہ ۲۱ میں) ذکر ہو چکا ہے کتاب شرح من لا یحضرہ الفقیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب خداوند عالم نے مجھ کو زیارت امیر المومنین علیہ السلام کی توفیق کرامت فرمائی تو مجھ پر حضرت کے برکات سے کچھ ایسے مکاشفات ہوئے جن کا تحمل کمزور عقلیں نہیں کر سکتیں اگر چاہوں تو کہہ سکتا ہوں کہ میں نے خواب و بیداری کی حالت میں یہ دیکھا ہے کہ سامرے میں ہوں

اور حضرات عسکریین علیہما السلام کی مبارک قبروں پر سبز بہشتی کپڑا پڑا ہوا ہے اور میرے مولا حضرت صاحب الامر علیہ السلام تکیہ کئے ہوئے تشریف فرما ہیں میں نے مداحوں کی طرح زیارت جامعہ پڑھنی شروع کر دی جب وہ ختم ہوئی تو حضرت نے فرمایا کیا خوب زیارت ہے آؤ بیٹھو میں نے عرض کیا کہ خلافِ ادب ہے فرمایا نہیں تم پیدل آئے ہو چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ اس صورت کے دیکھنے کے بعد بہت جلد ایسے اسباب مہیّا ہو گئے کہ میں پا پیادہ اس مشہد کی زیارت سے مشرف ہوا۔

۱۰۴

جنۃ الماوٰی میں عالم جلیل فاضل نبیل مولانا سید محمد رضوی نجفی معروف بہ ہندی کا یہ بیان نقل ہے کہ شب قدر کی پہچان کے لئے بعض روایات میں یہ عمل دیکھا کہ سورۂ دخان ہر شب کو ماہ رمضان میں تیئیسویں[۲۳] رات تک سو مرتبہ پڑھی جائے چنانچہ ایک مرتبہ میں نے بھی ایسا ہی کیا جب تیئیسویں شب آئی تو افطار کے بعد ہی سے میں نے پڑھنا شروع کر دیا یہاں تک کہ درمیان شب میں حرم امیرالمومنین علیہ السلام پہنچا زائرین کا اتنا ہجوم تھا کہ مشکل سے جگہ ملی سورہ حفظ تھا بیٹھا ہوا پڑھتا رہا اسی اثناء میں ایک جانب یہ دیکھا کہ ایک جوان عرب گندمی رنگ جن کی آنکھیں اور ناک بہت خوبصورت ہیں چہرے پر عظمت و ہیبت ہے اور کسی قبیلہ کے رئیس معلوم ہوتے ہیں بیٹھے ہوئے ہیں دل میں خیال آیا کہ اس وقت یہ بڑے آدمی یہاں کیوں ہیں کہاں کے رہنے والے ہیں کلید بردار وغیرہ میں کس کے مہمان ہیں ان کے آنے کی تو کوئی خبر وغیرہ بھی نہیں سُنی ساتھ ہی یہ تصور بھی ہونے لگا کہ کہیں امام زمانہؑ تو نہیں ہیں میں چہرے پر غور کرنے لگا اور وہ سکون و وقار کے ساتھ داہنے بائیں زائرین کی طرف متوجہ تھے اس وقت میرے آگے ایک عورت بھی اتنے قریب بیٹھی تھی کہ اُس کی پشت سے میرا گھٹنا مل رہا تھا جس پر متبسّم ہو کر میں نے ان کی طرف دیکھا کہ شاید وہ بھی دوسروں کے حسب عادت اس صورت پر کچھ ہنسیں مگر انہوں نے قطعاً تبسّم نہ کیا اس کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ ان سے دریافت کروں کہ وہ کون ہیں کہاں قیام ہے

لیکن اس قصد سے ہی میرا دل ہلنے لگا اور قلب کی ایسی حالت ہوئی کہ میں بے چین ہو گیا اور ممکن ہے اس تکلیف سے میرا چہرہ زرد ہوگیا ہو جس پر دل میں یہ دُعا کی کہ پروردگارا مجھ کو اس تکلیف سے نجات دے میں اپنے ارادے سے باز آیا ان صاحب سے کچھ سوال نہ کروں گا فوراً قلب میں سکون ہوگیا لیکن پھر ذرا سی دیر میں وہی خیال آیا کہ استفسار میں کیا مضائقہ ہے جس سے دوبارہ میری وہی کیفیت ہو گئی پھر دعا کی پھر سکون ہوگیا سورہ پڑھتا رہا اور ان کی صورت کو بھی دیکھتا رہا چہرے کے جمال و عظمت کی طرف نظر لگی ہوئی تھی جس نے پھر تیسری مرتبہ مجھ کو اسی سوال پر آمادہ کیا لیکن قصد کرتے ہی وہی کیفیت قلب پر طاری ہو گئی اور اس دفعہ ایسی تکلیف ہوئی جو پہلے نہ ہوئی تھی اب میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ ہرگز کچھ نہ پوچھوں گا جس وقت حالت ٹھیک ہو گئی تو میں نے یہ رائے قائم کہ ان سے جدا نہ ہونا چاہئے جب یہ کھڑے ہوں تو میں پیچھے پیچھے رہوں اور جس طرف بھی جہاں تک جائیں ان کا ساتھ نہ چھوڑوں اس سے ساری بات معلوم ہو جائے گی کیونکہ اگر یہ امامؑ نہیں ہیں تو شہر میں ضرور اپنی قیام گاہ تک پہنچیں گے اور اگر امام علیہ السلام ہیں تو نظر سے غائب ہو جائیں گے یہ سوچ کر میں ان کے اٹھنے کا انتظار کرتا رہا مگر وہ بہت دیر تک اس طرح بیٹھے رہے کہ ان کے اور میرے درمیان کوئی فاصلہ نہ تھا بلکہ ان کے لباس سے میرے کپڑے لگے ہوئے تھے میں یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح وقت معلوم ہو جائے کہ کیا بجا ہے مجمع کے شور میں حرم اقدس کے گھنٹے کی آواز نہ آتی تھی اس تجسّس میں میں نے یہ دیکھا کہ سامنے ذرا کسی قدر آگے ایک شخص کے پاس گھڑی ہے اس سے معلوم کرنے کے لئے میں کھڑا ہوا صرف ایک قدم آگے بڑھا تھا شاید دوسرا پاؤں اپنی جگہ پر تھا مگر وہ گھڑی والا نظر نہ آیا اور اس ہجوم میں کہیں اِدھر اُدھر ہو گیا جلدی جلدی سے پیچھے ہٹا تو دیکھا کہ وہ صاحب بھی تشریف فرما نہیں اس وقت میرا عجیب عالم تھا کہ اپنی بدقسمتی پر کفِ افسوس ملتا رہ گیا اور اٹھنے پر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہا بہت پشیمان ہوا۔

۱۰۵

جناب شیخ زین الدین علی بن یونس عاملی جن کی جلالت قدر و عظمت شان اس سے ظاہر ہے کہ شیخ ابراہیم کفعمی نے ان کو وحید عصر علّامہ دہر مہبط انوار جبروت فاتح اسرار ملکوت جامع کمالات متقدمین و متاخرین وغیرہ کے القاب سے یاد کیا ہے اپنی کتاب صراط مستقیم میں لکھتے ہیں کہ ہم چالیس آدمی سے زیادہ صاحبزادہ قاسم بن امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی زیارت گاہ کی طرف جا رہے تھے قریب ایک میل کے مسافت باقی تھی کہ ہم نے ایک سوار کو دیکھا جس سے ہمارے دلوں پر ہیبت طاری ہو گئی مگر آگے بڑھے جب اُس جگہ پہنچے جہاں وہ کھڑے تھے تو صرف گھوڑے کے نشانات نظر آئے اور وہ سوار دکھائی نہ دیئے ہر چند چاروں طرف دیکھا باوجودیکہ زمین ہموار تھی دھوپ نکلی ہوئی تھی کسی قسم کی کوئی چیز حائل نہ تھی لیکن کوئی نظر نہ آیا اور ہم اس تعجّب و حیرت میں رہ گئے کہ وہ امام عصر علیہ السلام تھے یا ابدال میں سے کوئی بزرگ تھے۔

امام زادہ قاسم کا مزار حلّہ سے آٹھ فرسخ ہے جہاں علماء کبار و مومنین اخیار کی آمد و رفت رہتی ہے، چودھویں بیان میں ابدال کا ذکر ہو چکا ہے۔

واقعاتِ عرائض

۱۰۶

صاحب جنۃ الماوےٰ فرماتے ہیں کہ عالم عابد صالح تقی مولانا سیّد محمد عاملی جبل عامل کی بستیوں میں سے جُبّ شیث کے رہنے والے تھے وہاں حکام جور کے کچھ ایسے مظالم ان پر ہوئے کہ پوشیدہ طور سے ان کو ایسی حالت میں نکلنا پڑا کہ بوجہ بے بضاعتی کے اس روز ان کے پاس ایک دن کا بھی سہارا نہ تھا کسی سے سوال کرنا نہ جانتے تھے وطن سے ہجرت کے بعد مدّت تک

مختلف اطراف میں گشت کرتے رہے اور ان ایام سیاحت میں انہوں نے بحالت خواب و بیداری عجیب عجیب باتیں دیکھیں یہاں تک کہ نجف اشرف میں مجاورت اختیار کر لی اور صحن اقدس کے ایک بالائی حجرے میں ان کو رہنے کا موقع مل گیا پانچ سال گھر چھوڑے ہوئے گزر گئے تھے کہ یہیں ان کا انتقال ہو گیا کبھی کبھی میرے پاس آیا جایا کرتے تھے اور اکثر اوقات دعاؤں کی کتابیں مجھ سے مستعار لے جاتے معیشت کی تنگی تھی وسعت رزق کی دُعائیں بہت پڑھا کرتے تھے اور ادعیۂ ماثورہ میں کوئی دُعا ان سے نہ چھوٹی تھی یہاں تک کہ ایک زمانہ تک برابر حضرت صاحب الامر علیہ السلام میں چالیس دن اس طرح حاجت عرض کی کہ ہر روز ایک عرضی لکھتے اور قبل طلوع آفتاب شہر سے باہر نکل جاتے اور تقریباً تین میل پر جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا اُس عریضہ کو مٹی میں بند کر کے حضرت کے وکلاء و نائبین میں سے کسی ایک کی سپردگی میں دے کر دریا میں ڈال دیتے اس عمل کو اڑتیس یا انتالیس روز گزرے تھے جو وہاں سے واپس ہو کر انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میں بہت ملول و رنجیدہ سر جھکائے جا رہا تھا کہ ایک صاحب عربی لباس میں میرے پیچھے سے آئے اور سلام کیا میں نے بہت معمولی طریقہ پر جواب تو دے دیا لیکن کچھ التفات نہ کیا وہ تھوڑی سی دور تک میرے ساتھ رہے اور میری بستی والوں کے لہجہ میں مجھ سے اس طرح خطاب کیا کہ سید محمد کیا بات ہے اتنے دن گزر گئے ہر روز طلوع آفتاب سے پہلے تم نکلتے ہو اور عریضہ پیش کرتے ہو کیا یہ خیال ہے کہ تمہارے امام کو تمہاری حاجت کی اطلاع نہیں ہے ان کے اس کلام سے میں بہت متعجب ہوا کہ آج تک میرے اس عمل کی نہ تو کسی کو خبر ہے نہ کوئی شخص جبل عامل کی طرف کا رہنے والا نجف میں ایسا ہے جس کو میں نہ جانتا ہوں یکایک میرے دل میں خیال آیا کہ یہ تو امام زماں علیہ السلام معلوم ہوتے ہیں۔ چونکہ یہ بات ہمیشہ سے کان میں پڑی ہوئی تھی کہ نرمی و نزاکت میں حضرتؑ کے دست مبارک کا کوئی ہاتھ مقابلہ نہیں کر سکتا اور یہ حضرت کے خصوصیات میں سے ہے اس لئے میں نے مصافحہ کرنا چاہا کہ صحیح اندازہ ہو جائے اور میں وہ

طریقہ اختیار کروں جو بارگاہ امام علیہ السلام میں ہونا چاہیئے پس میں نے ہاتھ بڑھائے مصافحہ کیا تو دست مبارک کو ویسا ہی پایا جیسا سُنا تھا پھر تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ حضرتؑ ہی ہیں اور اس وقت مجھ کو بڑی نعمت مل گئی اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا مگر جب ہاتھوں کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا تو کسی کو نہ پایا اور حضرتؑ نظر سے غائب ہو گئے۔

۱۰۷

کتاب فرج الہموم میں ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے اپنے جد مادری شیخ ورّام بن ابی فراس قدّس سرّہ جو زہاد علماء و اعیان فقہاء میں اولاد مالک اشتر سے تھے ان کے متعلق رشید ابوالعباس بن میمون واسطی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جس زمانے میں شیخ موصوف غم والم میں حلّہ سے کاظمین آ گئے تھے اور مقابر قریش میں ایک ہفتہ کم دو مہینے قیام رہا تھا میں بھی واسط سے آیا ہوا تھا شیخ سے ملاقات ہوئی اور سامرہ جانے کا میں نے ارادہ ظاہر کیا تو فرمایا کہ میں تمہارے ہاتھ اک رقعہ بھیجنا چاہتا ہوں وہ تم اپنے پاس رکھ لو رات کو جب سرداب مقدس میں پہنچو اور سوائے تمہارے وہاں کوئی باقی نہ رہے تو اس عریضہ کو قبّہ مبارکہ میں رکھ دینا پھر صبح کو جانا اور رقعہ نظر نہ پڑے تو اس کا ذکر کسی سے نہ کرنا چنانچہ میں نے وہ عرضی لیکر اپنے کپڑے میں باندھ لی اور سامرہ پہنچ کر حسب فرمائش تعمیل کی۔ صبح کو جاکر دیکھا تو وہاں عریضہ نہ پایا پس میں زیارات سے فارغ ہوکر اپنے وطن واپس آگیا اور شیخ مجھ سے پہلے ہی حلّے تشریف لے جا چکے تھے پھر جب موسم زیارات میں میں نے سفر کیا اور حلّے میں شیخ کے مکان پر ان سے ملا تو فرمایا کہ میری وہ حاجت پوری ہوگئی رشید ابوالعباس نے یہ بھی کہا کہ شیخ کی وفات سے لے کر جس کو تئیس برس ہوتے ہیں اب تک سوائے آج کے یہ واقعہ کسی سے میں نے بیان نہیں کیا۔

۱۰۸

ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے اسی کتاب میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک صاحب

نے جن کی میں تصدیق کرتا ہوں بیان کیا کہ حضرت حجّت علیہ السّلام کی خدمت میں پیش کرنے کے لیئے ایک عریضہ میں نے لکھا جس میں منجملہ دیگر ضروری امور کے یہ درخواست تھی کہ حضرت اپنے قلم مبارک سے جواب عطا فرمائیں میں اس عریضہ کو لیکر سرداب مقدس میں حاضر ہوا اور وہاں رکھ دیا لیکن بعد کو کچھ خائف ہوا اور اُس کو اُٹھا کر اپنے ساتھ لے آیا وہ شب شب جمعہ تھی میں تنہا صحن اقدس کے حجرے میں رہا قریب آدھی رات کے جلدی جلدی ایک خادم میرے پاس آیا اور کہا کہ اپنی وہ تحریر دیدو یہ سن کر میں اٹھا اور نماز کے لئے طہارت کرنے لگا جس میں کچھ تاخیر ہوئی پھر باہر نکلا تو نہ خادم نظر آیا نہ مخدوم۔

۱۰۹

صاحب نجم ثاقب آقا نوری طبرسی نے یہ واقعہ عالم فاضل جناب میرزا محمد حسین نائینی اصفہانی فرزند ارجمند جناب شیخ الاسلام میرزا عبدالرحیم نائینی سے سُنا ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ میرا حقیقی بھائی میرزا محمد سعید جو آج کل تحصیل علوم دینیہ میں مشغول ہے تقریباً ۱۲۸۵ھ میں اوس کے پاؤں میں اک درد پیدا ہوا جس کی تکلیف روز بروز بڑھتی رہی پشت قدم پر ورم آگیا، اور ایسی کجی ہوگئی جس نے چلنے پھرنے سے مجبور کر دیا میرزا احمد طبیب پسر حاجی عبدالوہاب بلائے گئے اُن کا علاج ہوا ورم جاتا رہا کجی بھی دور ہوگئی لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ مادہ اُبھر کر اول زانو اور پنڈلی کے درمیان ظاہر ہوا پھر اُسی پاؤں کی ران اور شانہ میں ایسا پھیلا کہ یہ سب زخم بن گئے پیپ نکلنے لگی ہر چند طرح طرح کے علاج ہوتے رہے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ روز بروز زیادتی ہوتی رہی زخموں کی ایسی تکلیف تھی کہ حرکت نہ ہوسکتی تھی کمزوری کی یہ نوبت کہ سوائے پوست و استخوان کے کچھ باقی نہ رہا تھا کم و بیش ایک سال اسی حالت میں گزر گیا والد بہت پریشان تھے اسی زمانہ میں وبائی مرض بھی ایسا پھیلا کہ ہم لوگوں کو اپنی بستی چھوڑ کر دوسرے گاؤں میں جانا پڑا گیا وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریب کی دوسری آبادی میں ایک حاذق جرّاح آغا یوسف ٹھہرا ہوا ہے اُس کو

بلایا گیا وہ آیا مریض کو دیکھا لیکن دیکھنے کے بعد خاموش ہوگیا والد تو وہاں سے ہٹ گئے صرف میں اور میرے ماموں حاجی میرزا عبدالوہاب بیٹھے رہے ان سے چپکے چپکے جرّاح کی کچھ باتیں ہوتی رہیں بعض کلمات میرے کان میں بھی پڑے جن سے میں یہ سمجھا کہ جرّاح مریض سے مایوس ہے اور اس خیال سے پوشیدہ طور پر گفت گو ہو رہی ہے کہ شاید میں والدہ کو خبر کر دوں اور وہ بے چین ہو جائیں اِتنے میں والد بھی واپس آگئے اور جرّاح نے ان سے کہا کہ اول آپ کو اس قدر رقم دینی ہوگی تب میں علاج شروع کر سکتا ہوں والد نے انکار کیا کہ میں پیشگی کچھ نہیں دے سکتا اس مطالبہ سے جرّاح کا بھی یہ مطلب تھا کہ مریض ناقابل علاج ہو چکا ہے نہ یہ دیں گے نہ میں علاج کروں گا چنانچہ وہ اٹھ کر چلا گیا اور والد و والدہ بھی اُس کے اس حیلہ کو سمجھ گئے کہ یہ شرط لگانا جرّاح کا صرف بہانہ تھا اور وہ باوجود اپنے کمال و حذاقت کے علاج سے مایوس اور صحت سے نا اُمید ہے اور اب کامیابی کی کوئی صورت نہیں ہے لیکن میرے ایک دوسرے ماموں میرزا ابوطالب جو بڑے متقی و پرہیزگار اور اس عمل میں مشہور تھے کہ لوگوں کو بلا و مصیبت کی شدت کے وقت امام عصر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے عریضے لکھ کر دیا کرتے تھے جن کا اثر بہت جلدی ظاہر ہوتا ان سے میری والدہ نے بھی اپنے لڑکے کی شفا کے لئے یہ عریضہ لکھنے کی خواہش ظاہر کی انہوں نے جمعہ کے روز وہ استغاثہ کا رقعہ لکھ کر والدہ کو دیا والدہ سے جس طرح ہو سکا اپنے بیٹے کو لے کر ایک کنوئیں پر پہنچیں جو بستی سے نزدیک تھا بیمار نے وہ رقعہ ڈالا والدہ سنبھالے ہوئے تھیں اس وقت دونوں پر ایسی رقت طاری تھی کہ بہت زور سے رو رہے تھے عریضہ ڈالنے کا وقت روز جمعہ کی آخر ساعت تھی اس سے چند روز بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ تین صاحبان گھوڑوں پر سوار صحرا کی طرف سے ہمارے گھر کی جانب آرہے ہیں یہاں تک کہ وہ اندر داخل ہو گئے اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ آگے آگے تشریف لانے والے حضرت حجّت علیہ السّلام ہیں اور میرے بھائی کی صحت کے لئے تکلیف فرمائی ہے جو اپنے بستر پر پڑا ہے حضرتؑ اُس کے قریب آئے دست مبارک میں نیزہ تھا جس کو اُس کے بدن پر رکھ کر فرمایا کہ کھڑا ہو جا

تیرا ماموں سفر سے واپس آگیا ہے جس سے میں یہ سمجھا کہ اس کلام سے حضرت کی مراد ہمارے ماموں میرزا علی اکبر کے آنے کی خوشخبری ہے جنہوں نے بسلسلہ تجارت سفر کیا تھا اور عرصہ دراز سے ان کی کوئی خبر نہ ملی تھی اس سے بھی ہم لوگ پریشان تھے پس حضرت کے اٹھانے پر میرا بھائی کھڑا ہوگیا اور جلدی سے ماموں کے استقبال کے لئے دروازے کی طرف دوڑا۔ یہ خواب دیکھ کر جب میری آنکھ کھلی تو صبح طالع ہوچکی تھی میں تیزی کے ساتھ اٹھا اور بھائی کے پاس پہنچا اور اُس کو یہ کہہ کر میں نے جگایا کہ حضرت حجت علیہ السلام تشریف لائے تھے تم اچھے ہو گئے میرے اس کہنے پر والدہ کی بھی آنکھ کھل گئی اور وہ چیخیں کہ رات بھر بے چینی میں کٹی ہے ذرا سونے دیا ہوتا تب میں نے ان سے عرض کیا کہ دیکھ لیجئے مولا نے اس کو ٹھیک کر دیا ہے اس وقت میں نے ہاتھ پکڑ کے بھائی کو کھڑا کر دیا، یا تو اُس کی یہ حالت تھی کہ کتنے زمانہ سے آج رات تک زمین پر قدم نہ رکھا جاتا تھا ہلنے کی طاقت نہ رہی تھی یا یکایک یہ صورت ہو گئی کہ اُس نے حجرے کے اندر ٹہلنا شروع کر دیا۔ تھوڑی سی دیر میں یہ خبر ساری بستی میں پھیل گئی اور سارے عزیز قریب دوست آشنا یہ حال سن کر آنے لگے سب کی عقلیں دنگ تھیں اور میں ان لوگوں سے اپنا خواب نقل کرتا جاتا تھا۔ مجھ کو اس پر بڑی خوشی تھی کہ میں نے ہمت کر کے بھائی کو سوتے سے جگایا اور شفا کی ایسی خوشخبری دی کہ اسی روز سے خون کا پیپ کا نکلنا بند ہوگیا اور ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ سب زخم بھر گئے ادھر بھائی اچھا ہوا اور چند روز بعد وہ ماموں بھی بخیر و عافیت واپس آگئے۔ اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد میرزا نائینی نے یہ بھی فرمایا کہ جن اشخاص کے نام اس حکایت میں ذکر ہوئے ہیں سوائے والدہ اور جراح مذکور کے سب اس وقت زندہ و موجود ہیں۔

۱۱۰

قطب راوندی نے کتاب خرائج میں ابوالقاسم جعفر بن محمد قولویہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے جس کو مجلسی علیہ الرحمۃ نے بھی بحارالانوار میں بیان فرمایا ہے

کہ ۳۳۷ھ میں جب قرامطہ کے جھگڑوں کے بعد حجراسود کو اپنی جگہ پر نصب کرنے کا مسئلہ درپیش تھا میں بغداد آیا اور مصمم قصد تھا کہ مکّہ پہنچوں تاکہ حجراسود کو اٹھا کر اس کی جگہ میں رکھنے والے کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں کیونکہ کتب معتبرہ میں ہے کہ معصوم وامام وقت ہی حجراسود کو اُس کے مقام پر نصب کرسکتا ہے جیسا کہ حجاج کی غارت گری کے بعد ہو چکا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السّلام نے اُس کو نصب فرمایا تھا لیکن اتفاقاً میں ایسا بیمار ہوا کہ زندگی کی امید نہ رہی اور میں نے مکّہ جانے کے لئے ابن ہشام کو اپنا قائم مقام کیا اور ایک عریضہ لکھ کر اس پر مہر کردی جس میں اپنی عمر کے متعلق سوال کیا تھا اور یہ کہ آیا اسی مرض میں رخصت ہو جاؤں گا یا ابھی کچھ مہلت ہے میں نے ابن ہشام سے اچھی طرح کہدیا کہ جس کو یہ دیکھو کہ اس نے حجراسود اٹھا کر رکھا ہے اسی کو میری یہ تحریر دینا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ جب میں مکّہ پہنچا تو دیکھا کہ خدام خانہ کعبہ اس ارادہ میں ہیں کہ حجراسود نصب کریں میں نے چند آدمیوں کو کچھ دے دلا کر اس کا انتظام کیا کہ مجھ کو وہاں جگہ مل جائے اور ایک ایسا شخص میرے ساتھ رہے جو لوگوں کے ہجوم کو ہٹا سکے۔ پس صورت یہ ہوئی کہ مختلف گروہ آرہے تھے اور چاہتے تھے کہ حجراسود کو اُس کی جگہ رکھ دیں مگر جب ہاتھ لگاتے اس میں لرزہ پیدا ہو جاتا اور اٹھانے سے قاصر رہتے بالآخر ایک خوش رو گندم گوں جوان آئے اور تنہا انہوں نے اٹھا کر اُس کی جگہ پر رکھ دیا اور بالکل اس میں اضطرابی کیفیت پیدا نہ ہوئی اس کے بعد وہ جوان مجمع سے نکل کر چلنے لگے میری نظر ایک طرف تو ان پر جمی ہوئی تھی دوسری طرف لوگوں کو ہٹا ہٹا کر نکل رہا تھا یہاں تک کہ ہجوم کم ہوا اور وہ ایک جگہ کھڑے ہو گئے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ رقعہ لاؤ میں نے دے دیا انہوں نے بغیر اس کو دیکھے فرمایا کہ اس مرض میں کوئی خوف نہیں ہے اور ناگزیر وقت جس سے چارہ نہیں تیس برس کے بعد آئے گا۔ یہ سُن کر ہیبت و دہشت سے میری ایسی حالت ہوئی کہ طاقت گویائی نے جواب دیدیا کچھ نہ کہہ سکا اور وہ نظر سے غائب ہو گئے۔ میں نے مکّہ سے واپس ہو کر سارا واقعہ ابوالقاسم جعفر سے بیان کر دیا اور وہ اُسی سال تک

زندہ رہے جس کی خبر ملی تھی جب وہ زمانہ آیا تو انھوں نے وصیتیں کر دیں کفن بھی تیار کر لیا قبر بھی درست کر لی یہاں تک کہ بیمار ہوئے لوگ عیادت کو آتے تو کہتے کہ عنقریب تندرست ہو جاؤ گے بیماری ایسی نہیں ہے جو ناامید ہو تو وہ جواب دیتے کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ وقت آگیا ہے چنانچہ اسی مرض میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

واقعات جزائر

۱۱۱

کتاب نور العیون میں آقا میرزا محمد تقی الماسی سے جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ اہل بغداد سے ایک مرد صالح نے جو اس وقت ۱۱۳۶ھ میں بقید حیات ہیں بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم کچھ لوگ بحری سفر میں تھے اتفاقاً ایسا طوفان آیا کہ کشتی ٹوٹ گئی اور سوائے میرے سارے مسافر ڈوب گئے صرف میں اک شکستہ تختے سے لپٹا ہوا زندگی سے مایوس دریا کے ایسے کنارے پر پہنچ گیا جہاں پہاڑ تھا اور جسکی ایک طرف پانی سے خالی تھی اور وہ صحرا پھولوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا اُس پہاڑ پر میں نے چڑھنا چاہا کچھ راستہ طے کیا تھا کہ تقریباً بیس گز کی ایسی چکنی چٹان آ گئی جس پر قدم نہ جمتا تھا اور اُس سے گزرنا کسی طرح ممکن نہ تھا ابھی اسی حیرت میں تھا کہ کیا کروں کیا نہ کروں جو ایک بہت بڑا موٹا سانپ میری طرف بڑھتا دکھائی دیا جس سے میں بھاگا اور بارگاہ الٰہی میں فریاد کی کہ پروردگارا جس طرح تو نے مجھے غرق سے نجات دی ہے اسی طرح اس سے بچا دے یکایک میں نے یہ دیکھا کہ ایک جانور خرگوش کی صورت کا پہاڑ کی چوٹی سے آیا اور سانپ کی طرف جھپٹ کر اُس نے کوئی چیز انگلی کے برابر اپنے منہ سے نکالی اور سانپ کے سر میں گھسا دی پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ لگا دی اور فوراً چلدیا اب جو میں نے دیکھا تو وہ سانپ مر چکا تھا اسی وقت اس کا گوشت پگھل پگھل کر پانی کی طرح بہنے لگا اور اُس عظیم الجثہ سانپ کی ہڈیوں کا صرف ایسا ڈھانچہ باقی رہ گیا جو اُس چکنے پتھر سے گزرنے کے لئے مجھ کو سیڑھی

کا کام دے سکتا تھا چنانچہ خدا پر توکل کر کے اُس کے ذریعہ سے میں اوپر چڑھ گیا اور ایسی بلندی پر پہنچا جہاں سے جانب قبلہ ایک سرسبز و شاداب باغ نظر آیا اُس کی طرف بڑھا دیکھا کہ بڑے بڑے پھل دار درخت ہیں درمیان میں عالیشان مکان ہے اسی اضطراری حالت میں کچھ پھل توڑ کر میں نے کھائے اور خاموشی کے ساتھ ایک گوشہ میں بیٹھ گیا پھر دیکھا کہ ایک طرف سے چند سوار آئے جن کے آگے آگے جو صاحب تھے وہ بڑے حسن و جمال اور شوکت و جلال والے معلوم ہوتے تھے جس سے میں سمجھا کہ یہ ان سب کے سردار ہیں وہ لوگ گھوڑوں سے اترے اور وہ بزرگ صدر مقام پر تشریف فرما ہوئے باقی آدمی نہایت ادب کے ساتھ اُن کے گرد بیٹھ گئے کھانا آیا جس پر انہیں بزرگ نے فرمایا کہ فلاں طرف اک مہمان بیٹھا ہوا ہے اس کو بھی بلا لو چنانچہ ایک شخص نے آکر مجھے چلنے کے لئے کہا میں نے ڈر کے مارے معافی چاہی اور نہ گیا تب ان کے سردار نے حکم دیا کہ اُس کو وہیں کھانا پہنچا دو کھانا آ گیا جب کھا چکا اور وہ صاحبان بھی فارغ ہو گئے تو دوبارہ مجھ کو طلب کیا گیا میں پہنچا تو انہیں بزرگ نے میری کیفیت پوچھی میں نے سارا قصہ بیان کیا جس کو سُن کر انہوں نے فرمایا کہ کیا تم اپنے اہل و عیال میں جانا چاہتے ہو میں نے عرض کیا کہ یہی آرزو و خواہش ہے تب انہوں نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کے وطن تک اس کو پہنچا دو اس کے بعد وہ راہبر اور میں ساتھ ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئے ابھی تھوڑا سا راستہ چلے تھے کہ میرے ساتھی نے کہا کہ وہ دیکھو یہ سامنے بغداد کی شہر پناہ ہے میں نے دیکھا تو واقعی وہاں کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں بس اتنا کہہ کر میرے ہمراہی فوراً آنکھوں سے غائب ہو گئے اُس وقت مجھ کو یقین ہو گیا کہ وہ سردار بزرگ جن سے باغ میں ملاقات ہوئی میرے آقا و مولا حضرت حجّت علیہ السلام تھے اور یہ میری بدنصیبی کہ حضرت کے فیوض و برکات و خدمات سے محروم رہا اس کے بعد انتہائی حسرت و ندامت کے ساتھ شہر میں داخل ہوا اور اپنے گھر پہنچ گیا۔

۱۱۲

علاّمہ فہامہ آقا سیّد نعمۃ اللہ جزائری علیہ الرحمۃ جلیل القدر عالم گزرے ہیں

سنہ ۱۰۵۰ھ میں ولادت اور سنہ ۱۱۱۲ھ میں وفات ہوئی چار سال کی عمر تھی جو پڑھنا شروع ہوا ایک سال کے اندر قرآن ختم کیا نحو صرف پڑھنے میں مشغول ہوئے آٹھ سال کی عمر میں مقدمات طے کر لئے اس کے بعد نو برس شیراز میں تحصیل علم فرمائی وہاں سے واپس ہو کر ایک سال اپنے وطن جزائر میں رہے پھر اصفہان آگئے اس وقت وہاں علمی بہار تھی ساٹھ جامع الشرائط مجتہدین تشریف رکھتے تھے آٹھ سال اکابر علماء کی مجالس میں شرکت رہی۔ مجلسی علیہ الرحمتہ کے ایسے بلند پایہ شاگرد تھے کہ تالیف بحارالانوار میں مددگار رہے ہیں آپ کی مصنفہ کتابیں علماء عرب و عجم میں مقبول ہیں منجملہ ان قابلِ قدر تصنیفات کے انوار نعمانیہ و زہر الربیع و قصص الانبیاء بہت زیادہ مشہور ہیں۔

علامہ موصوف نے کتاب مقامات میں تحریر فرمایا ہے کہ میرے ایک بڑے معتمد برادر نے شوستر میں مجھ سے یہ ذکر کیا کہ جس زمانہ میں ہم کچھ لوگ دریائے ہند کے سفر میں تھے اور بحری عجائبات کے متعلق آپس میں گفتگو ہو رہی تھی تو ایک معتبر ولائق اعتماد رفیق سفر نے اپنے قابل وثوق شخص کا یہ بیان نقل کیا جس کا مکان ساحل دریا کی ایک آبادی میں تھا کہ اس ساحل سے یک روزہ مسافت پر ایک جزیرہ تھا جہاں سے میوے اور ایندھن اس ساحل پر لائے جاتے تھے ایک مرتبہ بعض اشخاص اس جزیرے کے قصد سے کشتی پر سوار ہو کر چلے تو درمیان دریا میں پہنچنے کے بعد ایسی ہوا کا مقابلہ ہوا جس نے مقصد سے ہٹا دیا اور کشتی کہیں سے کہیں نکل گئی یہاں تک کہ نو دن اسی حالت میں گزر گئے کھانے پینے کا سامان صرف ایک روز کا ساتھ تھا بھوک کے مارے مرنے لگے بالآخر کشتی کسی دوسرے جزیرے کے کنارے پر پہنچ گئی وہاں اترے اور آبادی میں داخل ہو کر کھایا پیا دیکھا کہ بڑی رونق کا مقام ہے جہاں نہایت خوشگوار پانی طرح طرح کے میوے قسم قسم کے درخت ہیں ایک روز وہاں رہے اور بقدر ضرورت سامان لے کر روانہ ہو گئے جب ساحل سے کچھ دور نکل گئے تو دیکھا کہ ایک آدمی ان میں کا رہ گیا ہے اس نے آوازوں پر آوازیں دیں مگر ساتھی لوگ واپسی پر قادر نہ ہوئے اور یہ دیکھا کہ اُس نے لکڑیوں کا ایک گٹھا بنا کر اور اُس پر سینہ رکھ کر اپنے کو دریا میں ڈال دیا ہے اور اس کوشش میں ہے کہ

کسی طرح کشتی تک پہنچ جائے لیکن چلتے چلتے رات کا اندھیرا حائل ہوگیا جس کے بعد کشتی والوں کو خبر نہ مل سکی کہ کیا ہوا اور کہاں گیا یہ لوگ بھی مہینوں کے بعد اپنے وطن پہنچ سکے اور اُس کے گھر والوں کو صورت واقعہ سے مطلع کیا جس پر وہ رونے پیٹنے لگے اور سب یہ سمجھ گئے کہ وہ ختم ہوگیا لیکن ایک سال یا اس سے بھی کچھ زیادہ زمانہ گزرنے کے بعد وہ شخص واپس آیا جس سے سب لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور کشتی والے سارے رفقاء سفر جمع ہوگئے اُس وقت اس نے اپنا حال اس طرح بیان کیا کہ رات کی تاریکی میں تم لوگوں کی کشتی دکھائی نہ دینے کے بعد میری یہ حالت ہوگئی تھی کہ موجیں اس طرف سے اُس طرف پھینک رہی تھیں دو روز اسی صورت میں گزرے بالآخر عصر کے وقت خداوند عالم کی مہربانی سے ایک جزیرے میں پہنچ کر اس کا شکر ادا کیا اور ہوش وحواس درست ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہاں بڑی بڑی عمارتیں ہیں جن کے سلسلہ میں ایک ایسی جگہ میں بیٹھ گیا جو نظروں سے دور تھی کچھ سوار آئے اور ایک مقام پر اتر کر انہوں نے بہترین فرش کیا کھانا وغیرہ تیار کرنے میں مشغول ہو گئے جب فارغ ہوگئے تو دیکھا کہ ایک اور سوار آئے جو سفید وسبز کپڑے پہنے ہوئے تھے اُن کے رخساروں سے نور چمک رہا تھا اُن کے سامنے کھانا حاضر کیا گیا اور فراغت کے بعد مجھ کو آواز دی اے فلاں پسر فلاں یہاں آؤ اس سے میں بہت متعجب ہوا اور ان کے سامنے پہنچا انہوں نے کھانا کھلایا جو ایسا لذیذ گویا کہ وہ طعام جنّت تھا صبح کو وہ سب صاحبان سوار ہوگئے اور مجھ سے فرما گئے کہ تم یہیں منتظر رہنا پھر عصر کے وقت وہ واپس آئے اسی طرح چند روز میرا وہاں قیام رہا ایک دن ان صاحب نے جو سب سے زیادہ نورانی صورت تھے مجھ سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہیں رہو ورنہ تمہیں کسی کے ساتھ تمہارے شہر بھیج دیا جائے اُس وقت بدنصیبی سے میں نے اپنے گھر پہنچنا پسند کیا جب رات ہوگئی تو انہوں نے میرے لئے سواری کا حکم دیا اور اپنا ایک آدمی میرے ساتھ کیا چنانچہ ہم دونوں روانہ ہوگئے اگرچہ خیال یہ تھا کہ یہاں سے وطن تک کئی مہینے کی مسافت ہے لیکن تھوڑا حصہ رات کا گزرا تھا جو کتّوں کے بھونکنے کی آواز سنائی دی جس پر میرے ساتھی نے کہا کہ یہ تمہارے

یہاں کے کتے ہیں اور ذرا سی دیر میں میں اپنے گھر کے دروازے پر پہنچ گیا اس وقت میرے ہمراہی کہنے لگے کہ اتر جاؤ یہ تمہارا ہی مکان ہے مگر تم بڑے خسارے میں رہے وہ صاحب جن کے حکم سے تم یہاں پہنچے حضرت صاحب الزمان علیہ السّلام ہیں۔ بس یہ کہتے ہی وہ میری نظر سے غائب ہو گئے اور میں اپنی تقصیر پر نادم و پشیمان ہوں۔

۱۱۳

نجم ثاقب میں کتاب تعازی تالیف شریف زاہد ابو عبداللہ محمد بن علی علوی حسینی سے یہ واقعہ نقل ہے جو عالم اجل کمال الدین احمد بن محمد بن یحییٰ انباری نے شب پنجشنبہ ۱۰ ماہ رمضان ۵۴۳ھ کو مدینۃ السلام میں اپنے مکان پر بیان کیا کہ سال گذشتہ رمضان کے مہینہ میں ایک روز ہم وزیر عون الدین یحییٰ بن ہبیرہ کے یہاں تھے افطار کے بعد اکثر حاضرین تو اجازت لیکر چلے گئے مگر بعض خاص صاحبان اُس کے حکم سے بیٹھے رہے ایک صاحب جن سے میں ناواقف تھا وزیر اُن کی بڑی تعظیم و تکریم کر رہا تھا اس صحبت میں طرح طرح کی باتیں ہوتی رہیں مختلف مذاہب کے تذکرے بھی آئے وزیر نے شیعہ مذہب کی بہت مذمت کی اور شیعوں کی اقلیت کا ذکر کرتے ہوئے کہنے لگا الحمد للہ یہ لوگ بہت قلیل اور خوار و ذلیل ہیں اس پر وہی صاحب جن کی توقیر وزیر کر رہا تھا کہنے لگے کہ اگر اجازت ہو تو شیعہ مذہب کے متعلق اپنی آنکھوں کا دیکھا ہوا ایک واقعہ بیان کروں وزیر سوچنے لگا بالآخر اجازت دے دی جس کے بعد اول ان صاحب نے یہ ظاہر کرنا چاہا کہ کسی دین و ملت کے لئے کثرت و قلت حق و باطل کی دلیل نہیں ہو سکتی میں شہر باہیہ میں پلا بڑھا ہوں جس کے اردگرد بارہ سو دیہات ہیں اور وہاں اتنی کثرت سے آبادی ہے جس کا شمار نہیں ہو سکتا اور وہ سب کے سب نصرانی ہیں انہیں حدود میں بہت سے بڑے بڑے جزیرے ہیں جہاں کے رہنے والے سب عیسائی مذہب کے لوگ ہیں ان کی آبادیوں کا سلسلہ نوبہ و حبشہ و بربر تک پہنچتا ہے افرنج و روم و شام و عراق و حجاز

کے نصرانی اس کے علاوہ رہے پس ان کی کثرت کے مقابل مسلمانوں کی وہی نسبت ہے
جو اہل بہشت کی اہل دوزخ کے مقابلہ میں ہو سکتی ہے۔ پھر انہوں نے اپنے کلام
کا رخ بدل کر یہ دکھایا کہ اگر کسی مذہب کے لوگوں کی کثرت اُس کے حق ہونے کی
دلیل ہو سکتی ہے تو شیعوں کی تعداد دیگر مذاہب کے لوگوں سے کہیں زیادہ ہے جس
کے ثبوت میں انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا کہ اب سے بیس اکیس برس پہلے ہم لوگوں نے
جن میں میرے والد بھی تھے بقصد تجارت بحری سفر اختیار کیا اتفاقی بات یہ ہوئی کہ
بحکم رب قدیر رہنمائے تقدیر نے ہماری کشتی کو ایسے جزیروں میں پہنچا دیا جن کا
پہلے کبھی ذکر بھی نہ سُنا تھا ناخدا سے اُن کے نام معلوم کرنا چاہے تو اُس نے
کہا کہ اس معاملہ میں آپ اور میں یکساں ہیں میں نے ان اطراف کو آج تک کبھی نہیں دیکھا
تھا ہم لوگ کشتی سے اُتر کر جب پہلے شہر میں پہنچے تو دیکھا کہ بڑی رونق کی آبادی ہے
آب و ہوا نہایت لطیف ہے وہاں کے رہنے والے نہایت پاک و پاکیزہ معلوم
ہوتے ہیں جن سے ہم نے اس شہر کا اور وہاں کے عالم کا نام دریافت کیا انہوں نے
کہا اس شہر کا نام مبارکہ ہے اور یہاں کے بادشاہ کو طاہر کہتے ہیں جن کا دارالسلطنت
مقام زاہرہ ہے وہاں کا دریائی راستہ دس دن کا اور صحرائی راستہ پچیس روز کا ہے یہاں
کوئی سرکاری ملازم نہیں صرف ایک حاکم ہیں اور یہاں کے تاجران کے پاس جا کر اپنا
خراج پیش کر دیتے ہیں چنانچہ کچھ لوگوں نے ہمیں حاکم کے مکان تک پہنچا دیا ہم نے
دیکھا کہ ایک صاحب صوفی صفت ذی حشمت پشمین کپڑا اوڑھے نیچے عبا پہنے
ہاتھ میں قلم سامنے کتاب کھلی ہوئی بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے ہیں اُن کی اس
وضع قطع سے ہمیں تعجب ہوا ہم نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور عزّت کے ساتھ
دریافت کیا کہ آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں ہم نے صورت حال بیان کی فرمایا کہ
کیا آپ سب لوگ مسلمان ہیں عرض کیا کچھ مسلمان ہیں کچھ نصرانی و یہودی ہیں
فرمایا کہ یہودی و نصرانی اپنا جزیہ دیکر چلے جائیں اور مسلمان ٹھہرے رہیں پس
میرے والد نے اپنی اور میری اور تین دوسرے نصرانیوں کی طرف سے ادائیگی کر دی
نو نفر یہودیوں نے بھی جزیہ دیدیا اور مسلمانوں سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اپنے عقائد
بیان کرو چنانچہ سب کے عقیدے سُننے اور سُننے کے بعد فرمایا کہ تم کیسے مسلمان ہو

اس کے لئے تو خدا پر اور اس کے رسول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وصی رسول علی مرتضٰیؑ اور مولا صاحب الزّمان تک جملہ اوصیاء پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھنا ضروری ہے یہ سُن کر وہ لوگ بہت پریشان ہوئے اور حاکم سے درخواست کی کہ ہماری تحریری حقیقت حال کے ساتھ ہم لوگوں کو بارگاہ سلطانی میں بھیجدیا جائے شاید وہاں کشائش کی کوئی صورت نکل آئے حاکم نے منظور کر لیا اور زاہرہ جانے کا حکم دیدیا اور یہ آیت پڑھی لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط پ ع ۱ یعنی تاکہ جو شخص ہلاک و گمراہ ہو وہ حق کی پوری حجتّ کے بعد ہلاک ہو اور جو زندگی و ہدایت پائے وہ حجتّ تمام ہونے کے بعد زندہ رہے۔ پس مسلمانوں کو اس فکر میں مبتلا دیکھ کر ہم نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ جن کا ہمارا اتنے دنوں ساتھ رہا ہے انہیں اس پریشانی میں چھوڑ دیا جائے بلکہ قصد کر لیا کہ ہم بھی ان کے ساتھ چلے جائیں گے اور اسی خیال سے کشتی کرایہ کرنے کے لئے اسی ناخدا کے پاس آئے لیکن اس نے بقسم کہا کہ میں نے دریائے زاہرہ کبھی نہیں دیکھا اس لئے میں نہیں جا سکتا مایوس ہو کر ہم نے شہر والوں کی کشتی کرایہ کی اور مع ان مسلمانوں کے زاہرہ کی طرف روانہ ہو گئے بارہ شبانہ روز چلنے کے بعد تیرھویں دن صبح کو ناخدا نے تکبیر کہی اور شہر کے آثار نظر آنے لگے بڑی خوشی میں ہم لوگ اترے اور دن چڑھنے تک شہر میں داخل ہوئے وہ ایک سفید پہاڑی پر آباد تھا جو چاندی کی طرح چمک رہی تھی تر و تازہ کھیتیاں سرسبز و شاداب باغات طرح طرح کے میووں سے لدے ہوئے بکثرت درخت تھے بکریاں بھیڑیئے ایک گھاٹ پانی پی رہے تھے درندے کسی کو گزند نہ پہنچاتے تھے عظیم الشان آبادی کشادہ بازار ہر قسم کی چیزوں سے دکانیں بھری ہوئی جب کوئی خریدار کسی دکاندار سے کوئی چیز خریدنا چاہتا تو مالک اپنے ہاتھ سے نہ دیتا بلکہ لینے والے سے کہہ دیتا کہ خود تول لو سارا شہر امانتدار و دیانتدار ایسا کہ اذان کی آواز سنتے ہی سب لوگ اپنے اپنے کام چھوڑ کر نماز کے لئے اٹھ جاتے اور وظائف سے فارغ ہو کر مساجد سے واپس ہوتے غرضکہ یہ بے نظیر شہر اور وہاں کے رہنے والوں کے اخلاق و آداب و طریقۂ زندگی دیکھ کر ہم سب متعجّب و متحیّر رہ گئے جب حسب قرار داد وہاں کے حکمران سلطان کی خدمت میں ہماری

حاضری ہوئی تو دیکھا کہ بہت بڑا باغ ہے جس میں صاف وشفاف نہریں جاری ہیں اور موذن اذان دے رہا ہے جس کے ختم ہوتے ہی سارا میدان آدمیوں سے بھر گیا اور اُس بادشاہ نے نماز پڑھائی فراغت کے بعد وہ سلطان عالیشان ہماری طرف متوجہ ہوئے چونکہ ہم یہ سُن چکے تھے کہ اُن سے یَابْنَ صَاحِبِ الْاَمْرِ کہہ کر خطاب کیا جاتا ہے یعنی اے امام زمانہ کے فرزند اس لئے ہم نے بھی اسی صورت سے عرض کیا کہ ہم یہاں نووارد ہیں ہماری مدد فرمائی جائے جس پر انہوں نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ بغرض تجارت آئے ہو یا بحیثیت مہمان کے ہو ہم نے عرض کیا کہ تاجر ہیں یہ سُن کر ہماری دلدہی فرمائی اور مذہب و ملّت کے متعلق سوال کیا کہ تم میں کون کون مسلمان ہے اور کون کون غیر مسلم ہے اس کے جواب میں ہر ایک کی حقیقت حال عرض کردی گئی تب مسلمانوں سے فرمایا کہ اہلِ اسلام تو بہت سے فرقے ہیں تم کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو اس پر ہمارے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے جس کا نام روزبہان بن احمد اہوازی تھا اور شافعی مذہب رکھتا تھا اپنا عقیدہ بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سب کا یہی مذہب ہے اُس نے عرض کیا کہ سوائے حسان بن غیث کے جو مالکی ہے ہم سب مذہب شافعی پر ہیں اور انہیں کو اپنا امام و مقتدا سمجھتے ہیں۔ سلطان نے فرمایا کہ اے شافعی تم اجماع کے قائل ہو اور قیاس پر بھی عمل کرتے ہو یہ بتاؤ کہ آیۂ مباہلہ تم نے پڑھی ہے اور یاد ہے عرض کیا کہ جی ہاں، فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ پ۳ ع۱۴

یعنی اے رسولؐ ان نصرانیوں سے کہدو کہ آؤ ہم اپنے فرزندوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ پھر ہم سب خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ بادشاہ نے کہا تمہیں خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ وہ فرزندان رسولؐ اور نساء رسولؐ اور نفس رسولؐ کون ہیں روزبہان نے اس کا کچھ جواب نہ دیا بادشاہ نے کہا تمہیں خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ رسولِ خداؐ و علی مرتضیٰ و فاطمہ زہراؑ و حسنؑ مجتبیٰ و حسینؑ شہید کربلا کے علاوہ کوئی اور ہے جو کساء میں داخل ہوا ہو عرض کیا کوئی نہیں فرمایا کہ یہ آیۂ شریفہ انہیں

حضرات کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہ شرف و فضیلت انہیں سے مخصوص ہے اور کسی دوسرے سے اس کا کچھ تعلق نہیں اے شافعی تمہیں خدا کی قسم یہ بتاؤ کہ خداوند عالم نے جن سے ہر برائی کو دور رکھا ہو اور گناہوں کی آلودگی سے پاک صاف قرار دیا ہو اور وہ بنص قرآنی طاہر و مطہر و معصوم ہوں تو کیا مخالفین اُن کے کمال میں کچھ نقص پیدا کر سکتے ہیں تم نے یہ آیت پڑھی ہے اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ؕ پ۲۲ ع ۱ یعنی اے اہلبیت سوائے اس کے نہیں کہ خداوند عالم یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور ایسا پاک و پاکیزہ قرار دے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے واللہ اہلبیت سے خداوند عالم کی مراد اصحاب کسا ہیں جن کے متعلق ارادۂ الٰہی میں یہ قرار پایا کہ جملہ معاصی و سیئات ان سے دور رہیں جس کی بنا پر اُن کا دامن عصمت کسی طرح خطاؤ عصیان کی گرد سے آلودہ نہیں ہو سکتا اور یہ ہر گناہ کبیرہ صغیرہ سے پاک ہیں۔ اس کے بعد نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ اس طرح گفتگو کی اور ایسی حدیث ادا فرمائی کہ آنکھوں میں آنسو آگئے سینے ایمان سے بھر گئے اور شافعی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا بن صاحب الامر معاف ہو اپنا نسب فرما دیجئے فرمایا کہ میں طاہر فرزند م ح م دؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ ہوں خداوند عالم کا ارشاد ہے وَکُلَّ شَیْئٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۵ پ۲۲ ع ۱۸ یعنی ہم نے ہر چیز کا ایک روشن پیشوا میں احاطہ کر دیا ہے اس میں امام مبین سے مقصود رب العالمین حضرت امیر المومنین امام المتقین سید الوصیین قائد الغر المحجلین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں جو خاتم النبیین کے خلیفۂ بلا فصل ہیں اور آیۂ کریمہ ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۵ پ۳ ع ۱۲ یعنی خدا نے بعض کی اولاد کو بعض سے برگزیدہ کیا ہے اور خدا سننے والا جاننے والا ہے ہمارے ہی حق میں نازل ہوئی ہے اور ہم ہی ذریت رسولؐ ہیں۔ پس یہ کلام ہدایت نظام سُن کر نور معرفت و ایمان کے زور میں روز بہان شافعی بیہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو اس طرح اظہار ایمان کیا۔ الحمد للہ خدا کا شکر ہے کہ اس کی توفیق سے مجھ کو دولت عرفان نصیب ہوئی خلعت ایمان حاصل ہوا اور تقلید کی تاریکیوں سے نکل کر معرفت و یقین کی منور روشن فضا میں پہنچ گیا اس کے بعد اُن جناب نے ہم کو مہمان خانہ لے جانے کا حکم دیا

جہاں آٹھ روز اعزاز و اکرام کے ساتھ ہم لوگ مہمان رکھے گئے اس درمیان میں ہمارے پاس برابر شہر والوں کا آنا جانا رہا انہوں نے دربار شاہی سے ہماری مہمانی کی اجازت حاصل کرلی اور بڑی مہربانی اور غریب نوازی سے پیش آتے رہے اور مدّت تک ہم نے وہاں قیام کیا اور خوب اچھی طرح دیکھ لیا کہ یہ شہر زاہرہ اتنا طویل و عریض ہے جس کی مسافت تیز رفتار سوار بھی دو مہینے سے کم میں طے نہیں کرسکتا اور اس سے گزرنے کے بعد ایک اور شہر ہے جس کا نام رائقہ ہے وہاں کے والی قاسم بن صاحب الامرؑ ہیں اس کی لمبائی چوڑائی بھی ایسی ہی ہے اور وہاں کے رہنے والے بھی اخلاق و اوصاف و مرفہ الحالی و فارغ البالی میں انہیں کی طرح ہیں پھر اسی کی مانند اور شہر آتا ہے جس کا نام صافیہ ہے اور اُس کے حکمران ابراہیم بن صاحب الامرؑ ہیں اسی طرح اس کے بعد اور ایک شہر ہے جو تمام دینی دنیوی ضرورتوں سے آراستہ و پیراستہ ہے اُس کا نام ظلوم ہے جس کے فرمانروا عبدالرحمٰن بن صاحب الامرؑ ہیں پھر ایک اور شہر آتا ہے جس کا نام عناطیس ہے اور جس کے سلطان ہاشم بن صاحب الامرؑ ہیں یہ شہر سب شہروں سے بڑا ہے اور اس کے حوالی میں بکثرت دیہات و باغات ہیں نہریں جاری ہیں اور طول و عرض میں چار مہینے کی راہ ہے غرضکہ یہ اتنی وسیع مملکت ہے جس کی آبادی کا شمار نہیں ہوسکتا ہے اور جہاں کے تمام لوگ شیعہ ہیں وہ خدا اور رسولؐ و ائمہ اثنا عشرؑ سے تولّا کے قائل اور ان کے دشمنوں سے تبرّا کرنے والے ہیں یہ سب کے سب نمازی زکوٰۃ کے پابند امر بالمعروف نہی عن المنکر میں مصروف ہیں جن کے حکام اولاد صاحب الزّمانؑ ہیں اور جن کا مدار ترویج احکام ایمان ہے اُن کی تعداد جملہ مذاہب عالم کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہے۔ چونکہ لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت صاحب الزّمان اس سال اپنے قدوم میمنت لزوم سے شہر زاہرہ کو مشرف فرمائیں گے اس لئے ہم نے بھی انتظار کیا تاکہ شرف حاصل ہو جائے لیکن نتیجہ میں ہم محروم رہے اور ہماری واپسی ہوگئی لیکن روز بہان اور حسّان ان حضرت کی زیارت کے اشتیاق میں ٹھہرے رہے اور ہمارے ساتھ واپس نہ آئے پس یہ عجیب و غریب واقعہ سُن کر عون الدین وزیر اٹھا اور تنہائی میں اپنے مخصوص حجرے کے اندر ہم میں سے

ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ بلا کر اس قصہ کو کسی کے آگے ظاہر نہ کرنے کی نہایت عاجزی کے ساتھ خواہش کی اور کہا کہ اس کے بیان کرنے پر تمہیں دشمن قتل کر ڈالیں گے چنانچہ دشمنان خاندان رسول کے خوف سے ہم نے یہ واقعہ ایسا راز میں رکھا کہ اگر آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے اشارے میں یہ کہا کرتے تھے کہ ماہ رمضان کی وہ بات یاد ہے۔

اس حکایت کو شیخ عظیم الشان زین الدین علی بن یونس عاملی بیاضی نے کتاب صراط مستقیم میں اور سید جلیل عالم نبیل علی بن عبدالحمید نجفی نے کتاب السلطان المفرج عن اہل الایمان میں اور محدث علامہ سید نعمۃ اللہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں اور دیگر اکابر مصنفین اعاظم و مجتہدین نے بھی نقل کیا ہے ممکن ہے کہ بعض ناظرین یہ واقعہ پڑھ کر متحیّر ہوں اس لئے اُن کو وجود اولاد حضرت حجّت علیہ السلام اور حضرت کی قیام گاہ کے بیانات پر اچھی طرح نظر کر لینی چاہیئے جو پہلے درج ہو چکے ہیں۔

۱۱۴

جزیرۂ خضرا و بحر ابیض کا واقعہ رسالہ کی صورت میں خود اُس کے مؤلف شیخ فاضل عالم عامل فضل بن شیخ یحییٰ بن علی طیبی کوفی امامی کے ہاتھ کا لکھا ہوا خزانۂ امیرالمومنین علیہ السلام میں پایا گیا جو مجلسی علیہ الرحمۃ نے بحار میں نقل فرمایا ہے جزیرۂ خضرا کے معنی ہیں سبز جزیرہ اور بحر ابیض کے معنی ہیں سفید دریا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد شیخ مذکور لکھتے ہیں کہ میں نے فاضلان عالمان عاملان شیخ شمس الدین نجیح حلّی اور شیخ جلال الدین عبداللہ بن حوام حلّی قدّس اللہ سرّہما و نوّر ضریحہما سے مشہد منوّر جناب سیدالشہداء میں ۱۵ شعبان ۶۹۹ھ کو یہ روایت سُنی جوان صاحبان سے سامرہ میں شیخ صالح زین الدین علی بن فاضل مازندرانی مجاور نجف اشرف نے بیان کی تھی اور یہ حکایت خود اُن کے چشم دید حالات ہیں جن کو سُن کر شیخ مازندرانی کے دیکھنے کا مجھے بہت اشتیاق ہوا اور میں نے دُعا کی کہ کہیں سہولت کے ساتھ اُن سے میری ملاقات ہو جائے تاکہ یہ سب کچھ اُن کی زبان سے سُنوں اس خیال سے میں نے سامرہ کا ارادہ کیا اتفاقی بات کہ اسی سال ماہ شوال میں شیخ مذکور حلّہ

آئے ہوئے تھے جس کی خبر سید فخر الدین حسن بن علی موسوی مازندرانی سے معلوم ہوئی جو حلّے کے رہنے والے تھے جب وہ مجھ سے ملنے کے لئے آئے تو اثناء گفتگو میں انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ شیخ زین الدین علی بن فاضل آجکل حلّہ میں انہیں کے مکان پر فروکش ہیں اس خبر مسرت سے خوشی کے مارے مجھے پر لگ گئے اور بغیر توقف سید فخر الدین حسن کے ساتھ حلّہ روانہ ہو گیا اور اُن کے مکان پر پہنچ کر شیخ زین الدین علی بن فاضل کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کیا ہاتھوں کو بوسہ دیا اور انہوں نے میرے متعلق فخر الدین حسن سے دریافت کیا سید صاحب نے میرا تعارف کرایا تب وہ اٹھے اور اپنی جگہ مجھے بٹھایا بڑی محبت سے پیش آئے میرے والد اور بھائی صلاح الدین کے حالات پوچھے جنہیں وہ پہلے سے جانتے تھے اور میں اُس زمانہ میں بسلسلۂ تحصیل علم شہر واسطہ میں مقیم تھا غرضکہ شیخ موصوف سے باتیں ہوتی رہیں جن سے اُن کے علم و فضل کا اندازہ ہوا اور سمجھ لیا کہ علم فقہ و حدیث وغیرہ بہت سے علوم کے جاننے والے ہیں اس کے بعد میں نے اُن سے وہ واقعہ پوچھا جو شیخ شمس الدین و شیخ جلال الدین سے سُنا تھا تو انہوں نے صاحب خانہ سید فخر الدین حسن اور بہت سے علماء حلّہ کی موجودگی میں جو ان سے ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے اول سے لیکر آخر تک پورا واقعہ بتاریخ ۱۵۔ شوال ۶۹۹ھ بیان کیا جو انہیں سے سنے ہوئے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے ہوسکتا ہے کہ بعض مقامات پر ان کے الفاظ محفوظ نہ رہے ہوں لیکن باعتبار معنی و مطلب کے کوئی فرق نہ ہوگا۔

شیخ زین الدین علی بن فاضل مازندرانی نے فرمایا کہ چند سال میرا قیام دمشق میں رہ چکا ہے وہاں شیخ عبدالرحیم حنفی کے پاس خدا ان کو ہدایت فرمائے علم اصول و ادب پڑھا کرتا تھا اور شیخ زین الدین علی مغربی اندلسی سے علم قرأت حاصل کرتا رہا جو ساتوں قرأتوں اور بہت سے علوم صرف و نحو و منطق و معانی و بیان و اصول فقہ و اصول کلام کے ماہر تھے بڑے نرم طبیعت و صلح پسند واقع ہوئے تھے اور ایسے نیک ذات کہ کبھی کسی بحث میں مذہبی تعصب سے کام نہ لیتے تھے جب کبھی مذہب شیعہ کا ذکر آجاتا تو کہا کرتے کہ اس مسئلہ میں علماء امامیہ کا یہ قول ہے برخلاف دوسرے مدرسین کے جو ایسے موقع پر یہ الفاظ ادا کیا کرتے کہ رافضیوں کے علماء کا یہ خیال

ہے جس کی وجہ سے شیخ اندلسی مالکی کے سوا سب کے یہاں میں نے آمد و رفت چھوڑ دی تھی اور صرف انہیں سے تحصیل علم کرتا رہا اتفاقاً ایک مرتبہ ان کو دمشق شام سے ممالک مصر کی طرف جانیکی ضرورت پیش آئی چونکہ انہیں مجھ سے اور مجھے ان سے خاص محبّت ہو گئی تھی اس لئے مجھ کو ان کی جدائی اور ان کو میری مفارقت گراں ہو رہی تھی بالآخر یہ قرار پایا کہ میں بھی ان کے ساتھ چلوں چنانچہ وہ مجھ کو اور دوسرے غریب طالب علموں کو اپنے ہمراہ لے گئے جب ہم مصر کے مشہور شہر قاہرہ میں پہنچے تو جامع ازہر میں قیام ہوا اور وہیں بہت دنوں تک درس کا سلسلہ جاری رہا شیخ کے آنے کی خبر سُن کر علماء و فضلاء شوق ملاقات میں آتے تھے اور علمی فیوض سے مستفیض ہوتے تھے یہاں تک کہ نو مہینے خوب خوش حالی کے ساتھ وہاں گزرے۔ یکایک ایک قافلہ اندلس سے آیا اُن میں سے ایک شخص نے ہمارے استاد کو ان کے والد کا خط دیا جس میں لکھا تھا کہ میں سخت بیمار ہوں اور دل چاہتا ہے کہ تمہاری صورت دیکھ لوں لہٰذا جلدی پہنچو تاخیر نہ کرنا تاکید جانو اس خط کو پڑھ کر شیخ ایسے بیچین ہوتے کہ رونے لگے اور فوراً سفر کی تیاری شروع کر دی ہم چند شاگرد بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گئے جب اندلس کی پہلی بستی میں پہنچے تو مجھے ایسا شدید بخار آیا کہ حرکت کے قابل نہ رہا میری یہ حالت دیکھ کر شیخ رو دیئے اور کہنے لگے کہ تمہاری جدائی مجھ کو بہت ناگوار ہے مگر کیا کروں مجبور ہوں پس اس پریشانی میں اس بستی کے خطیب کو دس درہم دیکر میری خبر گیری کی ہدایت کی اور یہ بھی کہا کہ صحت کے بعد مجھ کو اُن کے پاس پہنچا دیا جائے اور یہی مجھ سے بھی انہوں نے وعدہ لیا اور اپنے وطن کی طرف تشریف لے گئے جہاں کی مسافت دریائی راستہ سے پانچ روز کی تھی شیخ کی روانگی کے بعد تین دن تک میں مرض کی شدت میں پڑا رہا جب بخار اترا اور طبیعت ٹھیک ہوئی تو ایک روز میں اپنی قیام گاہ سے باہر نکلا کہ یہ بستی دیکھوں۔

اندلس کی اس بستی کے گلی کوچوں میں گشت کرتا ہوا میں ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک قافلہ کنارہ دریائے مغربی کے پہاڑوں سے آیا ہوا تھا اور یہ لوگ اُون روغن وغیرہ فروخت کرتے تھے میں نے ان کا حال دریافت کیا تو بعض آدمیوں نے کہا کہ یہ اُس طرف سے آتے ہیں جو علاقہ بربر سے قریب ہے اور وہ علاقہ

علاقہ رافضیوں کے جزیرہ سے نزدیک ہے یہ سُن کر مجھ کو ایک طرح کی خوشی ہوئی اور دل میں اس جزیرہ کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں سے وہاں تک پچیس روز کی مسافت ہے جس میں دو روز کا ایسا راستہ ہے کہ نہ کوئی آبادی آتی ہے نہ پانی ملتا ہے لیکن اس کے بعد برابر دیہات کا سلسلہ ہے پس میں نے انہیں قافلہ والوں میں ایک شخص سے اُس غیر آباد اور بے آب مسافت کے لئے تین درہم پر گدھا کرایہ کر لیا اور اُس قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گیا سفر میں۔۔۔۔ آبادی کے مقامات پیدل طے کرتا رہا یہاں تک کہ خبر سُنی کہ رافضیوں کے جزیرہ میں پہنچنے کے لئے تین روز کا راستہ باقی ہے یہ سُن کر میں بلا توقف ہمت باندھ کر تنہا اُس طرف چل دیا اور چلتے چلتے جس طرح ہو سکا اُس جزیرے میں پہنچ گیا دیکھا کہ یہ ایک شہر ہے جو چار دیواری کے اندر آباد ہے اور بڑی بڑی مضبوط عمارتیں ہیں بایں ہمہ دریا کے کنارے واقع ہے میں ایک بڑے دروازہ سے جس کا نام دروازۂ بربر تھا شہر کے اندر داخل ہوا اور اُس کی سڑکوں پر پھرتا رہا بعض لوگوں سے وہاں کی مسجد کو دریافت کیا کہ کس طرف ہے انہوں نے پتہ بتایا جس پر میں مسجد تک پہنچ گیا جو بڑی وسیع و بلند اور شہر کے مغرب کی جانب دریا کے کنارے سے لگی ہوئی تھی مسجد میں پہنچ کر ایک طرف بیٹھ گیا تاکہ کچھ آرام کر لوں اتنے میں انہوں نے اذان شروع کر دی جس میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ بھی کہا اور بعد فراغت تعجیل ظہور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے لئے دُعا کی جس کو سُن کر میں بے اختیار رونے لگا۔ جوق جوق لوگ آنے شروع ہو گئے اور اس چشمہ کی طرف وضو کے لئے جانے لگے جو مسجد کے مشرق کی جانب ایک درخت کے نیچے تھا میں اُن کا وضو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا کہ اسی صورت سے کر رہے ہیں جو آئمہ اہل بیتؑ سے منقول ہے اس کے بعد ایک صاحب بہت خوبصورت نہایت سکون و وقار کے ساتھ تشریف لائے اور محراب میں کھڑے ہوئے اقامت کہی سب لوگوں نے صفیں باندھیں اور طریقۂ آئمہ علیہم السلام کے مطابق جملہ ارکان و واجبات و مستحبات کے ساتھ نماز جماعت ہوئی اسی طرح تعقیبات و تسبیحات کی صورت رہی۔ چونکہ میں بوجہ سفر کی تھکن کے نماز میں شریک نہوا تھا اس لئے سب لوگ فارغ ہو ہو کر میری طرف تعجبّ سے دیکھتے تھے انہیں نماز میں میرا شریک

نہ ہونا ناگوار ہو رہا تھا اور مجھ سے پوچھتے تھے کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو تمہارا مذہب کیا ہے جس پر میں نے کچھ حالات اُن سے بیان کئے اور یہ بھی کہا کہ عراق کا رہنے والا ہوں میرا مسلک اسلام ہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ کہتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ ان شہادتوں سے کوئی فائدہ نہیں بجز اس کے کہ دنیا میں جان محفوظ رہے تم ایک اور شہادت کیوں نہیں دیتے تاکہ بے حساب جنت میں داخل ہو میں نے کہا خداوند عالم آپ صاحبان پر رحمت نازل فرمائے یہ بتایئے کہ وہ اور شہادت کون سی ہے اس کا جواب اُن کے پیش نماز صاحب نے یہ دیا کہ تیسری شہادت اس امر کی گواہی ہے کہ امیر المومنین یعسوب المتقین قائد الغرّ المحجّلین علی بن ابیطالب علیہ السلام اور ان کی اولاد میں گیارہ امام رسولؐ خدا کے خلیفہ بلا فصل ہیں جن کی اطاعت اپنے بندوں پر خداوند عالم نے واجب فرمائی ہے اور انہیں حضرات کو صاحبان امر ونہی اور روئے زمین پر دنیا میں اپنی حجّت اور ساری مخلوق کے لئے باعث امن و امان قرار دیا ہے کیونکہ صادق و امین رسول ربّ العالمین ان حضرات کی امامت کے متعلق خداوند عالم کی طرف سے خبر دے گئے ہیں اور شب معراج رسولؐ اللہ کو جو آواز آئی تھی اس میں یکے بعد دیگرے ہر ایک امام کا نام بتا دیا گیا تھا۔ یہ کلام سُن کر میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے دل ہی دل میں اتنا خوش ہوا کہ سفر کا سارا کسل جاتا رہا اور میں نے اُن لوگوں کو بتا دیا کہ میرا مذہب یہی ہے تب تو وہ سب کے سب بڑی مہربانی سے پیش آئے اور مجھ کو مسجد کا ایک حجرہ قیام کے لئے مل گیا جب تک میں وہاں رہا یہ لوگ عزّت و احترام خاطر و مدارات کرتے رہے بلکہ پیش نماز تو شب و روز مجھ سے جدا نہ ہوتے تھے۔

ایک روز پیش نماز صاحب سے میں نے شہر والوں کی معاش کے متعلق سوال کیا کہ یہاں کہیں کھیتی باڑی نظر نہیں آتی پھر غلہ کہاں سے آتا ہے انہوں نے جواب دیا کہ جزیرۂ خضرا سے جو بحرابیض میں اولاد صاحب الامر علیہ السّلام کے جزیروں میں سے ہے میں نے پوچھا کہ سال میں کتنی مرتبہ یہ سامان آتا ہے جواب دیا

کہ دو دفعہ آتا ہے اس سال ایک بار آچکا ہے اور ایک مرتبہ آنا باقی ہے میں نے پوچھا کہ دوسری دفعہ آنے کے اب کتنے دن رہے ہیں کہا کہ چار مہینے رہے ہیں میں اتنی مدّت کو سُن کر کسی قدر گھبرایا پھر بھی چالیس روز ٹھہرا رہا اور رات دن دُعا کرتا تھا کہ جلدی بھیجدے چالیسویں روز انتظار میں بیقرار ہو کر دریا کے کنارے پہنچا اور اس طرف دیکھنے لگا جس طرف سے اُس سامان کا آنا بتایا گیا تھا یکایک دور سے ایک سفید چیز دریا میں حرکت کرتی ہوئی نظر آئی میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس دریا میں سفید جانور ہوتے ہیں انہوں نے کہا ایسا تو نہیں ہے کہا تم نے کچھ دیکھا ہے میں نے کہا ہاں وہ دیکھو چنانچہ دیکھتے ہی وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے یہ تو وہی کشتیاں ہیں جو فرزندان امام علیہ السلام کے یہاں سے سالانہ آتی ہیں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ تھوڑی سی دیر میں کشتیاں سامنے آگئیں اور اُن کا آنا قبل از وقت تھا سب سے پہلے بڑی کشتی آکر کنارے پر لگی پھر دُوسری پھر تیسری یہانتک کہ سات کشتیاں آگئیں تب بڑی کشتی سے ایک بزرگ میانہ قد خوش منظر خوبصورت برآمد ہوئے اور مسجد میں چلے گئے وہاں وضو کیا نماز ظہرین پڑھی اور فارغ ہو کر میری طرف متوجہ ہوئے خود سلام کیا میں نے سلام کا جواب دیا انہوں نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے اور ساتھ ہی میں خود ہی کہا کہ میرا خیال یہ ہے کہ علی نام ہوگا میں نے کہا صحیح ہے یہی نام ہے اور باتیں بھی ایسی کیں جیسے کہ وہ مجھے پہچانتے ہیں یہ بھی پوچھا کہ تمہارے والد کا کیا نام ہے اور خود ہی کہدیا کہ غالباً نام فاضل ہے میں نے کہا کہ ہاں یہی ہے اب اس سے مجھے یقین ہونے لگا کہ شام سے مصر کے سفر میں اُن کا میرا ساتھ رہا ہے اس لئے میں نے کہا بھی کہ آپ کو میرا اور میرے والد کا نام کہاں سے معلوم ہوا کیا آپ دمشق سے مصر تک میرے ہمسفر رہے ہیں جواب دیا کہ نہیں میں نے کہا کہ کیا مصر سے اندلس کے سفر میں آپ ساتھ تھے کہا کہ اپنے مولا صاحب الامر علیہ السلام کے حق کی قسم ایسا بھی نہیں ہوا بلکہ مجھکو تمہارا حال شکل وصورت اور تمہارا نام تمہارے والد کا نام یہ سب چیزیں پہلے ہی سے بتادی گئی ہیں اور یہ حکم ہوا ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ لے کر جزیرۂ خضراء جاؤں یہ سنکر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ میرا نام بھی وہاں ہے اگرچہ ان بزرگ کے متعلق یہ معلوم ہوا تھا کہ جب یہاں آتے ہیں تو

تین روز سے زیادہ نہیں رہا کرتے مگر اس مرتبہ ایک ہفتہ سے زیادہ قیام کیا اور اُس سامان کو تقسیم کرکے سب سے رسیدیں حاصل کرنے کے بعد عازم سفر ہوئے اور مجھ کو بھی اپنے ساتھ لیا ان بزرگ کا نام شیخ محمد تھا۔

شیخ زین الدین علی بن فاضل مازندرانی کا بیان ہے کہ مجھے شیخ محمد کے ہمراہ اس بحری سفر میں سولہ روز گزرے سولھویں دن میں نے دیکھا کہ دریا کا پانی نہایت درجہ سفید ہے جس پر غور سے نظر کرتا رہا شیخ کہنے لگے کیا بات ہے میں نے کہا کہ اس پانی کا وہ رنگ نہیں ہے جو دریاؤں کے پانی کا ہوتا ہے انہوں نے کہا یہی بحر ابیض ہے یعنی سفید دریا اور وہ سامنے جزیرۂ خضرا ہے یعنی سبز جزیرہ جس کو یہ پانی ہر طرف سے چار دیواری کی طرح گھیرے ہوئے ہے اور قلعہ کا کام دیتا ہے جو مخالفین اس جزیرے میں آنے کا قصد کرتے ہیں بحکم الٰہی ہمارے مولا حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی برکت سے ان دشمنوں کی مضبوط سے مضبوط کشتیاں ڈوب جاتی ہیں یہ سُن کر تھوڑا سا پانی لیکر میں نے پیا تو ذائقہ میں بالکل آب فرات تھا بالآخر اس سفید پانی کے دریا کو طے کرکے ہم جزیرۂ خضرا پہنچ گئے خداوند عالم اس کو ہمیشہ آباد رکھے۔ جب ہم شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ کنارۂ دریا پر بڑے بڑے سات مضبوط قلعے ہیں جن میں آبادی محفوظ ہے نہریں جاری ہیں طرح طرح کے میوہ دار درخت بہار کر رہے ہیں بے شمار بازار ہیں بکثرت حمام ہیں لوگ پاک و پاکیزہ بہترین لباس میں دکھائی دیتے ہیں ان حالات سے مجھے اتنی مسرت ہوئی کہ مارے خوشی کے دم نکلنے لگا۔ پس تھوڑی دیر میں نے اپنے رفیق شیخ محمد کے یہاں آرام کیا جس کے بعد وہ مجھ کو جامع مسجد لے گئے جہاں لوگوں کا بڑا مجمع تھا اور درمیان میں ایک صاحب بڑے سکون و وقار کے ساتھ تشریف فرما تھے جن کی شوکت و ہیبت اور عظمت و جلالت میں بیان نہیں کر سکتا معلوم ہوا کہ ان کا اسم مبارک سید شمس الدین محمد عالم ہے اور قرآن و فقہ کا درس ہو رہا ہے اور حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے مسئلہ مسئلہ قضیہ قضیہ حکم حکم بیانات ہیں جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھکو اپنے قریب جگہ مرحمت فرمائی اور سفر کی زحمتوں کے متعلق مجھ سے سوال کیا اور بتا دیا کہ میرے حالات کی خبر پہلے ہی ان کو مل چکی ہے اور شیخ محمد انہیں کے حکم سے مجھ کو اپنے ساتھ لائے ہیں اس کے بعد میرے ٹھہرنے

کے لئے مسجد کے حجروں میں سے ایک حجرے کے خالی کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ یہ جگہ تمہاری خلوت وراحت کے لئے ہے پس میں کھڑا ہو گیا اور اُس مقام پر عصر کے وقت تک آرام کرتا رہا پھر اُس شخص نے جو میری خبر گیری کے لئے متعین کیا گیا تھا یہ کہا کہ آپ کہیں باہر نہ جائیں جناب سید صاحب موصوف مع مصاحبین تشریف لانیوالے ہیں اور شام کا کھانا آپ کے ساتھ تناول فرمائیں گے میں نے جواب دیا کہ بسر و چشم حاضر ہوں چنانچہ تھوڑی دیر میں سید صاحب خداوند عالم ان کو سلامت رکھے اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے آئے دستر خوان بچھایا گیا کھانا چنا گیا ہم سب نے کھایا اور فارغ ہو کر نماز مغربین کے لئے مسجد میں چلے گئے اور نمازوں سے فراغت کے بعد سید صاحب اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور میں اپنی قیام گاہ پر آ گیا اٹھارہ روز میرا وہاں قیام رہا اس درمیان میں جمعہ کا دن آیا تو میں نماز جمعہ میں شریک ہوا سیّد صاحب نے نماز پڑھائی میں نے اُن سے سوال کیا کہ آپ نے دو رکعت نماز جمعہ کیا واجب کی نیت سے ادا فرمائی ہے ارشاد فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے کیونکہ وجوب کی سب شرطیں پائی جاتی ہیں میں حضرت صاحب الامر علیہ السّلام کا نائب خاص ہوں اور اس امر پر مامور ہوں میں نے عرض کیا اے میرے سردار کیا آپ نے حضرتؑ کو دیکھا ہے فرمایا نہیں البتہ میرے والد فرماتے تھے کہ انہوں نے حضرتؑ کا کلام سُنا تھا مگر زیارت نہیں کی تھی اور میرے دادا نے حضرت کی گفتگو بھی سُنی تھی اور دیکھا بھی تھا میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ بعض لوگ حضرتؑ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں اور بعض محروم رہتے ہیں فرمایا بات یہ ہے کہ خداوند عالم اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فضل و احسان فرماتا ہے اور یہ اُس کی حکمت بالغہ عظمت قاہرہ ہے بندوں ہی میں سے کچھ بندے نبوت و رسالت و وصایت کے ساتھ مخصوص کئے گئے ہیں اور خدا نے ان انبیاء مرسلین و اوصیاء منتجبین کو اپنی ساری مخلوق پر حجّت اور اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان ان کو وسیلہ و ذریعہ قرار دیا ہے کہ جو شخص ہلاک و گمراہ ہو وہ تمام حجّت کے بعد ہلاک ہوا اور جو زندہ رہے اور ہدایت پائے وہ بھی دلیل کے ساتھ زندہ رہے اس وجہ سے خداوند عالم کی بندوں پر یہ مہربانی ہے کہ وہ کسی وقت زمین کو اپنی حجّت کے وجود سے خالی نہیں چھوڑتا اور ہر حجّت خدا کے لئے نائب و سفیر کی ضرورت

ہوتی ہے جو اُس کی طرف سے لوگوں کو تبلیغ احکام کرتا رہے۔

اس کے بعد جناب سید صاحب نے مجھ کو اپنے ساتھ لیا اور شہر سے باہر آکر باغات کی طرف چلے دیکھا کہ نہریں جاری ہیں قسم قسم کے ایسے عمدہ پھل ایسے شیریں میوے انگور انار امرود وغیرہ درختوں میں لگے ہوئے ہیں جنکی مثل عراق عرب وعجم و شام میں بھی نہ دیکھے تھے اس اثنا میں کہ ایک باغ سے دوسرے باغ کی سیر ہو رہی تھی ایک خوبصورت شخص ادنیٰ لباس پہنے ہماری طرف سے گزرا اور سلام کرکے چلا گیا مجھے اُس کی صورت و ہیئت بہت اچھی معلوم ہوئی اور سید صاحب سے میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے فرمایا کہ سامنے جو یہ بلند پہاڑ دیکھتے ہو اس کے اوپر ایک نہایت خوشنما مقام ہے جہاں سایہ دار درخت کے نیچے پانی کا چشمہ ہے اُس کے آگے اینٹوں کا بنا ہُوا قبہّ ہے یہ شخص اور اس کے ساتھ ایک اور آدمی دونوں اس قبہّ کے خادم ہیں میں ہر جمعہ کی صبح کو یہاں جاتا ہوں اور امام علیہ السّلام کی زیارت اور دو رکعت نماز پڑھتا ہوں یہیں سے مجھ کو ایک ورقہ ملتا ہے جس میں مومنین کے معاملات سے متعلق تمام وہ ضروری باتیں درج ہوتی ہیں جن کا میں حاجت مند ہوتا ہوں اور انہیں ہدایات پر عمل کرتا ہوں مناسب ہے کہ تم بھی اس مقام پر جاؤ اور امام علیہ السلام کی زیارت پڑھو چنانچہ میں اُس پہاڑ پر گیا اور اُس قبہّ کو ویسا ہی پایا جیسا کہ جناب سید نے بیان فرمایا تھا دونوں خادم وہاں موجود تھے جن میں سے ایک نے میرا خیر مقدم کیا مگر دوسرے کو میرا آنا ناگوار تھا جس پر پہلے شخص نے دوسرے کو سمجھایا کہ تمہیں ناخوش نہ ہونا چاہئیے میں نے ان کو سیّد شمس الدین محمد عالم کے ہمراہ دیکھا ہے تب وہ بھی میری طرف متوجہ ہوا .. ..

.. .. .. اور اس نے بھی خوش آمدید کہا اور دونوں مجھ سے بات چیت کرتے رہے اس کے بعد مجھے روٹی اور انگور کھلائے اسی چشمہ کا میں نے پانی پیا اور وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد میں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں نے امام علیہ السلام کو دیکھا ہے انہوں نے جواب دیا کہ حضرتؑ کو دیکھنا ناممکن ہے اور ہمیں اجازت نہیں ہے کہ کسی سے ایسی بات کہیں پس میں اُن سے ملتمس دُعا ہوا انہوں نے میرے واسطے دعا کی اور میں وہاں سے واپس آگیا شہر میں آکر جناب سید صاحب کے مکان پر حاضر ہوا معلوم ہوا کہ وہ کہیں تشریف لے گئے ہیں پھر میں شیخ محمد کے یہاں

چلا گیا جو اپنے ساتھ مجھ کو کشتی میں لائے تھے اور اُن سے پورا واقعہ پہاڑ پر جانے اور ایک خادم کے ناخوش ہونیکا بیان کیا شیخ نے کہا کہ اُس خادم کی ناگواری اس وجہ سے تھی کہ سیّد شمس الدین محمد عالم اور ان جیسے صاحبان کے سوائے کسی دوسرے کو اُس پہاڑ پر جانے کی اجازت نہیں ہے اس کے بعد میں نے سید صاحب کے حالات شیخ صاحب سے پوچھے تو انہوں نے یہ کہا کہ سید صاحب حضرت امام زماں علیہ السلام کی اولاد سے ہیں حضرتؑ کے اور ان کے درمیان پانچ پشت کا فاصلہ ہے اور وہ حضرتؑ کے حکم سے حضرتؑ کے نائب خاص ہیں۔

شیخ زین الدین علی بن فاضل مازندرانی نے بیان کیا کہ جناب سید شمس الدین محمد عالم سے خداوند عالم ان کو طول عمر عطا فرمائے میں نے عرض کیا اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں تو بعض مسائل جن کی مجھے احتیاج رہتی ہے آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اور خواہش ہے کہ قرآن بھی سُناؤں اور علوم دینیہ وغیرہا کے بعض مشکل مقامات آپ سے حل کروں۔ سیّد صاحب نے میری اس درخواست کو منظور فرمایا اور کہا کہ جب ایسے ضروری امور ہیں تو بہتر ہے کہ قرآن مجید سے ابتدا کرو چنانچہ میں نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا جب قاریوں کے اختلافی مقامات آتے تو میں کہتا کہ حمزہ نے اسکو یوں پڑھا ہے کسائی نے یہ کہا ہے عاصم کا یہ قول ہے ابوعمرو بن کثیر کی اسطرح قرأت ہے اس پر سید صاحب نے فرمایا کہ مجھے ان سے تعلق نہیں جب رسول اللہؐ نے آخری حج فرمایا تو جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؐ قرآن کو میرے سامنے پڑھیئے تاکہ سورتوں کے اوائل واواخر اور ان کی شان نزول آپ کو بتا دوں پس امیرالمومنین علی بن ابیطالب اور ان کے فرزند امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہم السلام اور ابی بن کعب وعبداللہ بن مسعود وحذیفہؓ یمانی وجابر بن عبداللہ انصاری وابوسعید خدری وحسّان بن ثابت اور ان کے علاوہ دوسرے صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جمع ہوئے اور آپ نے قرآن اول سے آخر تک پڑھا جس جس جگہ اختلاف تھا جبرئیلؑ نے حضرتؐ سے بیان کر دیا اور امیرالمومنینؑ نے اُس کو پوست پر لکھ لیا پس تمام قرآن امیرالمومنینؑ وصیّ رسول رب العالمین کی قرأت ہے میں نے عرض کیا اے میرے سردار میں یہ دیکھتا ہوں کہ بعض آیات بعض آیتوں کے ساتھ غیر مربوط ہیں کہ اُن

کے ماقبل و مابعد میں کوئی ربط نہیں اور سمجھنے سے قاصر ہوں جواب میں فرمایا کہ صحیح کہتے ہو ایسی ہی صورت ہے جس کا باعث یہ ہے کہ جب سید البشر حضرت محمدؐ بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دار فنا سے دار بقا کی طرف انتقال فرمایا اور خلافت ظاہری کے سلسلہ میں ہوا جو کچھ ہوا تو امیرالمومنین علیہ السلام نے قرآن کو جمع کیا اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر مسجد میں لائے سب لوگ وہاں موجود تھے ان سے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ سبحانہ ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو حکم دے گئے ہیں کہ اس کو تمہارے سامنے پیش کردوں تاکہ اُس دن کے لئے اتمام حجّت ہو جائے جبکہ خداوند عالم کے سامنے میری تمہاری پیشی ہوگی اس کا جواب دو شخصوں نے یہ دیا کہ ہم تمہارے قرآن کے محتاج نہیں ہیں امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے اس جواب کی مجھے خبر دے گئے ہیں میں نے تو اس وقت تم سے حجّت پوری کرنی چاہی ہے یہ فرما کر امیرالمومنین علیہ السّلام اُس قرآن کو لئے ہوئے اپنے مقام پر تشریف لے گئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے جاتے تھے کہ تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے تو واحد و یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اُس امر کا کوئی رد کرنیوالا نہیں جو تیرے علم میں گزر چکا ہے اُس کو کوئی نہیں روک سکتا جو تیری حکمت کا مقتضیٰ ہو پس اُس روز جب کہ تیرے سامنے حاضری ہوگی تو میرے لئے ان پر گواہ رہنا۔ اس کے بعد مسلمانوں سے یہ کہا گیا کہ تم میں سے جس کسی کے پاس قرآن کی کوئی آیت یا سورہ ہو وہ اُس کو لے کر آئے اس پر ابوعبیدہ بن جراح و عثمان و سعد بن وقاص و معاویہ بن ابی سفیان و عبدالرحمٰن بن عوف و طلحہ بن عبداللہ و ابوسعید خدری و حسّان بن ثابت اور دوسرے لوگ آئے سب نے قرآن کو جمع کیا اور وہ آیتیں نکال دی گئیں جن میں مطاعن تھے اور اُن بدعملیوں کا ذکر تھا جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں سے صادر ہوئی تھیں اس وجہ سے تم اس قرآن کی آیتوں کو باہم غیر مربوط دیکھتے ہو اور امیرالمومنین علیہ السّلام کا جمع کیا ہوا قرآن آپ ہی کے خط کا لکھا ہوا حضرت صاحب الامر علیہ السّلام کے پاس محفوظ ہے جس میں ہر ہر چیز کا بیان ہے یہاں تک کہ کسی کے بدن میں خراش کر دینے کے بدلہ کا بھی تذکرہ ہے لیکن اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ موجودہ قرآن کلام الٰہی ہے اور یہ امر اسی طرح

حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی طرف سے ہم تک پہنچا ہے۔ غرضکہ جناب سید سے خدا اُن کو سلامت رکھے میں نے نوے سے زیادہ مسائل کے جوابات حاصل کیئے جو میرے پاس ایک مجلد میں جمع ہیں اور فوائد شمشیر نام رکھا ہے میں نے ان چیزوں سے کسی کو مطلع نہیں کیا سوائے مومنین مخلصین کے۔

جب دوسرا جمعہ آیا جو مہینہ کے جمعوں میں درمیانی جمعہ تھا اور ہم نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تو سید صاحب مجلس مومنین میں نبظر افادات بیٹھے یکایک مسجد کے باہر سے بڑے شور کی آواز میرے کان میں آئی جس پر میں نے جناب سید سے سوال کیا کہ یہ کیا واقعہ ہے فرمایا کہ یہ ہمارے لشکر کے امراء ہیں جو درمیان ماہ کے ہر جمعہ کو سوار ہوتے ہیں اور حضرت کے ظہور پُرنور کا انتظار کرتے ہیں یہ سُن کر میں نے اس جلوس کے دیکھنے کی اجازت چاہی سید صاحب نے اجازت دی اور میں مسجد سے نکل کر باہر آیا دیکھا کہ بڑا مجمع ہے اور تسبیح و تمجید و تہلیل کی آوازیں ہیں حضرت قائم بامر اللہ و ناصح الدین اللہ م ح م د بن حسن مہدی خلف صالح صاحب الزمان علیہ السلام کے ظہور کی سب دعائیں مانگ رہے ہیں۔ میں یہ دیکھ کر واپس ہوا تو سید صاحب نے پوچھا کہ تم نے لشکر دیکھا میں نے عرض کیا کہ دیکھا فرمایا شمار بھی کیا میں نے جواب دیا کہ نہیں فرمایا کہ تعداد میں یہ تین سو ناصر ہیں اور تیرہ ناصر باقی رہے ہیں خداوند عالم اپنی مشیت سے جلد اپنے ولی کے لئے کشائش فرمانے والا ہے یقیناً وہ جواد کریم ہے میں نے عرض کیا اے میرے سردار یہ سب کچھ کب ہوگا فرمایا اس کا علم بس خدا کو ہے اور اس کی مشیت پر موقوف ہے جس کی چند علامتیں ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ ذوالفقار غلاف سے باہر آکر زبان عربی میں گویا ہوگی کہ اے ولی خدا خدا کا نام لیکر اٹھیئے اور دشمنانِ خدا کو قتل کیجئے ان علامتوں میں سے تین آوازیں بھی ہیں جن کو ساری دُنیا سُنے گی ایک یہ کہ اے گروہ مومنین قیامت قریب آگئی دوسری یہ کہ آگاہ ہو کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے تیسری اس طرح کہ ایک بدن چشمۂ آفتاب میں ظاہر ہوگا اور ندا کرے گا کہ خداوند عالم نے حضرت صاحب الامر م ح م د بن حسنؑ مہدیؑ کو بھیج دیا ہے ان کی بات سنو اور ان کا حکم بجالاؤ۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا اے میرے سردار ہمارے مشائخ نے کچھ حدیثیں حضرت صاحب الامر علیہ السلام سے اس مضمون

کی روایت کی ہیں کہ جو کوئی زمانۂ غیبت کبریٰ میں یہ کہے کہ میں نے حضرت کو دیکھا ہے تو وہ جھوٹا ہے باوجود اس کے کس طرح آپ کے یہاں حضرت کو دیکھنے والے ہیں فرمایا تمہارا کہنا ٹھیک ہے مگر حضرت نے یہ اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب غیبت کبریٰ کے شروع میں دشمنوں کی کثرت تھی جن میں اپنے بھی تھے غیر بھی تھے وہ زمانہ خلفائے بنی عباس کی ظالمانہ حکومت کا تھا کہ بیچارے شیعہ آپس میں حضرت کے متعلق بات چیت نہ کر سکتے تھے اب مدت گزر چکی وہ زمانہ نہیں رہا دشمن مایوس ہو گئے ہمارے شہران سے بہت دور اور ان کے ظلم و ستم سے محفوظ ہیں اور حضرت کی برکت سے کوئی اس پر قادر نہیں کہ ہم تک پہنچ سکے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ علمائے شیعہ ایک حدیث امام علیہ السلام سے اس طرح کی روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے اپنے شیعوں پر خمس مباح فرما دیا ہے کیا آپ کے نزدیک اس قسم کی روایت ہے فرمایا ہاں حضرت نے رخصت دی ہے اور اولاد علی علیہ السلام سے اپنے شیعوں کے لئے خمس کو مباح کر دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اُن کے واسطے حلال ہے میں نے پوچھا کہ دوسرے مسلمانوں کے قیدیوں کنیزوں غلاموں کو شیعہ خرید سکتے ہیں فرمایا ہاں اُن کے اسیروں سے بھی اور اُن کے غیر کے قیدیوں سے بھی کیونکہ حضرت کا ارشاد ہے کہ تم اُن سے اُس چیز کا معاملہ کرو جس کے ساتھ وہ خود معاملات کرتے ہیں۔ یہ دو مسئلے فوائد شمیہ والے نوّے مسائل کے علاوہ ہیں۔

شیخ زین الدین علی بن فاضل مازندرانی کا بیان ہے کہ جناب سید صاحب نے خدا اُن کو صحیح سالم رکھے یہ بھی فرمایا کہ حضرت کا ظہور رکن و مقام کے درمیان مکۂ معظمہ سے طاق سال میں ہوگا مومنین اس کا انتظار کریں میں نے عرض کیا اے میرے سردار میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے زیر سایہ حاضر رہوں تا اینکہ خداوند عالم حضرتؑ کو ظہور کا اذن عطا فرمائے جواب دیا تم کو تمہارے وطن واپس کرنے کے لئے پہلے ہی میرے پاس حکم آچکا ہے جس کی مخالفت میرے اور تمہارے لئے ناممکن ہے تم صاحب عیال ہو اور مدت دراز گزر چکی ہے کہ تم ان سے جدا ہو اب اس سے زیادہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ اُن سے دُور رہو یہ سُن کر میں بہت متاثر ہوا رونے لگا اور عرض کیا آیا یہ ہو سکتا ہے کہ میرے معاملہ میں حضرت کی طرف رجوع کیا جائے فرمایا نہیں پھر میں نے

عرض کیا کہ جو کچھ میں نے یہاں دیکھا یا سُنا اس کو دوسروں سے بیان کرنے کی اجازت ہے یا نہیں فرمایا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے تم مومنین سے کہہ سکتے ہو تاکہ اُن کے دل مطمئن رہیں سوائے فلاں فلاں امور کے جن کو کسی پر ظاہر نہ کیا جائے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت کے جمال مبارک کی زیارت نصیب ہو سکتی ہے فرمایا کہ یہ ممکن نہیں ہے لیکن ہر مومن مخلص بغیر پہچانے حضرت کو دیکھ سکتا ہے میں نے کہا اے میرے سردار میں تو حضرت کے با اخلاص غلاموں میں سے ہوں اور زیارت سے مشرف نہیں ہوا فرمایا تم نے تو دو مرتبہ حضرتؑ کو دیکھا ہے ایک تو اس وقت جب پہلی مرتبہ سامرے آئے تھے اور تمہارے ہمسفر لوگ آگے بڑھ گئے تھے تم ایک ایسی نہر پر پہنچے جس میں پانی نہ تھا وہاں تم نے سفید سیاہ رنگ کے گھوڑے پہ ایک سوار آتے ہوئے دیکھے جن کے ہاتھ میں لمبا نیزہ تھا اُس کی سنان دمشقی تھی تم دیکھ کر ڈرے تھے اور تمہارے پاس آکر انہوں نے فرمایا تھا کہ خوف نہ کرو چلے جاؤ تمہارے ساتھی فلاں درخت کے نیچے تمہارا انتظار کر رہے ہیں پس سید صاحب کے اس بیان سے سارا واقعہ مجھ کو یاد آگیا اور میں نے عرض کیا کہ بیشک ایسا ہی ہوا تھا۔ پھر فرمایا کہ دوسری دفعہ جب تم پر بہت کچھ خوف طاری تھا اُس وقت سفید پیشانی کے گھوڑے پر ایک سوار آئے تھے جن کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور انہوں نے تم سے فرمایا تھا کہ ڈرو مت تمہاری داہنی جانب جو گاؤں ہے اس میں چلے جاؤ رات کو وہیں رہو اور وہاں کے لوگوں سے بلا خوف اپنا مذہب ظاہر کر دینا کیونکہ یہ چند دیہات جو دمشق کی جانب جنوب میں ہیں ان کے باشندے سب کے سب مومنین مخلصین ہیں اور طریقۂ جناب امیرالمومنین علی بن ابیطالب و آئمہ معصومین سلام اللہ علیہم سے متمسک ہیں۔ اتنا بیان کر کے سید صاحب نے مجھ سے پوچھا اے ابن فاضل کیا ایسا ہوا تھا میں نے کہا یہی صورت پیش آئی تھی میں اس گاؤں میں گیا رات کو وہیں سویا اُن لوگوں نے میری بڑی عزّت کی جب میں نے ان سے اُن کا مذہب دریافت کیا تو صاف صاف کہا کہ ہم امیرالمومنین وصی رب العالمین اور ان کی ذرّیت آئمہ معصومین علیہم السلام کے مذہب پر ہیں میں نے اُن سے یہ بھی پوچھا تھا کہ تم نے اس مذہب کو کیسے اختیار کیا اور کس نے تم کو اس تک پہنچایا اس کا ان لوگوں نے یہ جواب دیا تھا کہ جب ابوذر غفاریؓ

کو مدینہ سے نکالا گیا اور شام بھیجدیا تو معاویہ نے انہیں ہمارے اطراف میں نکال باہر کیا اور وہ اس سرزمین پر آ گئے صرف ان کی برکتیں ہمارے شامل حال ہوئی ہیں میں نے بھی ان سب سے اپنا مذہب ظاہر کر دیا تھا جب صبح ہوئی تو میں نے ان لوگوں سے خواہش کی کہ مجھے قافلہ تک پہنچا دیا جائے انہوں نے دو آدمی میرے ساتھ کر دیئے جنہوں نے مجھے قافلہ تک پہنچا دیا۔

جناب سید صاحب سے میں نے یہ بھی سوال کیا کہ اے میرے سردار کیا امام علیہ السلام حج فرماتے رہتے ہیں جواب دیا کہ اے ابن فاضل تمام دنیا مومن کے لئے ایک قدم ہے تو اُن حضرت کا کیا ذکر ہے جن کی برکت سے دنیا قائم ہے اور جن کے آباء طاہرین کے برکات قدوم سے عالم کا وجود ہوا ہاں حضرت ہر سال حج فرماتے ہیں اور مدینہ و عراق وطوس میں اپنے آباء معصومینؑ کی زیارات کر کے یہیں واپس تشریف لے آتے ہیں۔ اس کے بعد سید صاحب نے مجھ کو رغبت دلائی کہ بغیر تاخیر کے عراق واپس ہو جاؤں اور جلدی بلاد مغرب کو چھوڑ دوں اور پانچ درہم عطا فرمائے جن پر لکھا ہوا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللہِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ قَائِمٌ بِاَمْرِ اللہِ یعنی سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں محمدؐ اللہ کے رسول ہیں علیؑ اللہ کے ولی ہیں محمد بن حسنؑ قائم بامر اللہ ہیں یہ درہم تبرکاً میرے پاس محفوظ ہیں اور مجھ کو انہیں کشتیوں کے ساتھ روانہ کر دیا گیا جن سے میں آیا تھا یہاں تک کہ بربر کے اُس شہر میں پہنچ گیا جہاں پہلے داخلہ ہوا تھا یہاں میں نے وہ جَو اور گیہوں جو میرے ساتھ تھے ایک سو چالیس اشرفی میں فروخت کئے اور سید صاحب کے حکم کے مطابق اندلس کا راستہ میں نے اختیار نہ کیا بلکہ مغربی شہر طرابلس کی طرف متوجہ ہوا اور ادھر کے حاجیوں کے ہمراہ مکہ پہنچا حج سے فارغ ہو کر عراق آ گیا اب یہ ارادہ ہے کہ تا حیات نجف اشرف رہوں اور یہیں موت آ جائے۔

شیخ فضل بن یحییٰ مؤلف رسالہ نے لکھا ہے کہ شیخ زین الدین علی بن فاضل مازندرانی نے اپنے اس قصّہ کو بیان کرتے وقت یہ بتایا تھا کہ اس واقعہ کو ساڑھے آٹھ برس ہوئے اور یہ بھی کہا تھا کہ میں نے وہاں صرف ان پانچ علماء امامیہ کے نام سُنے تھے سیّد مرتضیٰ موسوی و شیخ ابو جعفر طوسی و محمد بن یعقوب کلینی و ابن بابویہ قمی و شیخ

ابوالقاسم جعفر بن سعید حلیؒ ۔ اور بس ۔

جزیرۂ خضرا کی یہ حکایت ہر زمانہ میں بہت مشہور رہی اس کے اصل راوی شیخ فضل بن یحییٰ مشاہیر علماء میں سے ہیں اور بہت سے اکابر علماء نے مختلف موقعوں پر اپنی کتابوں میں یہ واقعہ نقل کیا ہے یا اس کا حوالہ دیا ہے جناب شہید ثالث قاضی نوراللہ شوستری اعلی اللہ مقامہ نے مجالس المومنین میں جزیرہ خضرا کا ذکر فرمایا ہے۔ جناب قاضی صاحب ایسے بلند پایہ مجتہد اعظم تھے جن کا نام نامی ہمیشہ دُنیا میں منوّر و روشن رہے گا ۹۵۶ھ میں ولادت ہوئی اور روز جمعہ ۱۸ رجمادی الآخریٰ ۱۰۱۹ھ میں شہادت ہے شوستر میں تحصیل علم فرمائی پھر تکمیل کے لیئے ۹۷۹ھ میں مشہد مقدس آئے اور ۹۹۵ھ میں ہندوستان تشریف لائے جملہ معاصرین اہل علم خاص و عام سب آپ کی عظمت وجلالت کے معترف تھے تصنیفات سے تفسیر و حدیث وعلم کلام و فقہ واصول فقہ ورجال وتاریخ ومنطق وریاضی وادب وغیرہ میں عربی فارسی کی ایک سو ایک کتابیں اور رسالے ہیں جن میں سے سوائے احقاق الحق و مجالس المومنین کے کوئی کتاب طبع نہیں ہوئی باقی قلمی ہیں جو سب مقامات سے زیادہ کتبخانہ ناصریہ لکھنو میں موجود ہیں۔ قاضی صاحب اکبر بادشاہ کے زمانہ میں لاہور کے قاضی القضاۃ تھے اور اس منصب کو آپ نے اس شرط پر منظور کیا تھا کہ جملہ معاملات میں شافعی حنفی حنبلی مالکی چاروں مذہبوں میں سے صرف کسی ایک فقہ کا پابند نہ ہونگا اس لئے آپ کا فتوےٰ ہمیشہ فقہ امامیہؒ کے مطابق ہوا کرتا جو چاروں میں ایک نہ ایک کے موافق ہوتا تھا اکبر کے بعد علماء مخالفین نے جہانگیر سے شکایت کی کہ قاضی صاحب شیعہ ہیں مگر اُس نے اس طرف کچھ توجہ نہ کی لیکن دشمنوں کی کوششیں جاری رہیں یہانتک کہ ایک شخص شیعہ بن کر طالب علمی کی حیثیت سے قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے لگا اور اپنا اپنا اعتبار پیدا کیا کہ قاضی صاحب سے کتاب احقاق الحق یا مجالس المومنین دیکھنے کے لئے حاصل کر لی اور اس کی ایک نقل اُن مخالف علماء کو دیدی جسکو لیکر وہ جہانگیر کے پاس پہنچے اور کہا کہ اس رافضی نے ایسی کتاب لکھی ہے جس کی وجہ سے اُس پر حد جاری کرنا ضروری ہے بادشاہ نے پوچھا کیا سزا ہونی چاہیئے سب نے یہ رائے دی کہ خاردار درّے لگائے جائیں

جہانگیر نے کہا نہیں اختیار ہے چنانچہ ان لوگوں کو موقع مل گیا اور قاضی صاحب نے شہادت پائی کئی روز لاش بے غسل و کفن رہی۔ ریاست گوالیار میں ایک ایرانی نے حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا کہ لاش کو دفن کرنے کا حکم فرما رہی ہیں وہ فوراً آگرہ روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر جہانگیر سے تجہیز و تکفین کی اجازت لے کر دفن کیا۔

جزیرۂ خضراء کا وجود وہاں حضرت حجت علیہ السلام کی اولاد و مملکت کا ہونا اور موجودہ زمانہ میں باوجود کیسے کیسے تعجب خیز ذرائع اطلاعات کے ایسی آبادیوں کا امکان جن سے کوئی مطلع نہ ہو ان سب باتوں کی پوری بحث پہلے ہی بیان قیام گاہ میں ہو چکی ہے۔

اس واقعہ میں نماز جمعہ کا بھی ذکر آیا ہے نماز جمعہ غیبت امام علیہ السلام کے زمانہ میں جب کہ حضرت کا کوئی نائب خاص بھی اس کام کے لیے موجود نہ ہو سنت نہیں ہے بلکہ واجب تخییری ہے چاہے نماز جمعہ پڑھی جائے یا نماز ظہر ان میں سے جو بھی پڑھی جائے گی واجب ادا ہو جائے گا مگر نماز جمعہ مستحب ہے یعنی ظہر سے افضل ہے نہ یہ کہ خود سنت ہو۔ اور امام علیہ السلام یا نائب خاص کی موجودگی میں نماز جمعہ واجب عینی ہے یعنی صرف یہی واجب ہے پس وجوب کی انہیں دونوں حیثیتوں سے سوال تھا کہ آیا نماز جمعہ واجب عینی ہے یا واجب تخییری اور اسی حیثیت سے جواب ہے نہ واجب اور سنت کی حیثیت سے۔ دوسرا یہ مسئلہ قابل غور ہے کہ اولاد امیرالمومنین علیہ السلام سے شیعوں کے لیے خمس مباح ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زمانۂ غیبت میں ان سے ہر چیز کا خمس ساقط ہے کیونکہ ایسا خیال قرآن و احادیث معتبرہ کے خلاف ہے اور خمس کا روکنے والا محمد و آل محمد کے حقوق کا غاصب ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں خمس وغیرہ کی حیثیت سے مال امام علیہ السلام ہیں ان پر اس زمانۂ غیبت میں ان لوگوں کا قبضہ جائز و مباح ہے اور وہ بمقدار بھی خمس کی حلال ہے جس کا تعلق غیروں کے عین مال سے ہو اور ان کے وہ اموال کسی معاملہ کے ذریعہ سے مومنین کے پاس آجائیں اور اس عین مال میں بھی جس سے خمس متعلق ہو چکا ہو اس کی ادائیگی سے قبل ضمانت و ذمہ داری کے ساتھ تصرف جائز و حلال ہے

اس حکایت کے آخر میں پانچ حضرات علماء کے اسمار گرامی کا ذکر ہے ایک ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی اعلی اللہ مقامہ جن کی عظمت منزلت و علو مرتبت کا غیروں کو بھی اعتراف ہے کتب اربعہ میں سب سے پہلی کتاب کافی ہے جو آپ ہی کی مولفہ ہے اس میں سولہ ہزار ایک سو ننانوے حدیثیں ہیں اور بیس سال میں مرتب ہوئی تھی جامعیت و حسن ترتیب و تہذیب میں بے مثال کتاب ہے موصوف نے غیبت صغریٰ کا پورا زمانہ دیکھا تھا ۳۲۹ھ میں وفات ہوئی۔ دوسرے شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ قمی علیہ الرحمۃ جن کا تذکرہ پہلے بھی ہو چکا ہے علماء قم میں بڑے بلند مرتبہ بیمثل حافظ احادیث تھے تصنیفات و تالیفات کی طویل فہرست ہے جس میں تقریباً تین سو کتابیں ہیں کتب اربعہ میں سے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ آپ ہی کی ہے موصوف کے والد ماجد نے دعاء فرزند کے لئے حضرت حجت علیہ السلام کی خدمت میں عریضہ پیش کیا تھا جس کے بعد آپ کی ولادت ہوئی اور فخر فرمایا کرتے تھے کہ میں دعائے امام علیہ السلام سے پیدا ہوا ہوں ۳۸۱ھ میں رحلت فرمائی۔ تیسرے شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی علیہ الرحمۃ جو ایسے جلیل القدر و عظیم المنزلہ کہ ہر فن میں آپکی تصنیف ہے منجملہ کتب اربعہ دو کتابیں تہذیب اور استبصار آپ ہی کی مرتبہ ہیں شیخ مفید اور سید مرتضیٰ کے شاگرد تھے ۳۸۵ھ میں ولادت ہوئی اور ۴۶۰ھ میں رحلت ہے یہ تین حضرات جن کا ذکر ہوا حدیث کی چاروں کتابیں جن پر اس وقت مدار ہے انہیں کی ہیں یہی کتابیں اربعہ کہلاتی ہیں اور کتابوں والے محمدین ثلاثہ کہے جاتے ہیں کیونکہ ہر ایک کا نام محمد ہے۔ چوتھے علم الہدیٰ سید مرتضیٰ اعلی اللہ مقامہ جو علوم کا خزانہ خصوصاً علم کلام و ادب کے امام تھے موصوف کے مدارج عالیہ بیان سے باہر ہیں ایک بیمار وزیر نے امیر المومنین علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے خواب میں دیکھا تھا کہ عَلَمُ الہدیٰ سے کہو کہ کچھ پڑھ کر دم کر دیں اس وقت سے یہی لقب ہو گیا تھا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے ایک شب کو خواب میں دیکھا تھا کہ سیّدۂ عالم صلوات اللہ علیہا تشریف لائی ہیں اور حسنین علیہما السلام ساتھ ہیں صبح کو عَلَم الہدےٰ کی والدۂ ماجدہ اپنے دونوں بیٹوں سید علی مرتضیٰ اور سید محمد رضی کو لیکر آئیں ایک مرتبہ کسی مسئلہ میں شیخ اور سید کے درمیان اختلاف ہوا فیصلہ

کے لیئے ایک تجر بر مرقد امیر المومنین علیہ السّلام میں رکھی گئی جس پر یہ تحریری جواب ملا اَلْحَقُّ مَعَ وَلَدِیْ وَالشَّیخُ مُعْتَمِدِیْ یعنی حق میرے فرزند کے ساتھ ہے اور شیخ میرے معتمد ہیں۔ جناب سید کی پیدائش ۳۵۵ھ میں ہوئی اور ۴۳۶ھ میں انتقال فرمایا ہے۔ پانچویں محقق ابو القاسم جعفر بن سعید حلّی علیہ الرحمتہ جن کی عظمت و جلالت اسی سے ظاہر ہے کہ فقہ و اصول فقہ میں ایسے استاد الکل ہیں کہ آپ کی کتابیں شرائع الاسلام و مختصر نافع ایسی مقبول ہوئیں جو دنیا کی ہر شیعہ تعلیم گاہ کے نصاب میں داخل ہیں اور قیامت تک درس میں رہیں گی اور حلقہ تلمذ ہمیشہ باقی رہے گا ۶۰۲ھ میں آپ کی ولادت اور ۶۷۶ھ میں رحلت ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ پ ۱۱ ع ۶

بالخیر تمت

ملنے کا پتہ

افتخار بک ڈپو (رجسٹرڈ) اسلامپورہ لاہور

پرنٹر: ریاست حسین خان نامی پریس پیسہ اخبار لاہور